إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

سَيَقُولُ-2

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS
النور

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

سَیَقُوْلُ - 2

نگہت ہاشمی

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ: 2)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹر چینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمدلله رب العلمين والصلاة والسلام على النبي الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ» ''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» ''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاری:5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہوگی۔ **وللہ الحمد!**

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ـــــ دوسروں کو سکھائیں　　　خود پڑھیں ـــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آیئے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: **فائزہ خان** (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

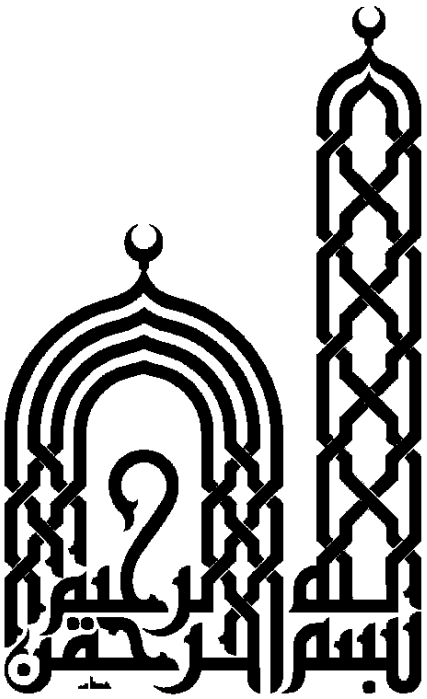

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ

''جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے کہ انہیں کس چیز نے ان کے اس قبلے سے پھیر دیا ہے جس پر وہ تھے؟ آپ کہہ دو:

لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے'' (142)

سوال 1: تحویل قبلہ پر کیے گئے اعتراضات کی وضاحت ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ...مُّسْتَقِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ﴾ ''جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی علم سے یہ خبر دی ہے کہ جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف تحویل قبلہ پر اعتراض کریں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کے مصالح کو نہیں پہچانتے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ سے پہلے اعتراضات کی خبر اس لیے دی تا کہ مومنوں کے دلوں پر اس کا اثر کم ہو اور ان کے دل زیادہ متاثر نہ ہوں۔ (ایسر التفاسیر: 70/9) تا کہ مومن قبل از وقت اعتراضات کا جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے عرب کے مشرکوں، علمائے یہود اور منافقوں کو سفہاء کہا ہے۔

(4) رسول اللہ ﷺ کو صخرہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا تو مکہ میں آپ رکن یمانی اور حجر اسود کے مابین نماز ادا فرماتے۔ لہٰذا صخرہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کی حالت میں کعبہ بھی آپ کے سامنے ہوتا تھا مگر ہجرت مدینہ کے بعد اس طرح دونوں کی طرف بیک وقت منہ کر کے نماز ادا کرنا ممکن نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ ابن عباس اور جمہور کا یہی قول ہے۔ (المصباح المنیر: 341،340/1)

(5) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں (اس پر یہود بہت خوش تھے) اور رسول ﷺ (دل سے) چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''ہم آپ کا آسمان کی طرف بار بار چہرہ اٹھنا دیکھتے ہیں۔'' (یعنی مسجد حرام کو قبلہ بنانے کا حکم دے دیا گیا) پھر آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا اور احمقوں نے جو یہودی تھے کہنا شروع

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کیا:﴿مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا﴾''انہیں کس چیز نے ان کے اس قبلے سے پھیر دیا ہے جس پر وہ تھے؟'' (اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا)﴿قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾''آپ فرما دیجیے کہ مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت کر دیتا ہے۔'' (بخاری:399، مسند احمد:25082)

(6)﴿مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا﴾''انہیں کس چیز نے ان کے اس قبلے سے پھیر دیا ہے جس پر وہ تھے؟'' بیت اللہ کو قبلہ مقرر کیے جانے پر یہود نے یہ اعتراضات کیے: (i) بیت المقدس ہمیشہ سے نبیوں کا قبلہ رہا ہے پھر اس کی مخالفت کیوں کی گئی؟ (ii) قبلے کی تبدیلی یہودیوں کی مخالفت کے لیے ہے۔

(iii) علامہ بغوی کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ پر یہود نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا: محمد ﷺ نے ہمارے قبلہ کو حسد سے ترک کر دیا۔ (تفسیر مظہری:180/1) (iv) یہ نبی خود اپنے مشن کے بارے میں حیران و پریشان ہے، کبھی ایک (بیت اللہ کی) طرف رخ کرتا ہے کبھی دوسری (بیت المقدس کی) طرف۔ (v) اگر بیت اللہ ہی اصل قبلہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے جو نمازیں پڑھی ہیں وہ بے کار ہیں۔

(7) یہود نے قبلے پر اعتراضات اس لیے کیے کہ بیت المقدس یہود کا قبلہ تھا جس کی منسوخی کا اعلان رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہود کو بہت ہی ناگوار گزرا، یوں بھی وہ رسول ﷺ کو اپنا دشمن اور اپنے دین کی بیخ کنی کرنے والا سمجھنے لگے تھے۔ تحویل قبلہ کے اس تازہ اعلان کو وہ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی سمجھے اور اس پر طرح طرح کے اعتراضات وارد کرنے لگے۔ ان کے ہم نوا کچھ اور لوگ بھی منافقوں اور بے دینوں میں سے ہو گئے۔ (تفسیر ماجدی:268,267/1)

(8) قبلے کی تبدیلی کے حکم پر کفار قریش نے کہا تھا کہ محمد ﷺ اپنی جائے پیدائش کے مشتاق تو ہو گئے ہیں عنقریب وہ اپنے دین کی طرف بھی لوٹ آئیں گے۔ (قرطبی:113/1)

(9) رب العزت نے ان کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:﴿قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾''آپ کہہ دو مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں'' یعنی مشرق و مغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی سمت اس کی ملکیت سے باہر نہیں اور وہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ بھی دکھاتا ہے۔ اس قبلے کی طرف بھی اس نے راہ نمائی کی ہے جو ملت ابراہیم کا حصہ ہے۔

(10) یعنی حکم اور تصرف کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے لہٰذا کسی سمت کی طرف منہ پھیرنا نیکی نہیں اصل نیکی فرماں برداری میں ہے۔ (11) قبلے کی طرف رخ نماز پڑھنے کے لئے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کرنا ہے۔ عبادت میں جس طرح معبود حکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے عبادت کرنے والا اس کا پابند ہوتا ہے۔ جس طرف معبود نے رخ پھیر دیا ادھر رخ پھیرنا ضروری تھا۔

(12) مشرق و مغرب کی ہر سمت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اصل بات سمت کی نہیں، ہر سمت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جا سکتی ہے اگر اس کی طرف رخ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو۔

(13) ﴿يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے'' صراط مستقیم سے مراد دین اسلام ہے۔ صراط مستقیم ہی میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آنے کے بعد بیت اللہ کی طرف رخ کرنا ہے۔ (14) اللہ تعالیٰ نے ہی محمد رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی اس کعبے کی طرف راہ نمائی کی جسے اللہ تعالیٰ کے پاک نام پر تعمیر کیا گیا تھا اور جو اس روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قابل احترام گھر ہے کیونکہ اسے خلیل اللہ نے تعمیر کیا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''آپ کہہ دو: مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''

(15) یہود کے اعتراضات محض حسد اور ظلم کی وجہ سے تھے ان کو اس بات پر حسد تھا کہ مسلمانوں کی اس قبلے کی طرف راہ نمائی کی گئی اور وہ اس سے محروم رہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کے متعلق فرمایا: ''ان کو ہمارے بارے میں کسی اور چیز سے اس قدر حسد نہیں ہے جس قدر جمعہ کے دن کی وجہ سے حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی اور یہ اس سے محروم رہے اور قبلے کی وجہ سے حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی بھی ہدایت فرمائی اور یہ لوگ اس سے بھی محروم رہے، نیز ہم جو امام کے پیچھے آمین کہتے ہیں، اس کی وجہ سے بھی یہ ہم سے حسد کرتے ہیں۔'' (مسند احمد: 135/6۔ مطولا)

(16) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہدایت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے ہدایت کے اسباب پیدا کر دیتا ہے اس لیے اسی سے ہدایت طلب کرنی چاہیے۔

(17) بندہ جب ہدایت کے ان اسباب کو اختیار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیے ہیں تو اسے ہدایت مل جاتی ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا اور وہ اپنے حکم سے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' (المائدہ: 16)

سوال 2: رب العزت نے اس آیت میں قبلے کی تبدیلی پر اعتراضات کرنے والوں کو ﴿السُّفَهَآءُ﴾ قرار دیا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے ان لوگوں کو بے وقوف قرار دیا جنہوں نے قبلے کی تبدیلی پر یہ اعتراض کیا:﴿مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا﴾ ''کہ انہیں کس چیز نے ان کے اس قبلے سے پھیر دیا ہے جس پر وہ تھے'' یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی شریعت اور اس کے فضل وکرم پر اعتراض تھا۔اللہ رب العزت نے یہ بات اس لیے کہی کہ عقل مند شخص کو بے وقوف کی باتوں پر دھیان نہیں دینا چاہیے۔

(2)یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر وہی شخص اعتراض کرتا ہے جو بے وقوف اور جاہل ہو اور عقل مند یعنی ہدایت یافتہ مومن تو اپنے رب کے ہر حکم کی اطاعت کرتا ہے اور اس کو راضی کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ ''درحقیقت مومنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب اُنہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرماں برداری کی۔'' (النور:51)

(3)﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ ''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کردیں تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو۔'' (الاحزاب:36)﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ ''پس! تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے۔'' (النساء:65)

سوال 3: قبلے کی تبدیلی کے حکم پر مسلمانوں کا طرز عمل کیسا تھا؟

جواب:(1) صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں آتا ہے:(بیت اللہ کو قبلہ مقرر کیے جانے کے بعد مدینہ میں) سب سے پہلی نماز جو نبی ﷺ نے بیت اللہ کی طرف (رخ کرکے) پڑھی عصر کی نماز تھی۔وہاں آپ ﷺ کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی، پھر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک آدمی نکلا اور اس کا مسجد (بنی حارثہ) کی طرف گزر ہوا تو وہ لوگ رکوع میں تھے۔وہ بولا کہ میں اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی ہے۔(یہ سن کر) وہ لوگ اسی حالت (رکوع) میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے۔(بخاری:40)

(2)مومنوں نے قبلے کے حکم سے یہ سمجھا کہ اصل چیز قبلے کی سمت نہیں بلکہ اصل چیز اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس وقت جو حکم آجائے وہی اس وقت کا قبلہ ہوگا۔اس لیے حکم کی پیروی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے انہیں کچھ مشکل نہ ہوئی۔

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین اُمّت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں

عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ

اور جس قبلے پر آپ پہلے تھے اُس کو ہم نے صرف اسی لئے (قبلہ) بنایا تھا کہ ہم جانیں کون رسول کی اتباع کرتا ہے اُس سے جو اپنی

الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ

ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے؟ اور یقیناً یہ بلاشبہ بہت بڑی بات تھی مگر اُن لوگوں کے لیے نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے''(143)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو بہترین بنا کر جو ذمہ داری عائد کی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَ كَذٰلِكَ... شَهِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) امت محمدیہ کو بہترین امت بنا کر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو پیغام رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ان تک پہنچا ہے اب اس پیغام کو انہوں نے قیامت تک ساری قوموں تک پہنچاتے رہنا ہے، اس پر ان کی دنیا کا انحصار بھی ہے اور آخرت کا بھی۔

(2) ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اس نے تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام کے قبلے کو اس لئے منتخب کیا ہے تا کہ تمہیں بہترین امت بنا دے اور تم قیامت کے دن دیگر امتوں پر گواہ بن جاؤ کیونکہ دیگر تمام امتیں تمہاری فضیلت کا اعتراف کرتی ہیں۔

(3) اس سے یہ مراد ہے کہ جس طرح کعبہ تمام کائنات کا روحانی مرکز ہے اسی طرح سے مسلمانوں کو بہترین امت بنایا گیا ہے اور انہیں عمل و تبلیغ کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں تا کہ وہ دنیا کے لئے حیات و عمل کا بہترین نمونہ بنیں۔ (سراج البیان: 50,49/1)

(4) اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو بہترین امت بنایا ہے تو اسے سب سے واضح، روشن اور مکمل طریقہ عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ''اس نے تمہیں چن لیا ہے اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی، تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے، اُسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے، اس سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی، تاکہ رسول تم پر گواہ ہو جائیں اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔'' (الحج:78)

(5) وسط کے لغوی معنی درمیان کے ہیں لیکن وسط افضل اور بہتر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (الاساس فی التفسیر:308/1)

(6) وسط کا لفظ یہاں بہترین اور اعلیٰ کے معنی میں ہے۔ (المصباح المنیر:342/1) اور امت وسط سے مراد سب سے افضل امت ہے۔

(7) امت وسط سے مراد اعتدال والی امت بھی ہے جس کے معاملات میں افراط و تفریط نہیں۔ مثلاً (i) انبیاء کے ساتھ عقیدت میں معتدل ہے جب کہ عیسائی غلو سے کام لیتے ہیں اور یہودی توہین کرتے ہیں۔ (ii) شریعت کے اعتبار سے بھی امت مسلمہ معتدل امت ہے نہ یہودیوں کی طرح سختی ہے نہ عیسائیوں کی طرح نرمی اور لاپرواہی۔ (iii) امت مسلمہ طہارت کے اعتبار سے بھی معتدل امت ہے نہ یہودیوں کی طرح سختی ہے کہ پانی ان کو نجاست سے پاک نہیں کر سکتا، ان کی عبادت کنیسہ کے سوا کہیں نہیں ہوتی، ان پر سزا کے طور پر طیبات کو حرام کر دیا گیا اور نہ عیسائیوں کی طرح نرمی ہے کہ کسی چیز کو نجس ہی نہیں مانتے نہ ان کے ہاں کوئی چیز حرام ہے، انہوں نے ہر چیز کو حلال کر رکھا ہے۔ امت مسلمہ کی طہارت کامل طہارت ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو بہترین قبلہ عطا کیا اور ان کے لیے طیب مشروبات، ماکولات، ملبوسات اور پاک عورتیں مباح ٹھہرائی ہیں۔ ان کے لیے تمام خبیث چیزیں حرام ٹھہرائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو علم، حلم، عدل اور احسان سے نوازا ہے اور سب سے افضل قرار دیا۔ اس امت کا دین مکمل، اس کے اعمال سب سے افضل، اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ امت دوسروں پر گواہی دے۔

(9) ﴿لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ''تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ'' امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط اس لیے بنایا تاکہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے کے سبب لوگوں پر گواہ ہوں اور رسول ان پر گواہ ہوں تاکہ وہ تمام ادیان سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں فیصلے کریں اور ان کے بارے میں دوسرے فیصلے نہ کریں۔

(10) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ عرض کریں گے، ﴿لبيك وسعديك﴾ یارب! اللہ رب العزت فرمائے گا، کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں نے پہنچا دیا تھا، پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا، کیا انہوں نے تمہیں میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ لوگ کہیں گے کہ ہمارے یہاں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا (نوح علیہ السلام سے) کہ آپ کے حق میں کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی امت ان کے حق میں گواہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے گی کہ انہوں نے پیغام پہنچا دیا تھا اور رسول (یعنی آپ ﷺ) اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے (کہ انہوں نے سچی گواہی دی ہے) یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا تا کہ تم لوگوں کے لیے گواہی دو اور رسول تمہارے لیے گواہی دیں۔'' آیت میں لفظ ''وسط'' کے معنی عادل، منصف، بہتر کے ہیں۔'' (بخاری:4487)

(11) قیامت کے دن ایک نبی آئے گا اور اس کے ساتھ صرف ایک آدمی ہوگا، اور کسی کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ آدمی ہوں گے، پھر اس کی قوم کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا: کیا اس نبی نے تم تک (دین) پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے: نہیں، پھر اس نبی سے کہا جائے گا: کیا آپ نے اپنی قوم کو (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ فرمائیں گے: ہاں، ان سے پوچھا جائے گا کہ آپ کا گواہ کون ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ میرے گواہ محمد ﷺ اور ان کی امت ہیں، پھر محمد ﷺ اور آپ کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے اپنی قوم کو (دین) پہنچا دیا تھا؟ تو وہ جواب دیں گے: ہاں، پہنچا دیا تھا۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں اس بات کا کیسے علم ہوا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمارے پاس جب ہمارے نبی محمد ﷺ تشریف لائے تو آپ نے ہمیں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں نے (اللہ کے دین کو) پہنچا دیا تھا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ ''(اور جیسے تمہیں ہدایت دی) اسی طرح ہم نے تمہیں افضل امت بنایا'' کے یہی معنی ہیں اور وسط کے معنی عدل کے ہیں ﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔'' (مسند احمد:58/3)

(12) ﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ''تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ'' اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کا پیغام تمام انسانوں تک پہنچانے کے لیے ان کے ماننے والے ذمہ دار ہیں اور قیامت کے دن یہ گواہی دینی ہوگی کہ جو رسول اللہ ﷺ سے ہمیں پہنچا وہ پہنچانے میں اور جو انہوں نے ہمیں کر کے دکھایا وہ کر کے دکھانے میں ہم نے کوئی کمی نہیں کی۔

(13) (i) اس امت کے افراد اپنے اعمال کے نیک ہونے اور اپنے حق پرست ہونے کے زندہ گواہ ہیں۔

(ii) امت کے ہر فرد کی بات، اس کا عمل، اس کا برتاؤ دیکھ کر ساری دنیا یہ پہچان لے کہ اللہ والے کیسے ہوتے ہیں؟ نیکی کس کا نام ہے؟ حق پرستی کسے کہتے ہیں؟

(iii) جس طرح اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہم تک پہنچانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری سخت تھی کہ ذرا سی کوتاہی پر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں پکڑے جانے کا ڈر تھا، ایسے ہی مسلمانوں پر بھی یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس یہ گواہی نہ دے سکے کہ ہم نے آپ کی ہدایت جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچی تھی آپ کے بندوں تک پہنچادینے میں کوئی کمی کوتاہی نہیں کی تو ہم بری طرح پکڑے جائیں گے۔ ہم سے یہ پوچھا جائے گا کہ جب دنیا میں نافرمانیاں ہورہی تھیں، جب برائی اور بے حیائی کا طوفان برپا تھا تب تم کہاں تھے!

(14)﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں'' اس گواہی سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں جب انسانوں کا اکٹھا حساب لیا جائے گا اس وقت رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نمائندے کی حیثیت سے گواہی دیں گے کہ سوچ، عمل اور اسلامی نظام کی جو تعلیم اللہ تعالیٰ نے دی تھی وہ انہوں نے اپنے قول وفعل سے پوری طرح پہنچادی تھی۔

سوال 2: آخرت میں گواہی دینے سے نبی ﷺ کتنا خوف کھایا کرتے تھے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ'' میں نے عرض کیا: میں پڑھ کر سناؤں جب کہ وہ تو آپ ﷺ پر نازل ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں میں دوسرے سے سننا چاہتا ہوں'' چنانچہ میں نے آپ ﷺ کو سورۃ النساء سنانی شروع کی۔ جب میں ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ ﷺ کو ان پر گواہ لائیں گے'' پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ'' میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔'' (بخاری:4582)

سوال 3: تحویل قبلہ کی حکمت کی وضاحت ﴿وَمَا جَعَلْنَا ... هَدَى اللّٰهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ﴾ ''اور جس قبلے پر آپ پہلے تھے اُس کو ہم نے صرف اسی لئے (قبلہ) بنایا تھا'' اس قبلے سے مراد بیت المقدس ہے۔ (جامع البیان:14/2) اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کیا پھر اسے منسوخ کر کے بیت اللہ کو قبلہ بنادیا تو اس کی حکمت یہ تھی کہ یہ واضح ہو جائے کہ کون رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے اس قبلے کی طرف رخ کرتا ہے اور کون دین سے پھر جاتا ہے۔

(2)﴿لِنَعْلَمَ﴾ ''کہ ہم جانیں'' کا مطلب ہے تاکہ ہم اتباع کرنے والے اور منہ موڑنے والے کے درمیان امتیاز کر سکیں اور رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کے سامنے ان کا حال منکشف ہو جائے۔ (حاشیہ تفسیر سعدی:178/1)

(3) یہاں اللہ تعالیٰ کے معلوم کرنے سے مراد دیکھنا ہے۔ (فتح القدیر:192/1)

(4)﴿مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ﴾ ''کون رسول کی اتباع کرتا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ کون لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر بات ماننے کو ہی آخرت کی کامیابی کا ذریعہ سمجھنے والے ہیں۔

(5)﴿مَنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ﴾ ''اس سے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے'' اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جانے سے مراد جاہلیت کی طرف پلٹ جانا ہے، یعنی کون لوگ ہیں جو ابھی تک نسل، رنگ، وطن اور باپ دادا کے طریقوں کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

(6)اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا:﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (۲) وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ (۳)﴾ ''کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ اور یقیناً ہم نے اُن لوگوں کو بھی آزمایا جو اُن سے پہلے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقیناً وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا۔'' (العنکبوت:3,2)

(7)پہلی کتابوں میں یہ خبر دی گئی ہے کہ آخری نبی کعبہ کو قبلہ بنائیں گے۔

(8)﴿وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ﴾ ''اور یقیناً یہ بلاشبہ بہت بڑی بات تھی مگر ان لوگوں کے لیے نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی'' یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ تحویل قبلہ کے معاملے میں رسول ﷺ کی پیروی کرنا بڑا بھاری تھا سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور جنہوں نے رسول ﷺ کی ہر بات ماننے کو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ سمجھا۔(9)اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے سچے پیروکار تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احسان پر اللہ تعالیٰ کے عظیم گھر کی طرف رخ پھیر دیا۔

(10)اس آیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح وفضیلت بھی نکلتی ہے کہ انہوں نے رسول ﷺ کی پیروی میں اپنا رخ شمال سے جنوب کی جانب پھیر دیا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچان لیا اور شکر ادا کیا۔

سوال 4: تحویل قبلہ کے حکم سے پہلے پڑھی جانے والی نمازوں کے بارے میں ﴿وَمَا كَانَ...لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے'' سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: اس کے بعد (یعنی بیت اللہ کو قبلہ مقرر کیے جانے کے حکم کے بعد) لوگوں نے کہا: جو لوگ کعبہ کے قبلہ ہونے سے پہلے انتقال کر گئے، ان کے متعلق ہم کیا کہیں۔ (ان کی نمازیں قبول ہوئیں یا نہیں؟) اس پر یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیت نازل ہوئی: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (بخاری:4486)

(2)(i) یہاں ایمان سے مراد نماز ہے۔(ii) نماز نیت، قول اور عمل پر مشتمل ہے، اس لیے نماز کو ایمان قرار دیا گیا ہے۔ (قرطبی)

(3) اللہ تعالیٰ نے حوصلہ دلایا ہے کہ ان لوگوں کی نمازیں بھی ضائع نہیں ہوں گی جو تحویل قبلہ کا حکم آنے سے پہلے فوت ہو چکے۔ اسی طرح وہ نمازیں جو تم نے تحویل قبلہ کا حکم آنے سے پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھیں وہ بھی ضائع نہیں ہوں گی۔

(4) اللہ تعالیٰ کا ایمان کی حفاظت کرنا دو طرح سے ہے:

(i) ان (اہل ایمان) کو ہر فساد، ایمان میں نقص پیدا کرنے والی تکلیف دہ آزمائشوں اور ایمان سے روکنے والی خواہش نفس سے بچا کر ان کے ایمان کو ضائع اور باطل ہونے سے محفوظ رکھنا۔

(ii) ایمان کی نشوونما کے لیے انہیں ایسے اعمال کی توفیق عطا کرنا جس سے ان کے ایمان میں اضافہ اور یقین کامل حاصل ہوتا ہے۔ پس ابتدائی طور پر جس نے ایمان کی طرف تمہاری راہ نمائی کی اسی طرح وہ تمہارے ایمان کی حفاظت کرے گا۔ اس کو اور اس کے اجر وثواب کو نشوونما دے کر اپنی نعمت کا اتمام کرے گا، ایمان کو مکدر کرنے والے ہر عمل سے اس کی حفاظت کرے گا، بلکہ جب ایسی آزمائشیں آئیں جن سے مقصود سچے مومن کو جھوٹے دعوے دار سے الگ کرنا ہو تو یہ آزمائشیں مومن کو کھرا ثابت اور ان کی سچائی کو ظاہر کر دیتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:180,179/1)

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ عظیم رأفت ورحمت والا ہے۔ اس نے ایمان والوں کو ایمان عطا کر کے ان پر اپنی نعمت کو مکمل کیا۔ اس نے ان لوگوں کو علیحدہ کر دیا جو ایمان کو زبانی اقرار کا معاملہ سمجھتے ہوئے صرف زبانی دعوے کرتے تھے اور ان کے دل ایمان سے خالی تھے۔

(6) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا امتحان لیا، ان کے درجات بلند کیے اور اپنے سب سے زیادہ عزت والے گھر کی طرف ان کا منہ موڑ دیا یقیناً وہ رؤف ورحیم ہے۔

سوال 5: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے۔ قیدیوں میں ایک عورت تھی جس کا پستان دودھ سے بھرا ہوا تھا اور وہ دوڑ رہی تھی، اتنے میں ایک بچہ اس کو قیدیوں میں ملا اس نے جھٹ اپنے پیٹ سے لگا لیا اور اس کو دودھ پلانے لگی۔ ہم سے نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے؟'' ہم نے عرض کیا کہ نہیں، جب تک اس کو قدرت ہوگی یہ اپنے بچے کو آگ میں نہیں پھینک سکتی۔ نبی ﷺ نے اس پر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنا یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہو سکتی ہے۔'' (بخاری 5999)

﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۪

''یقیناً ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں تو یقیناً ہم آپ کو لازماً اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ

کرتے ہیں، سو آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے کو اسی کی طرف پھیر لو،

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ

اور بلاشبہ وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے بے شک وہ جانتے ہیں بلاشبہ ان کے رب کی جانب سے یہ واقعی حق ہے

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾

اور جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں'' (144)

سوال 1: ﴿قَدْ ... شَطْرَهٗ﴾ یہ آیت کب نازل ہوئی اور یہاں قبلے کے بارے میں کیا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: (1) براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں اور رسول اللہ ﷺ (دل سے) چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''ہم آپ کا آسمان کی طرف بار بار چہرہ اٹھانا دیکھتے ہیں۔'' (بخاری: 399)

(2) ﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ ''یقیناً ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ قبلے کی تبدیلی کے بارے میں نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل کی خواہش کو یہاں واضح کیا ہے کہ ہم آپ ﷺ کے حالات سے لاعلم نہیں، ہم آپ ﷺ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔

(3) ﴿فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ ''تو یقیناً ہم آپ کو لازماً اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں'' اور ہم ضرور آپ ﷺ کو اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ ﷺ پسند کرتے ہو اور وہ ہے کعبہ۔ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے شرف کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے پسندیدہ قبلہ کے متعلق حکم نازل کرنے میں اللہ تعالیٰ نے جلدی فرمائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) رسول اللہ ﷺ کی یہ خواہش تھی کہ دین اسلام اپنی اصل شکل میں نمایاں ہو جائے۔ اسی لیے آپ ﷺ کو قبلے کی تبدیلی کے حکم کا انتظار تھا۔ چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال یہ حکم آ گیا۔

(5) ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ "سو آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں" اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا تھا کہ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں۔

(6) ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ "اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے کو اسی کی طرف پھیر لو" اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب، تمام جہتوں سے کعبے ہی کی طرف منہ کیا جائے۔ (المصباح المنیر: 348/1)

سوال 2: کیا غیر قبلے کی طرف رخ کر کے کوئی نماز ادا کی جا سکتی ہے؟

جواب: (1) سفر میں سواری پر نفلی نماز غیر قبلہ کی طرف جائز ہے جب کہ دل کا رخ بیت اللہ کی طرف ہو۔

(2) حالت جنگ میں غیر قبلہ کی طرف نماز جائز ہے۔

(3) جسے قبلہ معلوم نہ ہو اور نہ کوئی بتانے والا ہو وہ اپنے اجتہاد سے قبلے کی سمت مقرر کر کے نماز پڑھ لے۔

(4) اگر کسی نے غیر قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ (مختصر ابن کثیر: 92/1)

سوال 3: اہل کتاب کیسے جانتے تھے کہ امت مسلمہ کا قبلہ بیت اللہ مقرر کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ ۔۔۔ يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ "اور بلاشبہ وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے بے شک وہ جانتے ہیں بلاشبہ ان کے رب کی جانب سے یہ واقعی حق ہے" اہل کتاب اپنے نبیوں اور اپنی کتابوں کی پیشین گوئیوں کی وجہ سے یہ جانتے تھے کہ آخری نبی آئے گا تو قبلہ بیت اللہ ہو جائے گا۔ یہودی حسد، کفر اور سرکشی کی وجہ سے انہیں چھپاتے تھے۔ (2) ﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾ "اور جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں" اللہ تعالیٰ نے یہود کو تنبیہ کی ہے کہ وہ ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے۔ اس میں اعتراض کرنے والوں کے لیے وعید اور اہل ایمان کے لیے تسلی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے کہ اہل کتاب جانتے ہیں کہ یقیناً یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے شعور کو جھنجھوڑا ہے کہ تمہارا معاملہ کسی بے خبر ہستی سے نہیں بلکہ علیم و خبیر رب سے ہے اس لیے اپنے اعمال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی فکر کرلو۔

﴿وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَ

''اور یقیناً اگر آپ اُن لوگوں کے پاس جنہیں کتاب دی گئی ہر نشانی لے آئیں (تب بھی) وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے اور

مَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ

نہ آپ کسی صورت اُن کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں اور نہ وہ کسی صورت ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

اور یقیناً اگر آپ نے اس کے بعد جو آپ کے پاس علم میں سے آیا ہے ان کی خواہشات کی پیروی کی

اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

تب تو یقیناً آپ ضرور ظالموں میں سے ہوں گے'' (145)

سوال: یہودیوں کے کفر وعناد کی وضاحت ﴿وَلَئِنْ ... لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ ان لوگوں کے پاس جنہیں کتاب دی گئی ہر نشانی لے آئیں (تب بھی) وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے'' اللہ تعالیٰ یہودیوں کے کفر وعناد اور رسول اللہ ﷺ کے مقام ومرتبہ کو جاننے کے باوجود مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرما رہا ہے کہ آپ جس دین وشریعت کو لے کر آئے ہیں اگر اس کے صحیح ہونے کے تمام دلائل کا بھی ذکر فرما دیں تو پھر بھی یہ اپنی خواہشات کو ترک کر کے آپ کی اتباع نہیں کریں گے۔ (المصباح المنیر: 349/1)

(2) اہل کتاب کے پاس ہر نشانی لانے سے مراد قبلے کی دلیلیں لانا ہے یعنی اگر آپ ہر طرح کے دلائل دے دیں تب بھی وہ آپ کے قبلے کی پیروی کرنے والے نہیں۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۹۶) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (۹۷)﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ اُن کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔'' (یونس: 96، 97)

(3) ﴿وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ﴾ ''اور نہ آپ کسی صورت ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں'' رسول اللہ ﷺ کبھی ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے نہیں کیونکہ آپ ﷺ جانتے ہیں کہ بیت اللہ کو قبلہ بنانا اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں اس لیے کبھی یہود کی پیروی نہیں کر سکتے۔

(5)اس سے رسول اللہ ﷺ پر واضح کر دیا گیا کہ قبلے پر مصالحتی کوشش کرنے کا فائدہ نہیں۔انہوں نے گروہی تعصّبات کے تحت اپنے قبلے کی سمت مقرر کی ہے اور آپ ﷺ نے رب کے حکم کے تحت، بنیاد ہی فرق ہے لہٰذا سمجھوتہ ممکن نہیں۔

(6)اہل کتاب نے بیت اللہ کو قبلہ نہ مانا۔ان کے نہ ماننے کی وجہ ان کی خواہش پرستی تھی۔وہ اپنی فضیلتوں کے خوابوں میں جی رہے تھے اور ان سے نکلنا نہیں چاہتے تھے۔

(7)﴿وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ﴾"اور نہ وہ کسی صورت ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں" یہاں ایک دوسرے سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔یہود بیت المقدس کے مشرق کی طرف رخ کر کے عبادت کرتے تھے اور عیسائی بیت المقدس کے مغرب کی طرف رخ کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراضات پر توجہ دلائی ہے کہ مسلمانوں کی قبلے کی تبدیلی پر تو آپ کا موقف ایک ہے، یہ تو بتاؤ خود ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرنے کے لیے تیار ہو؟

(8)﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ﴾"اور یقیناً اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی" یہاں اس سے مراد اہل کتاب کی یہ خواہش ہے کہ نبی ﷺ ان کے قبلے کو اختیار کر لیں۔ان کی ایک خواہش یہ بھی تھی کہ نبی ﷺ ان کے دین کی پیروی کر لیں۔(9)﴿مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ﴾"اس کے بعد جو آپ کے پاس علم میں سے آیا ہے" یہاں اس علم سے مراد دین اسلام ہے جو کہ حق ہے اور اس بات کا علم کہ کعبہ ہی قبلہ ہے۔(تفسیر سمرقندی:101/1)

(10)﴿اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾"تب تو یقیناً آپ ضرور ظالموں میں سے ہوں گے" اس کا مطلب یہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کا حکم آ چکا اور آپ ﷺ وحی کے پابند ہونے کی وجہ سے ان کے قبلے کو اختیار نہیں کر سکتے کیونکہ اب یہ نافرمانی ہو گی اور نافرمانی ظلم ہے۔

(11)اللہ تعالیٰ نے اس بات سے ڈرایا ہے کہ کوئی شخص جانتے بوجھتے حق کی مخالفت کر کے اپنی خواہشات کی پیروی کرے کیونکہ جو شخص جانتا ہو اس پر تو نہ جاننے والے کی نسبت حجت زیادہ تمام ہوتی ہے۔(المصباح المنیر:349/1)

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے بالکل ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور واقعتاً ان میں سے

مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾

ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یقیناً حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں"(146)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا یقین تھا، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ...يَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے'' اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ علمائے اہل کتاب رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 93/1)

(2) ﴿يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾ ''وہ اسے بالکل ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں'' یہ ایک ضرب المثل ہے جو کسی بات کا یقین دلانے کے لیے کہی جاتی ہے۔ اس سے تین چیزیں مراد ہیں: (i) وہ قبلے کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (ii) وہ نبی ﷺ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (iii) وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

(3) ﴿وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ﴾ ''اور واقعتاً ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یقیناً حق کو چھپاتے ہیں'' اس سے مراد ان کے علماء اور خواص ہیں۔ (تفسیر ماوردی: 204/1)

(4) ﴿وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''حالانکہ وہ جانتے ہیں'' وہ جانتے ہیں کہ وہ حق ہے یعنی محمد ﷺ کی نبوت اور کعبے کا قبلہ ہونا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم رحمت عالم ﷺ کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہو؟ بولے: ہاں بلکہ اولاد سے بھی زیادہ۔ آسمان والے امین (جبریل) نے زمین والے امین (عیسیٰ) کو آپ کی صفتیں بتادی ہیں۔ ہم ان ہی صفات سے آپ ﷺ کو پہچانتے ہیں۔ ہمیں آپ ﷺ کے پیغمبر آخر الزماں ہونے میں ذرا سا شک بھی نہیں۔ جیسے انسان بھرے مجمع میں لاکھوں میں اپنی اولاد پہچان لیتا ہے اسی طرح اہل کتاب آپ ﷺ کو پہچانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں نبی آخر الزماں کے جو اوصاف ہیں وہ اوصاف آپ ﷺ میں پائے جاتے ہیں لیکن پھر بھی اہل کتاب اس صداقت کو چھپاتے ہیں اور آپ ﷺ کی صفات پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 94/5)

(5) اہل کتاب حق کو پہچاننے کے باوجود اسے صرف دشمنی اور تعصب کی وجہ سے چھپاتے تھے۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ اس طرح ان کی بالا دستی قائم رہے گی۔

ع 17 6 1

﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾

''آپ کے رب کی طرف سے یہی حق ہے، پس آپ شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا'' (147)

سوال 1: نبی ﷺ اور ان کی امت کو ثابت قدمی کی ترغیب کیسے دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلْحَقُّ...

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿الْمُمْتَرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اوران کی امت کوثابت قدمی کی ترغیب دیتے ہوئے واضح فرمایا ہے:

(2)﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''آپ کے رب کی طرف سے یہی حق ہے''یعنی رسول اللہ ﷺ جودین لے کرآئے ہیں وہ بالکل حق اور سچ ہے۔

(3)یہاں ﴿اَلْحَقُّ﴾ سے مراد قبلے کی حقیقت ہے۔(i)پہلا قبلہ کون سا تھا؟اس کی وضاحت رب العزت کی جانب سے ہے۔(ii)قبلے کی تبدیلی کسی انسان کی خواہش سے نہیں بلکہ رب کے حکم سے ہوئی اور رب کا حکم حق ہے۔

(4)﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ ''پس آپ شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوجانا''جو کچھ رسول لے کرآئے ہیں وہ حق ہے لہٰذا اس میں شک نہ کرنا اور حق کو حق ہی سمجھنا۔

(5)حق کے بارے میں شک میں مبتلا نہ ہوں۔(6)حق پر غور وفکر کر کے یقین کے مرتبے تک پہنچ جائیں۔

سوال 2:حق بات کو قبول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کس صفت کا شعور دلایا ہے؟

جواب:حق کو قبول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ''رب'' ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو رب تمہیں پالنے والا ہے،تمہارے لئے تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے،وہی رب حق عطا کرنے والا ہے۔اس کے دیئے ہوئے رزق کو قبول کرتے ہو،جو کچھ بھی اس کی طرف سے ہے وہ حق ہے اسے بھی قبول کرلو۔

﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا

''اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرنے والا ہے،سو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو،تم جہاں

يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

کہیں بھی ہوگے اللہ تعالیٰ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا،یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے''(148)

سوال:قبلے کی تبدیلی کے حکم کا نیکیوں میں سبقت لے جانے سے کیا تعلق ہے،اس کی وضاحت ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)قبلے کی تبدیلی سے رب العزت نے توجہ دلائی ہے کہ آپ کا اصل کام صرف قبلے کی طرف رخ کرنا نہیں ہے بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصل کام اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے نیکیاں کرنا ہے۔لہٰذا قبلے کی تبدیلی میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کی بجائے نیکیوں کے حصول میں مقابلہ کریں۔

(2)﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا﴾''اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرنے والا ہے''اس سے مراد یہ ہے کہ ہر قوم کا ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کر کے عبادت کرتی ہے۔

(3)اس سے مراد یہ بھی ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک شریعت اور ایک راستہ مقرر کیا گیا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے۔''(المائدہ:48)یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے معزز رسولوں کو مبعوث فرما کر مختلف شریعتیں عطا کی ہیں تا کہ لوگ ان کی پابندی کریں۔

(4)ابو العالیہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ یہودی بھی ایک سمت کی طرف منہ کرتے ہیں اور نصاریٰ بھی مگر اے امت محمدیہ کے لوگو! حقیقی قبلہ تو یہ ہے جس کے اختیار کرنے کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں توفیق عطا فرمائی ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:256/1)

(5)﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾''سو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو''ابو العالیہ رحمہ اللہ کا قول ہے:نیکی کے کاموں میں جلدی کرو۔(فتح القدیر:201/1)یعنی نیکیوں اور بھلائیوں کے حصول اور قبول کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔

(6)﴿الْخَيْرٰتِ﴾سے مراد تمام اعمال صالحہ ہیں۔(صفوۃ التفاسیر:92/1)

(7)نیکی کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى﴾''بلکہ نیکی اس کی ہے جو ڈرے''(البقرہ:189)اور تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر وہ کام کیے جائیں جن کا اس نے حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف رکھتے ہوئے ان کاموں سے رکا جائے جن سے اس نے منع فرمایا ہے۔یوں نیکیوں میں سبقت لے جانے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ بھاگ بھاگ کر ایسے کام کریں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف رکھتے ہوئے ان کاموں سے بچا جائے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اور اس معاملے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

(8)نماز کی ادائیگی کے لیے ہر ایک کو کسی سمت (طرف) تو رخ کرنا ہوگا مگر اصل چیز وہ سمت نہیں ہے بلکہ اصل چیز بھلائی ہے،نیکی ہے جس کے لیے نماز پڑھی جاتی ہے۔لہٰذا بھلائیوں کے حصول اور اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی فکر ہونی چاہیے۔

(9)نیکیوں اور بھلائیوں میں سبقت لے جانے کا راستہ وحی الٰہی اور سنت رسول ﷺ کو قبول کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا راستہ ہے۔

(10)نیکیوں کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں جو یقین مددگار ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ انسان نہ خود اللہ تعالیٰ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھپ کر کہیں جاسکتا ہے اور نہ اس کا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا ہے۔ وہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا﴾ ''تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا'' اس سے مراد یہ ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم سب کو جواب دہی کے لیے اکٹھا کر کے لے آئے گا۔ (فتح القدیر:1/199)

(11) اس یقین سے انسان کے ضمیر کے اندر ہلچل پیدا ہوتی ہے۔ (i) انسان اپنے پوشیدہ معاملے کے بارے میں بھی حساس ہو جاتا ہے کہ میرا ہر عمل کھل جانے والا ہے۔ (ii) انسان برائی کرتے ہوئے خوف محسوس کرنے لگتا ہے۔

(12) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے جسموں کو زمین سے نکال کر جمع کر دے گا اگرچہ وہ گل سڑ کر بکھر گئے ہوں۔ (صفوۃ التفاسیر:1/92) (13) اللہ تعالیٰ کے ارادے کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ (الاساس فی التفسیر:1/314)

(14) اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیر ہونے کا شعور اس حوالے سے دلایا ہے کہ انسان جہاں بھی ہے اللہ تعالیٰ اسے لے آئے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے باہر نہیں۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی گزارے۔

(15) انسان گل سڑ کر فنا ہو جائیں گے تب بھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے انہیں سمیٹ لے گا اور میدان حشر میں لا کھڑا کرے گا اور اعمال کا حساب کتاب لے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ ''تاکہ جنہوں نے برائیاں کیں انہیں اس کا بدلہ دے جو انہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔'' (النجم:31)

(16) اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ہر اس فضیلت کو اختیار کرنا چاہیے جس سے کوئی عمل متصف ہو سکتا ہے مثلاً اول وقت نماز ادا کرنا، روزہ، حج، عمرہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے فوری طور پر بری الذمہ ہونا، تمام سنن و آداب کو پوری طرح ادا کرنا۔ کتنی جامع اور کتنی نفع مند آیت ہے۔ (تفسیر سعدی:1/185)

(17) مومن کو کسی چھوٹے سے نیک عمل کا موقع بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص راستے پر چل رہا تھا کہ اس نے وہاں کانٹے دار ڈالی دیکھی۔ اس نے اسے اٹھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اس کی مغفرت کر دی۔'' (بخاری:2472)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۗ

''اور آپ جہاں سے بھی نکلیں تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور یقیناً آپ کے رب کی جانب سے بلاشبہ وہ حق ہے

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے ہرگز غافل نہیں ہے'' (149)

سوال 1: مسجد حرام کو قبلہ بنانے کے حکم کی وضاحت ﴿وَمِنْ حَيْثُ ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مسجد حرام کو قبلہ بنانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا: ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ﴾ ''اور آپ جہاں سے بھی نکلیں'' یعنی اپنے سفر وغیرہ میں۔

(2) ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں'' اس میں نبی ﷺ سے خطاب ہے کہ قبلے کی تبدیلی کا معاملہ صرف مدینہ تک محدود نہیں بلکہ مستقل حکم ہے۔ اب قبلہ ہر جگہ، ہر مقام پر ہر حال میں بیت اللہ ہی ہوگا لہٰذا اپنا رخ نماز میں کعبہ کی طرف کر لو۔

(3) ﴿وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور یقیناً آپ کے رب کی جانب سے بلاشبہ وہ حق ہے'' اس سے مراد قبلے کی تبدیلی کا حکم ہے کہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، اس میں ادنیٰ سے شبہ کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ یعنی یہ حکم صرف رسول اللہ ﷺ کی خواہش کی تائید کے لیے نہیں دیا گیا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

(4) ﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے ہرگز غافل نہیں ہے'' اس میں اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام کی طرف رخ پھیرنے کا حکم دے کر یہ شعور دلایا ہے کہ جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں ہے لہٰذا رخ پھیر لو۔ (5) اللہ تعالیٰ نے اپنے باخبر ہونے سے خیر کی طرف ترغیب بھی دلائی ہے اور اپنی مخالفت سے بھی ڈرایا ہے۔ (تفسیر ماوردی: 207,206/1)

سوال 2: مسجد حرام کو قبلہ مقرر کیا گیا، یہ کس چیز کی علامت تھی؟

جواب: (1) مسجد حرام کو قبلہ مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ''اسلام'' کی تکمیل کی علامت تھی۔

(2) یہ بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سب سے بڑی بھلائی یعنی اسلام کے لئے مرکز متعین ہونے کی علامت تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی دعا کے مطابق آخری نبی کے آنے کی علامت تھی۔

(4) یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آخری ہدایت کا دروازہ کھلنے کی علامت تھی۔

(5) یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنی ہدایت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی علامت تھی۔

﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا

''اور جہاں سے آپ نکلیں سو اپنا چہرہ مسجدِ حرام کی جانب پھیر لیں اور تم جہاں بھی کہیں ہو سو اپنے چہرے اُسی کی طرف

وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا

پھیر لو، تا کہ لوگوں کے پاس تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے، مگر اُن میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے،

مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾

چنانچہ تم اُن سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو، اور تا کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کر دوں اور تا کہ تم ہدایت پاؤ'' (150)

سوال 1: تیسری بار قبلے کی تبدیلی کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمِنْ حَيْثُ ... وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے تیسری بار قبلے کی تبدیلی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''اور جہاں سے آپ نکلیں سو اپنا چہرہ مسجدِ حرام کی جانب پھیر لیں'' اس سے مراد ہے کہ اپنے سفروں میں خواہ قریب کے مقام پر ہوں یا دور کے مقام پر نماز میں بیت اللہ کی طرف ہی رخ کرو گے۔ (تفسیر مراغی: 202/1)

(2) ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ ''اور تم جہاں کہیں بھی ہو سو اپنے چہرے اُسی کی طرف پھیر لو'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم سب کے لیے ہے اور ہر مقام کے لیے ہے۔

سوال 2: قبلے کی تبدیلی کا حکم تین دفعہ آیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: پہلے حکم ﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ﴾ میں آپ ﷺ کی دعا اور دعا کی قبولیت کا بیان ہے اور تنسیخ قبلہ کا حکم ہے۔ دوسرے حکم ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ﴾ میں بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی چاہت ہماری چاہت کے خلاف نہیں تھی اور حقیقی قبلہ بھی یہی تھا جس کی آپ ﷺ کو چاہت تھی۔ تیسرے حکم میں یہودیوں کے اعتراض کا جواب ہے کہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کو بیت المقدس سے قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 95/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: بیت اللہ کو قبلہ مقرر کیے جانے کی حکمت ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ ... تَهْتَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) بیت اللہ کو قبلہ مقرر کیے جانے کی حکمت واضح کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا: ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ﴾ ''تا کہ لوگوں کے پاس تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے'' یہاں لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں کہ وہ یہ نہ کہیں کہ ہماری کتابوں میں تو اس امت کا قبلہ بیت اللہ ہے اور یہ نماز بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھتے ہیں۔ اگر یہ صفت پوری نہ ہوتی تو یہود مسلمانوں سے یہ کہہ سکتے تھے کہ تم وہ امت نہیں ہو۔

(2) ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ ''مگر ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے'' میں ظالموں سے مراد مشرکین عرب ہیں۔

(3) مشرک ظالمانہ طور پر اعتراض کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ کہتے تھے کہ یہ شخص اپنے آپ کو دین ابراہیم پر بتلاتا ہے لہٰذا اگر ان کا بیت المقدس کی طرف منہ کرنا دین ابراہیم کے مطابق تھا تو اب اس سے انہوں نے کیوں رجوع کر لیا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے پہلے آپ کے لیے اس بات کو پسند فرمایا کہ آپ بیت المقدس کی طرف منہ کریں کیونکہ اس میں حکمت تھی اور آپ نے اپنے رب کے حکم کی اطاعت کی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبلہء ابراہیم کی طرف منہ کرنے کا حکم دے دیا اور اس سے مراد کعبہ ہے تو آپ اس حکم الٰہی کی اطاعت بھی بجا لائے کیونکہ آپ تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار تھے اور لمحہ بھر کے لئے بھی حکم الٰہی سے باہر قدم نہیں رکھتے اور امت بھی اس سلسلے میں آپ کی تابع ہے۔

(المصباح المنیر: 354/1)

(4) ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ﴾ ''چنانچہ تم اُن سے مت ڈرو'' اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکوں کی پرواہ نہ کرو جنہوں نے کہا تھا کہ مسلمانوں نے ہمارا قبلہ اختیار کر لیا ہے تو ہمارا دین بھی اختیار کر لیں گے۔

(5) ﴿وَاخْشَوْنِيْ﴾ ''اور مجھ ہی سے ڈرو'' یعنی آپ میرے سوا کسی کی پرواہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ہی یہ شان ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کے سوا کسی کی پرواہ نہ کی جائے۔

(6) ﴿وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور تا کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کر دوں'' یعنی تبدیلی قبلہ کا یہ حکم اس لیے بھی ہے کہ میں تمہیں اپنی تمام نعمتیں بخشوں اور تمہارے لیے یہ شریعت ہر اعتبار سے مکمل ہو جائے۔ (المصباح المنیر: 353/1) اس سے یہ یقین ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا دین ہر پہلو سے مکمل کرنا چاہتے ہیں۔

(7) حدیث میں ہے ''تمام النعمة دخول الجنة'' نعمتوں کا اتمام جنت میں داخلہ ہے۔ (ترمذی: 3527)

(8) نعمت سے مراد ''امامت اور پیشوائی'' کی نعمت ہے جو بنی اسرائیل سے لے کر امت مسلمہ کو دی گئی تھی تا کہ اب ساری انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے راستے اور نیکی کے راستے پر چلانے کی خدمت اس امت کے سپرد کی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور تا کہ تم ہدایت پاؤ'' تحویل قبلہ کے حکم کا مقصد یہ بھی تھا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

(10) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی جس سے سابقہ امتیں بھٹک گئی تھیں، ہم نے تمہیں اس کی ہدایت عطا فرمائی اور جس قبلے کو سابقہ ملتیں اختیار نہ کر سکیں، وہ ہم نے تمہارے لیے مخصوص کر دیا، یہی وجہ ہے کہ یہ امت سب سے اشرف و افضل امت ہے۔ (المصباح المنیر: 353/1)

(11) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو ہی ہدایت کا راستہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے ہدایت کے اسباب آسان فرما دیئے ہیں اور ہدایت کے راستوں پر چلنے کے بارے میں آگاہ فرما دیا گیا اور ان کے لیے اس ہدایت کو پوری طرح واضح کر دیا۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل عناد کو حق کی مخالفت پر مقرر کر دیتا ہے، چنانچہ وہ حق کے بارے میں جھگڑتے ہیں، جس سے حق واضح، حق کی نشانیاں اور علامتیں ظاہر ہو جاتی ہیں اور باطل کا بطلان ثابت ہو جاتا ہے اور یہ چیز واضح ہو جاتی ہے کہ باطل کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر باطل حق کے مقابلے میں کھڑا نہ ہو تو بسا اوقات اکثر مخلوق پر باطل کا حال واضح نہ ہو۔ اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ اگر رات نہ ہوتی تو دن کی فضیلت کا اعتراف نہ ہوتا۔ اگر قبیح اور بدصورت نہ ہو تو خوب صورت کی فضیلت معلوم نہیں ہو سکتی، اگر اندھیرا نہ ہو تو روشنی کے فوائد کو نہیں پہچانا جا سکتا، اگر باطل نہ ہو تو حق واضح طور پر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے۔ (تفسیر سعدی: 188/1)

سوال 4: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ﴾ ''چنانچہ تم اُن سے مت ڈرو'' انسانوں کا ڈر انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: (1) انسانوں کے ڈر کی وجہ سے انسان بے چینی، اضطراب، پریشانی اور خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(2) انسان بھلائی کے بڑے کاموں سے رکتا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق درست نہیں رہتا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاخْشَوْنِي﴾ ''اور مجھ ہی سے ڈرو'' اللہ تعالیٰ کا خوف انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے انسان برائیوں سے رکتا ہے اور سکون پاتا ہے۔

(2) خوف الٰہی ہر قسم کی مصیبت سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(3) خوف الٰہی قیامت کے دن کی ہولناکی اور جہنم کی آگ سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(4) خوف الٰہی سے اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی رحمت، مغفرت اور جنت حاصل ہوتی ہے۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنا کس چیز کی ضمانت ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنا اس بات کی ضمانت ہے کہ انسان کو ہر دوسرے خوف سے بے نیاز کر دیا جائے گا۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ کا خوف کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: (1) موت کے معاملات اور آخرت کے حالات پر مذاکرہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی کائنات میں غور وفکر کر کے اپنی حیثیت اور موت کو یاد کرنے سے اس کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

(3) قرآن مجید میں غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ کی عظمت کی یاد دہانی سے اس کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

(5) حدیث رسول ﷺ اور سیرت حبیب ﷺ میں غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

(6) گناہوں کو یاد کر کے توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

(7) برے انجام کے اندیشے سے خوف الٰہی پیدا ہوتا ہے۔

(8) خوف الٰہی رکھنے والوں کی سیرت کے مطالعے سے خوف الٰہی پیدا ہوتا ہے۔

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ

''جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾

اور وہ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے'' (151)

سوال: رسول اللہ ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے، کیسے، اس کی وضاحت ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ﴾ ''جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ کعبہ کو قبلہ بنا کر جو احسان تم پر کیا ہے یہ کوئی پہلی نعمت نہیں۔ ہم نے تمہیں بڑی بڑی نعمتیں دیں اور ان میں سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تمہارے لیے عزت وشرف کا باعث ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ کی بعثت مومنوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان جیسے ہی انسان تھے، وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی روشن آیات کی تلاوت کرتے تھے،ان کا تزکیہ کرتے تھے،انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے تھے،انہیں وہ باتیں سکھاتے تھے جو وہ نہیں جانتے تھے۔رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی برکت سے جاہل اور نادان عرب اولیاء،علماء اور علوم ومعارف کے سمندر بن گئے۔

(3)﴿رَسُوْلًا مِّنْكُمْ﴾''تم ہی میں سے ایک رسول''یہاں رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

(4)﴿يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا﴾''جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے''اس میں آیات سے مراد قرآن مجید ہے۔(تفسیر ماوردی:208/1)

(5)آیات کی تلاوت سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کو آپ پر پڑھتے ہیں۔(الاساس فی التفسیر:320/1)

(6)﴿وَيُزَكِّيْكُمْ﴾''اور تمہیں پاک کرتا ہے''اس سے مراد ہے کہ وہ تمہیں شرک سے،گناہوں سے،برے اخلاق اور جاہلیت کی رسموں سے پاک کرتا ہے۔مثلاً شرک سے توحید کی طرف،ریاکاری سے اخلاص کی طرف،جھوٹ سے صدق کی طرف،خیانت سے امانت کی طرف،تکبر سے تواضع کی طرف،بغض،قطع رحمی اور قطع تعلقی سے ایک دوسرے سے محبت،مودت اور صلہ رحمی کی طرف تمہارا تزکیہ کرتا ہے۔اس کے علاوہ تزکیہ کی دیگر انواع سے تمہیں پاک کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:189/1)

(7)وہ تمہیں اطاعت کے ایسے کاموں پر آمادہ کرتا ہے اور ان امور کی نشوونما کرتا ہے جس کی وجہ سے آپ اللہ تعالیٰ کے یہاں ازکیاء میں شمار ہوسکیں۔(8)تزکیہ کی ابتداء اور انتہاء توحید ہے تو وہ تمہیں توحید سکھاتا ہے۔

(9)﴿وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾''اور وہ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے''اور اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔(i)کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔(ii)حکمت سے مراد سنت رسول ﷺ ہے۔(تفسیر امام شافعی:241/1)

(10)وہ آپ کو حکمت کی تعلیم دیتا ہے یعنی زندگی کے ہر طرح کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پانے کے لیے جو کچھ محمد ﷺ نے کیا وہ سب سنت ہے اور ہمارے لیے اس کی پیروی لازم ہے۔

(11)﴿وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾''اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے''اس سے مراد ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو،غیب کی خبروں کو،انبیاء کے حالات وواقعات کو،دین کے احکامات اور دنیا کے معاملات کو نہیں جانتے تھے۔آپ ﷺ نے ان کے بارے میں تعلیم دی۔بعثت محمدی ﷺ سے پہلے اہل عرب گمراہی میں مبتلا تھے۔

(12)اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾''بلاشبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب اُن ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو اُنہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔" (آل عمران:164)

﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾

"لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرو" (152)

سوال 1: ذکر اور شکر کے حکم کی وضاحت ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ ... تَكْفُرُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا کہ وہ اس عظیم الشان نعمت (یعنی رسول اللہ ﷺ کی بعثت) کا اعتراف کریں اور اس کے صلے میں ذکر وشکر کو اختیار کریں۔ (المصباح المنیر: 355/1)

(2) ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ﴾ "لہٰذا تم مجھے یاد رکھو" ذکر سے مراد ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے یعنی اس کی حمد، تسبیح، تہلیل اور تکبیر بلند کرو۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ﴾ "تم مجھے یاد رکھو" کا حکم دیا ہے اور اس پر ایسے اجر کا وعدہ کیا ہے جس کا انسان تصور نہیں کر سکتا جو بہترین اجر ہے اور وہ یہ ہے کہ ﴿اَذْكُرْكُمْ﴾ "میں تمہیں یاد رکھوں گا" جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ذکر فرماتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، جب وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر (فرشتوں کی) مجلس میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب آتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب آتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آ جاتا ہوں۔" (بخاری:7405)

(4) امام حسن بصری رحمہ اللہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تم اس کو یاد کرو جو میں نے تم پر فرض کیا ہے، میں اسے یاد کروں گا جو میں نے اپنے اوپر فرض قرار دے رکھا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 261/1)

(5) رسول اللہ ﷺ فرمایا: "جب کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے تو فرشتے انہیں گھیرے میں لے لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانک لیتی ہے، ان پر سکون واطمینان نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنے پاس رہنے والوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان یاد کرتا ہے۔'' (مسلم:6855)

(6) اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا ہی کسی انسان کو اس کا مستحق بناتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یاد رکھے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے بھلا دیا، سمجھو کہ وہ ڈوب گیا، زمین پر اس کا نہ اچھا ذکر رہے گا اور نہ آسمانوں میں اس کا کوئی خیر خواہ ہوگا۔

(7) ذکر الٰہی صرف تسبیح وتہلیل اور تکبیر وتحمید میں منحصر نہیں ہے بلکہ ہر وہ عمل جو قرآن وسنت کے مطابق ہو اور جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو وہ ذکر الٰہی ہے۔ (تیسیر الرحمن:84/1)

(8) ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اسلام کی باتیں تو بہت ہیں آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جس میں لگا رہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں تر رہے۔'' (ترمذی:3375)

(9) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ جیسی ہے۔'' (بخاری:6407)

(10) یہاں ذکر کی ہدایت، تحویل قبلہ کے موقع کی مناسبت سے دی گئی ہے۔ اس لیے کہ ذکر الٰہی سے ایک مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

(11) ذکر کے بہت سے فوائد ہیں: (i) جو اللہ تعالیٰ کا زبان سے اس طرح ذکر کرتا ہے کہ اس کا دل بھی موافقت کرتا ہے تو ایسے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت نصیب ہوتی ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو اس کا ثواب نصیب ہوتا ہے۔

(iii) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ یاد رکھتے ہیں۔ (iv) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو دل کا اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

(v) ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق چلتا ہے۔ (vi) ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

(vii) ذکر الٰہی کرنے والے کی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے۔ (viii) ذکر الٰہی کرنے والا دنیا کی محبت سے نکل آتا ہے۔

(ix) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو ہی شکر کرنا نصیب ہوتا ہے کیونکہ ذکر شکر کی بنیاد ہے۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے تو ناشکری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(12) رب العزت نے شکر کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ ''اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرو'' یعنی میں نے جو نعمتیں تمہیں عطا کی ہیں، تم سے جو غم، تکالیف اور مصیبتیں دور کی ہیں اس پر میرا شکر ادا کرو۔ شکر دل کی عبادت ہے، جو تب ادا ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور زبان سے ان کا اقرار کرے اور اعضاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اس کی اطاعت کرے اور اس نے جن کاموں سے روکا ہے ان سے رک جائے اور ان نعمتوں کا اعتراف نہ کرنا ناشکری ہے۔

(13) شکر کے بہت سے فوائد ہیں: (i) شکر سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

(ii) شکر سے ہدایت اور استقامت نصیب ہوتی ہے۔ (iii) شکر سے خیر و برکت نصیب ہوتی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ ''اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے۔'' (ابراہیم:7)

(14) ناشکری کے نقصانات یہ ہیں: (i) ناشکری سے انسان حق شناس نہیں رہتا۔ (ii) ناشکری سے انسان کے اندر تکبر پروان چڑھتا ہے۔ (iii) ناشکری سے انسان ظالم بن جاتا ہے۔ (iv) ناشکری سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

سوال 2: انسان اللہ تعالیٰ کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے؟

جواب: (1) انسان اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکتا ہے۔ اس بات پر یقین کرتے ہوئے کہ جو نعمتیں ملی ہیں رب العزت کی چاہت سے ملی ہیں، یہ اعتراف نعمت ہے۔ (2) انسان اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکتا ہے، زبان دل کی ترجمان ہے۔ آپ ﷺ اپنے ہر کام کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔ نیند پوری کرنے کے بعد، کھانا کھانے کے بعد اور ہر کام کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے تھے۔

(3) انسان اعضاء و جوارح سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکتا ہے۔ اس میں سجدہ شکر، نماز اور اطاعت کے دیگر کام شامل ہیں۔ نبی ﷺ کی دعا ہے: ﴿اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ﴾ ''اے اللہ! اپنی یاد، اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔'' (حاکم:1/499)

(4) سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اتنا لمبا قیام فرماتے یا اتنی لمبی نماز پڑھتے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک یا پنڈلیاں سوج جاتیں۔ جب ان سے اس بارے میں کہا جاتا تو فرماتے: ﴿اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾ ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں!'' (بخاری:1130)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' (153)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: صبر اور نماز سے مدد مانگنے کے حکم کی وضاحت ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ... الصّٰبِرِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیت میں شکر کا حکم دینے کے بعد اس آیت میں صبر اور نماز سے مدد مانگنے کا حکم دیا ہے کیونکہ بندہ یا تو حالت نعمت میں ہوتا ہے اور شکر ادا کرتا ہے یا حالت آزمائش میں ہوتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ فرمایا:

(2) ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے ایمان والو!'' اے وہ لوگو جنہوں نے اپنے رب کو، اس کے وعدوں کو سچا مانا ہے۔

(3) ﴿اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ﴾ ''صبر کے ساتھ مدد طلب کرو'' اس پر جس کا آپ سے مطالبہ کیا گیا، یعنی ثبات، ذکر اور شکر پر اور کفر اور نسیان کے چھوڑنے پر صبر کے ساتھ مدد مانگو۔

(4) یہاں استعانت سے مراد دین پر قائم رہنے کے لیے مدد اور قوت مانگنا ہے یہ قوت صبر اور نماز سے ملتی ہے۔

(5) ﴿بِالصَّبْرِ﴾ ''صبر کے ساتھ'' (i) نفس کو مرغوب چیزوں سے روکنے کی مشقت برداشت کرنا اور خواہشات میں گرفتار ہونے سے نفس کو بچائے رکھنا صبر ہے۔ (ii) نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر گامزن رکھنا صبر ہے۔ (iii) نفس کو اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے روکے رکھنا صبر ہے۔ (iv) مصائب کو برداشت کرنا اور جزع فزع سے رکے رہنا صبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر پر صبر کرنا اور اس پر ناراضی کا اظہار نہ کرنا صبر ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس مومن بندے کی محبوب چیز میں نے دنیا سے اٹھالی (جیسے بیٹا، بھائی وغیرہ) اور اس نے اس پر صبر کیا تو اس کی جزا میرے یہاں جنت کے سوا اور کچھ نہیں (یعنی اس کو جنت ملے گی)۔ (بخاری: 6424)

(6) ﴿وَالصَّلٰوةِ﴾ ''اور نماز کے ساتھ'' اللہ تعالیٰ نے نماز سے مدد لینے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ دین کا ستون اور رب سے رابطے کا ذریعہ ہے۔ (7) وہ نماز مومن کی مددگار ہوتی ہے جو کامل ہو جس میں ارکان، آداب، شرائط اور سنتیں جمع ہوں۔ جس میں دل کی حاضری ہو۔ اس طرح جب مومن نماز میں داخل ہوتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوا ہے۔ وہ باادب اپنے مالک کے حضور کھڑا ہوتا ہے پھر جو کچھ کہتا اور کرتا ہے اس کو اپنے شعور میں حاضر رکھتا ہے اور رب سے دعائیں مانگتا ہے تو یقیناً ایسی نماز تمام امور میں مددگار ہوتی ہے کیونکہ وہ برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ اس دل کی حاضری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب ہوتا ہے۔ اسی نماز سے مدد لینے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

(8) مومن کی زندگی میں سب سے بڑی قوت اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ نماز ہے۔ لہٰذا نماز قوت کا سرچشمہ اور خزانوں کی چابی ہے۔ (i) نماز اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہے۔ یہ ایک تنہا انسان کی سارے جہانوں کے خالق اور مالک سے ملاقات ہے۔ (ii) نماز تھکے ہوئے انسان کے لیے ایک خوش گوار احساس ہے۔ (iii) نماز وہ عبادت ہے جس سے انسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکون پاتا ہے۔(iv)باجماعت نماز سے باہمی رابطے مضبوط ہوجاتے ہیں اور کام آسان ہوجاتا ہے۔

(v)نماز انسان کو ریچارج کرتی ہے اسی لیے وہ قوت کا سرچشمہ ہے۔

(vi)نماز ام العبادات ہے، مومن کی معراج اور رب العالمین سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نماز سے مدد لینے کا حکم دیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ﴾ ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔'' (نسائی:3392)

(9)اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ ایمان والے صبر اور نماز سے مدد لیں کیونکہ مشکلات میں کامیابی کا ذریعہ صبر اور نماز ہی ہے۔

(10)رسول اللہ ﷺ جب کسی کام کی وجہ سے غم میں مبتلا ہوتے تو نماز شروع فرما دیتے تھے۔ (ابوداؤد:1319)

(11)شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب السیاسۃ الشرعیۃ میں لکھتے ہیں کہ حاکم کے لیے بالخصوص اور رعایا کے لیے بالعموم تین چیزیں عظیم مددگار ثابت ہوتی ہیں۔(i) اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور دعا اور غیر دعا کے ذریعے اس پر توکل اور دل وجان سے نماز کی حفاظت و پابندی جو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کی اصل ہے۔

(ii)مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ (iii)تکلیف، مصیبت اور حادثات زمانہ کے وقت صبر کرنا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ صبر اور نماز کو جمع کر دیتا ہے جیسا کہ اس کا فرمان ہے: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ (۱۱۴) وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (۱۱۵)﴾ ''اور آپ نماز قائم کریں دن کے دونوں اطراف میں اور رات کی چند گھڑیوں میں، بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔اور آپ صبر کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' (ہود:115,114) ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى﴾ ''چنانچہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں آپ ان پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کے اوقات میں بھی پس تسبیح کریں اور دن کے کناروں پر بھی تاکہ آپ راضی ہوجائیں۔'' (طٰہٰ:130)(تفسیر قاسمی:317/2)

(12)﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا ہے اور خوشخبری دی ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق سے صبر کو اپنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وصف بنایا ہے۔

(13) اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھ ایسے دیتا ہے کہ دنیا میں صبر کرنے والوں کی مدد کرتا ہے، جو اس راستے پر چلنا چاہتا ہے اسے چلنے کی توفیق دیتا ہے اور صبر کی وجہ سے معاملات میں آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔

(14) اللہ تعالیٰ آخرت میں صبر کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔

سوال 2: حق کی راہ میں مشکلات و مصائب کا بڑا سبب کیا ہے؟

جواب: حق کی راہ میں مشکلات کا سبب بندہ مومن کا تبلیغی کردار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ایک طرف نصیحت کا کام ہے اور دوسری طرف تنقید کا۔ ایسے انسان کی عزت، جان اور مال سب کچھ خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مومن لوگوں سے مل کر رہتا ہے اور ان کی ایذا پر صبر کرتا ہے، اس کو اس مومن کی نسبت زیادہ ثواب ملتا ہے جو نہ لوگوں سے ملتا ہے اور نہ ان کی ایذا پر صبر کرتا ہے۔'' (ابن ماجہ: 4032)

سوال 3: مشکلات میں کون حق پر جما رہتا ہے؟

جواب: (1) مشکلات اور مصائب میں ایمان والوں کو ستایا جاتا ہے۔ یہ موقع واضح کر دیتا ہے کون حق پر جما رہنے والا ہے اور کون پھسل جانے والا۔ اس مرحلے پر جو ثابت قدم رہتا ہے وہ حق پر ہے۔

(2) حق پر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت کچھ کھو دے۔ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ کھو دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس آخرت میں بہت کچھ پا لیتا ہے۔

(3) حق پر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان دے دے۔ دنیا میں جان دینے والا ہمیشہ کی زندگی پا لیتا ہے۔

(4) حق پر وہ ہے جو دنیا کی جنت سے محروم ہوا۔ آخرت کی جنت اسی کے لیے ہے۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں تم اُنہیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے'' (154)

سوال 1: شہداء کی برزخی زندگی کے بارے میں وضاحت ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ... تَشْعُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت شہداء کے بارے میں وضاحت فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جائیں تم اُنہیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں'' شہداء اپنے برزخ میں زندہ ہیں، انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)رب العزت نے شہید کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (۱۶۹) فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۷۰)﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں تم مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے اس پر وہ بہت خوش ہیں اور جو ان کے پیچھے سے ان کے ساتھ نہیں ملے وہ ان پر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔'' (آل عمران:170,169) کیا اس سے بڑی خوشی کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ کوئی غم نہ ہو، ہر قسم کا بدنی اور روحانی رزق میسر ہو۔

(3)غزوہ بدر میں 14 مسلمان شہید ہوئے تھے۔ ان کے وارث حسب طبیعت انسانی ان کا رنج رکھتے تھے اور ان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے کہ 'فلاں شخص مر گیا' 'فلاں قتل ہوا' ان کو ملال ہوتا تھا۔ ادھر کفار نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ یہ لوگ ناحق ایک شخص (محمد ﷺ) کے پیچھے جان دیتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کے شہداء کو مردہ کہنے سے، جو ان کے حق میں باعث رنجیدگی ہو، روکنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

(4)اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے حالات میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ایک صورت اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہے جو نفس پر گراں گزرتا ہے اور اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس کا نتیجہ موت ہے جب کہ سب لوگ زندگی سے محبت کرتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے لوگ محبت رکھتے ہیں اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی ضد کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ موت کو دور تو نہیں کیا جا سکتا لیکن ناپسندیدگی رکھنی ممکن ہے۔

(5)انسان اپنی من پسند چیز اس وقت چھوڑتا ہے جب اس سے زیادہ محبوب چیز حاصل ہونے کی امید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بشارت دی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جنگ کرتا ہے تا کہ اس کا دین غالب ہو اور اس کے سوا اس کا کوئی اور مقصد نہ ہو تو وہ اپنی محبوب زندگی کو کھو نہیں دیتا بلکہ اسے اس زندگی سے زیادہ کامل زندگی مل جاتی ہے۔

(6)شہید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے اور کوئی دوسرا مقصد اس کی نظر میں نہ ہو۔ صرف دین کی راہ میں، صرف سچائی کے لیے لڑ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والا شہید ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک شخص غنیمت کے لئے جنگ کرتا ہے، ایک شخص اپنی شہرت کے لیے لڑتا ہے اور ایک شخص اس لیے لڑتا ہے کہ بہادری میں اس کا مقام اور مرتبہ مشہور ہو جائے۔ سو ان میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اس لیے جنگ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بلند ہو وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔'' (صحیح بخاری:2810)

(7) ﴿وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ ''لیکن تم شعور نہیں رکھتے'' اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اس بات کا شعور نہیں رکھتے کہ وہ کس عزت کے مقام پر اور کن نعمتوں میں ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہیں اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں چرتی رہتی ہیں پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں جا کر بسیرا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جھانک کر دیکھا اور پوچھا کہ اب تم کیا چاہتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اے اللہ! تو نے ہمیں وہ وہ دے رکھا ہے جو کسی کو نہیں دیا پھر ہمیں کس چیز کی ضرورت ہوگی؟ ان سے پھر یہی سوال ہوا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب ہمیں کوئی جواب دینا ہی ہوگا تو کہا اللہ تعالیٰ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیں۔ ہم تیری راہ میں پھر جنگ کریں پھر شہید ہو کر تیرے پاس آئیں اور شہادت کا دوگنا درجہ پائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ نہیں ہو سکتا یہ تو میں لکھ چکا ہوں کہ کوئی بھی مرنے کے بعد دنیا کی طرف پلٹ کر نہیں جائے گا۔'' (مسلم:1887)

(8) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے رات میں دو آدمی دیکھے جو میرے پاس آئے پھر وہ مجھے لے کر ایک درخت پر چڑھے اور اس کے بعد مجھے ایک ایسے مکان میں لے گئے جو نہایت خوبصورت اور بڑا پاکیزہ تھا، ایسا خوب صورت مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ گھر شہیدوں کا ہے۔'' (بخاری:2791)

(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرے خواہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے، اس کی یہ تمنا ہوگی کہ دنیا میں دوبارہ واپس جا کر دس مرتبہ اور (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) قتل ہو کیونکہ وہ شہادت کی عزت وہاں دیکھتا ہے۔'' (صحیح بخاری:2817)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے نکل جاؤں اور مجھے اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے بھی نہ رکتا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں غزوہ کے لیے جا رہا ہوتا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔'' (صحیح بخاری:2797)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن عمرو بن حرام غزوہ احد کے دن قتل کر دیئے گئے تو رسول اللہ ﷺ مجھ سے ملے اور فرمایا: ''جابر! کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد سے کیا کہا ہے؟'' (اور یحییٰ بن حبیب راوی نے اپنی حدیث میں کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جابر! میں تمہیں کیوں شکستہ دل دیکھتا ہوں؟'')، جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اللہ کے رسول! میرے والد اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے، اور اہل وعیال اور قرض چھوڑ گئے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں اس چیز کی بشارت نہ دوں جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد سے ملاقات کے وقت کہا؟''، جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں ضرور بتایئے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی سے بغیر حجاب کے کلام نہیں کیا، لیکن تمہارے والد سے بغیر حجاب کے کلام کیا، اور فرمایا: میرے بندے! مجھ سے آرزو کر میں تجھے عطا کروں گا، اس پر انہوں نے کہا: میرے رب! میری آرزو یہ ہے کہ تو مجھے زندہ کر دے اور میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: یہ بات تو پہلے ہی ہماری جانب سے لکھی جا چکی ہے کہ لوگ دنیا میں دوبارہ واپس نہیں لوٹائے جائیں گے۔ انہوں نے کہا: میرے رب! ان لوگوں کو جو دنیا میں ہیں میرے احوال کی خبر دیدے، انہوں نے کہا: اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے تم ان کو مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔'' (سورۃ آل عمران:169) (ابن ماجہ:190)

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ

''اور یقیناً ہم تمہیں خوف اور بھوک سے، مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان میں سے کسی نہ کسی چیز سے ضرور آزمائیں گے

وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾

اور صبر کرنے والوں کو آپ خوشخبری دے دیں'' (155)

سوال 1: مومنوں کو کیسے آزمایا جاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ ... الصّٰبِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مومنوں کو ان کے ایمان کے مطابق خوف سے، بھوک سے اور مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان سے آزمایا جاتا ہے۔ پھر صبر کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے اور بے صبروں کو عذاب ملتا ہے۔

(2) اللہ رب العزت نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ضرور آزماتا ہے تاکہ سچے اور جھوٹے، صابر اور بے صبرے کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔ اپنے بندوں کے معاملے میں یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ (تفسیر سعدی:194/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)اگر مومنوں کو آزمائش نہ آئے ہمیشہ خوش حالی ملے تو فساد واقع ہو جائے۔

(4) آزمائش سے اہل ایمان کا ایمان ضائع نہیں ہوتا، نہ ہی آزمائش دین سے ہٹاتی ہے۔آزمائش کا مقصد پاک صاف کرنا ہوتا ہے۔

(5)﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ﴾''اور یقیناً ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے''عطاء، ربیع اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس خطاب سے رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کے بعد کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔(احکام القرآن للجصاص:114/1)

(6)﴿بِشَيْءٍ﴾''کسی نہ کسی چیز سے''اللہ تعالیٰ انسان کو جن طریقوں سے آزماتا ہے ان میں خوف، بھوک، مالی نقصانات، جانی نقصانات، پھلوں اور رزق کے نقصانات وغیرہ شامل ہیں۔

(7)﴿مِّنَ الْخَوْفِ﴾''خوف سے''امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: خوف سے مراد دشمنوں کا خوف ہے۔(تفسیر امام شافعی:242/1) خوف سے مراد وہ ہنگامی صورت حال ہے جو جنگ احزاب سے پہلے ہر وقت مدینہ کی آزاد چھوٹی سی ریاست کے گرد منڈلاتی رہتی تھی۔ایک دفعہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''کاش آج رات میرا کوئی پہرہ دے تاکہ میں سو سکوں۔''یہ سن کر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلح ہو کر آ گئے اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں پہرہ دیتا ہوں آپ ﷺ سو جائیں۔چنانچہ آپ ﷺ نے اس طرح آرام فرمایا۔(بخاری کتاب الجہاد)ایک رات اہل مدینہ ایک خوف ناک آواز سن کر گھبرا گئے پھر وہ اس آواز کی طرف روانہ ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ادھر سے واپس آ رہے ہیں۔آپ ﷺ ان سے پہلے ہی اس آواز کی جانب روانہ ہو گئے تھے اور خبر معلوم کر کے آ رہے تھے۔آپ ﷺ نے لوگوں سے کہا:''ڈرو نہیں، ڈرو نہیں۔''(صحیح بخاری:2908)

(8)﴿وَالْجُوْعِ﴾''اور بھوک سے'' بھوک کی آزمائش سے مراد قحط، خوراک کی کمی اور رمضان کے مہینے کی بھوک بھی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آل پر آپ ﷺ کی وفات تک ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ انہوں نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو۔(بخاری کتاب الاطعمہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے بھانجے! ہم پر ایسا وقت گزر چکا ہے کہ ہم ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا چاند پھر تیسرا چاند یعنی دو دو مہینے آپ کے گھر آگ نہیں جلتی تھی۔عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خالہ پھر تمہاری گزر کس چیز پر ہوتی تھی؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہی دو کالی چیزوں پر یعنی کھجور اور پانی پر۔اتنا ضرور تھا کہ چند انصاری لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمسائے تھے جن کے پاس بکریاں تھیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے بکریوں کا دودھ تحفہ کے طور پر بھیجا کرتے تھے جس سے وہ ہم کو بھی پلاتے۔(صحیح بخاری:2567)

(9)﴿وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ﴾''اور مالوں کے نقصان سے''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مالی نقصان سے مراد مال کا چلے جانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔مالی نقصان چوری،ڈاکے،حکومت کے مال غصب کر لینے،مال کے ہلاک ہونے اور دیوالیہ نکل جانے سے ہوتا ہے۔
(زادالمسیر:146/1)

(10)﴿وَالْاَنْفُسِ﴾"اور جانوں کے (نقصان سے)"جانی نقصانات سے مراد قتل،موت اور امراض وغیرہ ہیں۔جانی نقصانات امراض کے پھیلنے سے،قتل و غارت گری سے،خانہ جنگیوں سے اور جہاد میں شہادتوں سے ہوتا ہے۔

(11)﴿وَالثَّمَرٰتِ﴾"اور پھلوں کے"پھلوں کے نقصانات سے مراد فصلوں اور پھلوں کا نقصان ہے۔اس سے مراد اولاد کا وفات پانا بھی ہے کیونکہ اولاد قلب کا پھل ہے۔(فتح القدیر:202/1)چنانچہ جب آپ ﷺ کا نواسہ (زینب رضی اللہ عنہا کا بیٹا) فوت ہو گیا تو آپ ﷺ نے اپنی بیٹی سے فرمایا:"یوں کہو:جو اس نے لیا وہ اسی (اللہ تعالیٰ) ہی کا تھا اور جو دے رکھا ہے وہ بھی اس کا ہے،اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے لہٰذا تمہیں چاہئے کہ صبر کرو اور اس سے ثواب کی امید رکھو۔"(بخاری کتاب المرضیٰ) پھلوں کا نقصان ناگہانی آفتوں کے آنے سے،خانہ جنگیوں سے،کیڑوں کے حملہ آور ہونے سے اور ٹڈی دل سے ہوتا ہے۔پھلوں کے نقصان سے مراد رزق کا نقصان اور رزق سے برکت کا اٹھ جانا ہے۔

(12)ابوحازم سے روایت ہے کہ ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے (بیان کیا کہ فاقہ کی وجہ سے) میں سخت مشقت میں مبتلا تھا، پھر میری ملاقات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ان سے میں نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنے کے لیے کہا۔انہوں نے مجھے وہ آیت پڑھ کر سنائی اور پھر اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔اس کے بعد میں بہت دور تک چلتا رہا۔آخر مشقت اور بھوک کی وجہ سے میں منہ کے بل گر پڑا۔اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے سر کے پاس کھڑے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"اے ابوہریرہ!"میں نے کہا:حاضر ہوں،یا رسول اللہ!تیار ہوں۔پھر نبی کریم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کیا۔آپ سمجھ گئے کہ میں کس تکلیف میں مبتلا ہوں۔پھر آپ مجھے اپنے گھر لے گئے اور میرے لیے دودھ کا ایک بڑا پیالہ منگوایا۔میں نے اس میں سے دودھ پیا۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"دوبارہ پیو (ابوہریرہ!)"میں نے دوبارہ پیا۔"نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"اور پیو۔"میں نے اور پیا۔یہاں تک کہ میرا پیٹ بھی پیالہ کی طرح بھرپور ہو گیا۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے اپنا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اے عمر!اللہ تعالیٰ نے اسے اس ذات کے ذریعہ پورا کرا دیا،جو آپ سے زیادہ مستحق تھی۔اللہ کی قسم!میں نے تم سے آیت پوچھی تھی حالانکہ میں اسے تم سے بھی زیادہ بہتر طریقہ پر پڑھ سکتا تھا۔عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:اللہ کی قسم!اگر میں نے تم کو اپنے گھر میں داخل کر لیا ہوتا اور تم کو کھانا کھلا دیتا تو لال لال (عمدہ) اونٹ ملنے سے بھی زیادہ مجھ کو خوشی ہوتی۔(بخاری:5375)

(13)سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں سب سے پہلا عرب ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیر چلائے۔ہم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حال میں وقت گزارا ہے کہ جہاد کر رہے ہیں اور ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز حبلہ کے پتوں اور اس ببول کے سوا کھانے کے لیے نہیں تھی اور بکری کی مینگنیوں کی طرح ہم پاخانہ کیا کرتے تھے۔ اب یہ بنو اسد کے لوگ مجھ کو اسلام سکھلا کر درست کرنا چاہتے ہیں پھر تو میں بالکل بدنصیب ٹھہرا اور میرا سارا کیا کرایا اکارت گیا۔ (بخاری:6453)

(14) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ کے لیے نکلے۔ ہم چھ ساتھی تھے اور ہم سب کے لیے صرف ایک اونٹ تھا' جس پر باری باری ہم سوار ہوتے تھے۔ (پیدل طویل اور پر مشقت سفر کی وجہ سے) ہمارے پاؤں پھٹ گئے اور میرے بھی پاؤں پھٹ گئے تھے اور ناخن بھی جھڑ گئے تھے۔ چنانچہ ہم قدموں پر کپڑے کی پٹی باندھ باندھ کر چل رہے تھے۔ اسی لیے اس کا نام غزوہ ذات الرقاع پڑا' کیونکہ ہم نے قدموں کو پٹیوں سے باندھ رکھا تھا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث تو بیان کر دی' لیکن پھر ان کو اس کا اظہار اچھا نہیں معلوم ہوا۔ فرمانے لگے کہ مجھے یہ حدیث بیان نہ کرنی چاہیے تھی۔ ان کو اپنا نیک عمل ظاہر کرنا برا معلوم ہوا۔ (بخاری:4128)

(15) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا کہ ان میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس چادر ہو۔ فقط تہبند ہوتا، یا رات کو اوڑھنے کا کپڑا جنھیں یہ لوگ اپنی گردنوں سے باندھ لیتے۔ یہ کپڑے کسی کی آدھی پنڈلی تک آتے اور کسی کے ٹخنوں تک۔ یہ حضرات ان کپڑوں کو اس خیال سے کہ کہیں شرمگاہ نہ کھل جائے اپنے ہاتھوں سے سمیٹے رہتے تھے۔ (بخاری:442)

(16) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کن لوگوں کا امتحان سخت ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پیغمبروں کا پھر جو ان کے بعد مرتبے میں افضل ہیں پھر جو ان کے بعد افضل ہیں اور آدمی پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے۔ اگر اس کا دین سخت اور قوی ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں نرمی ہوتی ہے تو اسی انداز سے وہ مشکل آتی ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور کوئی گناہ اس پر باقی نہیں رہتا۔'' (ابن ماجہ:4023)

(17) ﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں'' سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے اور ہر اس شخص کو جو بشارت دینے کی قدرت رکھتا ہو۔ (فتح القدیر:202/1) صبر کرنے والوں کے لیے اچھے انجام کی خوشخبری ہے۔

(18) صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈر جاؤ، ان لوگوں کے لیے جنھوں نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس دنیا میں نیکی کی، بڑی بھلائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے، یقیناً صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا۔" (الزمر:10)

(19) صبر اللہ تعالیٰ کی معیت کا ذریعہ ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ "اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" (البقرہ:153)

(20) صبر اور نماز اللہ تعالیٰ کی مدد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَي الْخٰشِعِيْنَ﴾ "اور صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو اور بلاشبہ وہ (نماز) یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔" (البقرہ:45) (21) صبر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ہدایت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ﴿اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ "یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔" (البقرہ:157)

(22) صبر اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ﴾ "اور کتنے ہی نبی تھے جن کے ساتھ مل کر بہت سے رب والوں نے جنگ کی اور اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں انہیں تکلیف پہنچی، انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انہوں نے عاجزی دکھائی اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" (آل عمران:146)

(23) اللہ تعالیٰ صبر کا نعم البدل عطا کرتا ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "ہر وہ مسلمان شخص جس کو مصیبت اپنے نرغے میں لے لے اور وہ زبان سے وہی کلمات نکالے جس کے نکالنے کا اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر حکم دیا ہے۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا﴾ "ہم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری اس مصیبت میں ثواب سے نواز دے اور اس کا نعم البدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا سے اس کو نعم البدل عطا فرماتا ہے۔" (مسلم:918)

(24) صبر دنیا میں عزت و شرف کا ذریعہ ہے۔

سوال 2: آزمائش میں ایک مومن کا کیا طرزِ عمل ہونا چاہیے؟

جواب: (1) مومن فتنوں کو پہچانے۔ (2) استغفار کرے۔ (3) اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے۔ (4) صبر کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور دعا کرے۔ (6) فتنوں سے اپنے آپ کو بچائے۔

(7) اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کو یاد رکھے۔

(8) اللہ تعالیٰ کی طرف دل سے توجہ کرے، اسے یاد رکھے اور اس کا شکر ادا کرے اور اس کا ہو کر رہے۔

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: میرے لیے آسمان سے گر جانا اس امر سے بڑھ کر پسندیدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلے کے بارے میں لب کشائی کروں اور کہوں کاش! ایسا فیصلہ نہ ہوتا۔ (تفسیر احکام القرآن، للجصاص: 114/1)

﴿الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾

"وہ لوگ کہ جب کوئی مصیبت اُن پر آتی ہے تو وہ کہتے ہیں: "بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اُسی کی جانب لوٹنے والے ہیں" (156)

سوال: مومن کی شان تسلیم و رضا ہے، اس کی وضاحت ﴿الَّذِيْنَ ... رٰجِعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے جن صبر کرنے والوں کو خوش خبری دی ہے وہ وہ لوگ ہیں جو مصیبت کے وقت انا للہ پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ یہی تسلیم و رضا مومن کی شان ہے۔

(2) ﴿الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ﴾ "وہ لوگ کہ جب کوئی مصیبت اُن پر آتی ہے" مصیبت سے مراد ہر وہ تکلیف اور مشقت ہے جو اپنی ذات کو، گھر والوں کو یا مال کو پہنچے۔

(3) ﴿قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ﴾ "تو وہ کہتے ہیں: "بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں" وہ پکار اٹھتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، اسی کے تصرف و تدبیر کے تحت ہیں۔ ہماری جانوں اور مالوں پر ہمارا کوئی اختیار نہیں۔ (تفسیر سعدی: 195/1)

(4) مصیبت کے موقع پر سچا مومن یہ سوچتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس حال میں چاہے رکھے اسے اختیار ہے، ہم اس کی رضا پر راضی ہیں، ایک دن ہم نے اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے پھر وہ ہمارے صبر پر بے حساب اجر دے گا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کو مصیبت زدہ کے لیے پناہ اور آزمائش میں مبتلا کے لیے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ﴾ میں اللہ تعالیٰ کے معبود اور بادشاہ ہونے کا اقرار ہے، یہ دراصل بندے کی طرف سے عبودیت کا اقرار ہے اور دراصل اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے اور آزمائش میں اس کے فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہے۔

(6) ﴿وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ "اور بے شک ہم اُسی کی جانب لوٹنے والے ہیں" ان الفاظ میں اپنی جان کے ہلاک ہونے، قبروں سے اٹھنے کا اقرار ہے اور یہ یقین ہے کہ سارے امور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) یہ کہہ کر بندہ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہے اور اس پر جو مصائب آتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر سمجھ کر راضی ہو جاتا ہے۔

(8) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن (میرے شوہر) ابوسلمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسی بات سنی ہے جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے: ''جب بھی کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اس مصیبت کے وقت: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ ''بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اُسی کی جانب لوٹنے والے ہیں'' پڑھ لے اور یہ دعا کرے: ﴿اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا﴾ ''اے اللہ! میری اس مصیبت میں مجھے اجر دے اور مجھے اس کا بہتر بدل عطا فرما'' تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرتا ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ سے سن کر یہ دعا یاد کر لی اور جب ابوسلمہ (عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی) فوت ہوئے تو میں نے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ ''بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اُسی کی جانب لوٹنے والے ہیں'' پڑھا اور اس دعا کو بھی، پھر دل میں خیال آیا کہ ابوسلمہ سے بہتر شوہر کس طرح مل سکتا ہے؟ جب میری عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اندر تشریف لانے کی اجازت طلب فرمائی، میں اس وقت ایک کھال رنگ رہی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے درخت سلم (کیکر) کے پتوں (کے رنگ) کو دھویا، آپ کو اجازت دی، آپ کی خدمت میں ایک تکیہ پیش کیا جو کھال سے بنا اور کھجور کے درخت کے ریشوں سے بھرا ہوا تھا، آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے مجھ سے نکاح کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ آپ جب اپنی بات ارشاد فرما چکے تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے لئے تو یہ بہت سعادت کی بات ہے لیکن میں ایک تو بہت باغیرت (بیوہ) عورت ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسی بات سرزد ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے اور دوسری بات یہ کہ میں ایک عمر رسیدہ اور بچوں والی عورت ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے جو (بیوگی کی) غیرت کی بات کی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ ختم کر دے گا، جہاں تک عمر کا تعلق ہے تو میں بھی تمہاری طرح عمر رسیدہ ہوں، اور جہاں تک بچوں کا تعلق ہے تو تمہارے بچے میرے بچے ہیں۔'' کہتی ہیں: (یہ ارشاد سن کر) میں نے (اپنے آپ کو) آپ ﷺ کے حوالے کر دیا تو اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شادی فرمالی، پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واقعی ابوسلمہ سے بہتر شوہر نامدار رسول اللہ ﷺ عطا فرما دیے۔ (مسند احمد: 4/27، 28)

(9) بے صبری پر بڑی وعید ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے نہیں ہے جو رخساروں پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی دھائی دے۔" (صحیح مسلم:285)

(10) بعض علاقوں میں مرنے والے کے سوگ میں بال منڈوا دیتے ہیں اور خاص کر عورتیں تو بہت ہی چیختی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں اس سے بری ہوں جو (کسی کی موت پر) سر مونڈے، آوازیں بلند کرے اور کپڑے پھاڑے۔" (صحیح مسلم:288)

﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾

"یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں" (157)

سوال: صبر کرنے والوں کو جو خوش خبری دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿أُولَٰئِكَ ... الْمُهْتَدُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) صبر کرنے والوں کو خوش خبری دی گئی ہے کہ: ﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ﴾ "یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں ہیں" صبر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں، رحمت اور مغفرت ہے۔

(2) ﴿صَلَوٰةٌ﴾ کی اصل دعا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تزکیہ اور مغفرت ہے۔

(3) ﴿وَرَحْمَةٌ﴾ "اور بڑی رحمت ہے" صبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم رحمت ہے۔ یہاں رحمت سے مراد تکلیف کا دور کرنا اور حاجت کا پورا کرنا ہے۔ (فتح القدیر:1/203)

(4) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مسلمان کو جو بھی تکان، بیماری، فکر، غم اور تکلیف پہنچتی ہے حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔" (بخاری:5641)

(5) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دنیا ہی میں سزا دیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے گناہوں کی سزا کو روکے رکھتے ہیں یہاں تک کہ اس کو قیامت کے دن پوری سزا دے دیں گے۔" (ترمذی:2396)

(6) ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ "اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں" صبر کرنے والے ہی ہدایت پانے والے ہیں۔

(7) ﴿الْمُهْتَدُونَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ سعادت اور ایمان میں کمال کے راستے کی طرف ہدایت پانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمایا اور انہوں نے اس پر صبر کیا۔

(8) (i) ہدایت پانے سے مراد جنت اور ثواب کی طرف راہ پانا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ii)ہدایت سے مراد علم نافع اور عمل صالح کی توفیق ہے۔

(iii)جنت اور ثواب کی طرف وہی راہ پاتا ہے جو علم نافع کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

(iv)ہدایت پانے سے مراد یہ ہے کہ مصیبتیں آسان کر دی گئیں۔

(9)وہ حق ربوبیت اور عبودیت کی ہدایت پانے والے ہیں۔اسی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں اور نوازشیں ہیں۔

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ

''یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں،تو جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں

اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾

کہ ان دونوں کا خوب طواف کرے اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ قدردان ہے،سب کچھ جاننے والا ہے''(158)

سوال1:صفا اور مروہ شعائر اللہ ہیں،اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الصَّفَا ... شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ﴾ ''یقیناً صفا اور مروہ'' صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان سعی کی جاتی ہے۔

(2)﴿مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں'' یعنی یہ دین کی ظاہری علامتیں ہیں۔

(3)صفا اور مروہ کو شعائر اللہ کہا گیا ہے۔شعائر اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔''(الحج:32) (4)شعائر کی تعظیم کرنا دلوں کا تقویٰ ہے جو ہر مومن پر فرض ہے۔

(5)اس سے مراد عبادت کی جگہیں ہیں۔(فتح القدیر:204/1)

(6)صفا اور مروہ کو ان معنوں میں اللہ تعالیٰ کے شعائر کہا گیا کہ ان سے مناسک کا وہ حصہ وابستہ ہے جس کی ادائیگی سے عجیب طرح کی للّٰہیت پیدا ہوتی ہے۔

(7)اس لیے بھی کہ یہ مقامات خلوص وایمان کے لیے بے پناہ جذبات کے پیدا کرنے میں ممد ومعاون ہیں۔

(8)انہیں اللہ تعالیٰ کے شعائر اس لیے کہا کہ ہم مناسک کی روحانیت کو فراموش نہ کریں اور صرف ظاہری رسوم کو صحیح نہ سمجھیں،بلکہ اس کی روحانیت اور اثر کو برقرار رکھیں۔(سراج البیان:55,54/1)

(9)صفا اور مروہ دونوں پہاڑوں کے درمیان دوڑنا یعنی سعی کرنا فرض اور حج اور عمرے کا لازمی رکن ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: صفا اور مروہ کی سعی گناہ نہیں ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ ''جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں کہ ان دونوں کا خوب طواف کرے'' صفا اور مروہ کے طواف سے مراد سعی ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا مناسکِ حج وعمرہ میں سے ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور سے یہ طریقہ رائج تھا۔ دورِ جاہلیت میں صفا پر ''اِساف'' اور مروہ پر ''نائلہ'' نامی بتوں کو رکھ دیا گیا تو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے بارے میں لوگوں کو شک ہوا کہ کہیں یہ زمانہ شرک کی ایجاد تو نہیں۔ لہٰذا یہاں یہ واضح کر دیا گیا کہ ان مقامات کا تقدس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

(2) سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے: ''یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پھر جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔'' میرا خیال ہے کہ اگر کوئی ان کی سعی نہ کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہونا چاہئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہرگز نہیں! جیسا کہ تمہارا خیال ہے، اگر مسئلہ یہی ہوتا تو پھر واقعی ان کی سعی نہ کرنے میں کوئی گناہ نہ تھا لیکن یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (اسلام سے پہلے) انصار منات بت کے نام سے احرام باندھتے تھے۔ یہ بت مقام قدید میں رکھا ہوا تھا اور انصار صفا اور مروہ کی سعی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے سعی کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (بخاری: 4495)

(3) عاصم بن سلیمان رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ انہوں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے صفا اور مروہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ اسے ہم جاہلیت کے کاموں میں سے سمجھتے تھے۔ جب اسلام آیا تو ہم ان کی سعی سے رک گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ تک۔ یعنی بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں پس ان کی سعی کرنے میں حج اور عمرہ کے دوران کوئی گناہ نہیں ہے۔ (بخاری: 4496)

(4) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سعی فرض کر دی ہے، لہٰذا سعی کرو۔'' رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا: ''مجھ سے مناسک حج سیکھ لو'' اور ان میں سعی بھی داخل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صفا سے شروع کیا اور کہا: ﴿نبدأ بما بدأ الله به﴾ ہم شروع کرتے ہیں اس سے جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا۔ (تفسیر امام شافعی: 243/1)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اس لیے کسی کے لیے اسے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔(بخاری:1643)

(6) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئے تو حجر اسود کے پاس آئے اور اس کو بوسہ دیا اور اس دروازہ سے نکلے جو صفا کی طرف ہے، پھر جب صفا کے قریب پہنچے (وہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو کعبہ کے دروازے سے بیس پچیس قدم پر ہے) تو یہ آیت پڑھی: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ یعنی ''صفا اور مروہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں'' اور آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ﴾ ''ہم شروع کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا''(مسلم:1218)

(7) سعی دراصل اس واقعے کی یادگار ہے جب سیدہ ہاجرہ اپنے بچے کے لئے پانی کی تلاش میں صفا مروہ کے مابین ازخود رفتہ ہو کر دوڑی تھیں جب کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام انہیں یہاں چھوڑ گئے تھے اور کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا تھا، یہاں کوئی اور انسان بھی موجود نہ تھا۔ اور جب انہیں بچے کی جان کے بارے میں خوف محسوس ہوا تو انہوں نے اللہ سے فریاد کی اور صفا مروہ کے مابین اس مقدس اور مبارک وادی میں عجب بے بسی، بے کسی، بے قراری اور غم واضطراب کے ساتھ اللہ سے مدد طلب کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی پریشانی کو دور فرما دیا، بے قراری کو سکون بخش دیا، غم کو فرحت سے بدل دیا اور ان کے لئے زم زم کو پیدا فرما دیا جس کا پانی کھانے کا کام بھی دیتا ہے اور بیماری سے شفا کا بھی۔ صفا ومروہ کے مابین سعی کرنے والے کو چاہئے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے اپنے فقر وذلت اور حاجت کا اظہار کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دے، اس کے حال کی اصلاح کرے اور اس کے گناہ معاف کرے، سعی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ اقدس میں التجا کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے نقائص وعیوب سے پاک فرما دے، صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت عطا فرمائے، تادم واپسیں اسی پر ثابت قدم رکھے اور گناہوں اور معاصی کی موجودہ حالت کو بدل کر مغفرت، رشد وبھلائی اور استقامت کی حالت کمال پر اسی طرح پہنچا دے جس طرح اس نے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازا تھا۔(المصباح المنیر :361/1)

(8) ﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا﴾ ''اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے'' یہاں اس سے مراد ''سعی'' ہے۔ جب شوق سے ادا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبہ کی قدر کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دلی جذبوں اور شوق کا خوب علم ہے۔

(9) جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ کوئی بھلائی کرتا ہے یعنی نماز، روزہ، صلہ رحمی وغیرہ تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

(10) جو کوئی جتنی زیادہ اطاعت کرتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔

(11) نیکیوں پر بھلائیوں کی قید دلیل ہے کہ جو کوئی بدعات کا مرتکب ہوتا ہے وہ اس کے لیے شر بن جاتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾ ”تو یقیناً اللہ تعالیٰ قدردان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے“ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کے لیے انسان کا سینہ کھل جانے سے، جس کی وجہ سے انسان کو خوشی نصیب ہوتی ہے اپنے شاکر اور علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ اگر انسان خوشی سے نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں خوشی بھی ہے اور نیکی بھی اور پھر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی قدردان نہیں کیونکہ وہ بھلائیوں پر کثیر اجر عطا فرماتا ہے۔

(13) الشاکر اور الشکور اس ہستی کو کہتے ہیں جو بندوں کے تھوڑے عمل کو بھی قبول کر لیتی ہے اور اس پر بہت بڑا اجر عطا کرتی ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے تو وہ اپنے بندے کی مدد کرتا ہے، اس کی مدح وثنا کرتا ہے اور اس کو یہ بدلہ دیتا ہے کہ وہ اس کے قلب کو نور اور ایمان سے لبریز کر دیتا ہے اور اس کے بدن میں قوت ونشاط، اس کے احوال میں برکت اور نشوونما اور اس کے اعمال میں مزید توفیق عطا کرتا ہے۔ پھر یہ بندۂ مومن آخرت میں جب رب کے پاس حاضر ہوگا تو وہاں اسے وافر اور کامل ثواب ملے گا، مذکورہ دنیاوی جزائیں اس کے اخروی ثواب میں کمی نہیں کریں گی۔

(14) اور اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے کے لیے قدردانی یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اسے اس سے بہتر چیز عطا کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ایک بالشت قریب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہے، جو چل کر اللہ تعالیٰ کی طرف آتا ہے اللہ تعالیٰ بھاگ کر اس کی طرف بڑھتا ہے، جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کئی گنا منافع سے اسے نوازتا ہے۔

(15) اور باوجود یہ کہ وہ بندوں کے اعمال کا قدردان ہے، وہ یہ بات بھی خوب جانتا ہے کہ کون اپنی نیت، ایمان اور تقویٰ کے مطابق کامل ثواب کا مستحق ہے اور کون اس ثواب کا حق دار نہیں۔ وہ بندوں کے اعمال کا علم رکھتا ہے، پس وہ ان کے اعمال ضائع نہیں کرے گا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی نیتوں کے مطابق، جن کو اللہ علیم وحکیم جانتا ہے، ان عملوں کا ثواب پائیں گے۔ (تفسیر سعدی: 198/1)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ

”بے شک جو لوگ واضح دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جس کو ہم نے نازل کیا ہے اس کے بعد کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لیے

فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾

کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی اُن پر لعنت کرتے ہیں“ (159)

سوال 1: دینی احکامات چھپانے والوں کے لیے کیا وعید ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ...وَيَلْعَنُهُمُ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿اللّٰعِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جولوگ انبیاء کے لائے ہوئے روشن دلائل، ہدایات اور دینی احکامات چھپاتے ہیں ان کے لیے دائمی لعنت کی وعید دیتے ہوئے رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى﴾ ''بے شک جولوگ واضح دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جس کو ہم نے نازل کیا ہے'' اس آیت کے بارے میں قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کو اور محمد ﷺ کے بارے میں معلومات کو چھپایا حالانکہ وہ اپنے یہاں تورات اور انجیل میں اسے لکھا ہوا پاتے تھے۔ (جامع البیان: 59/2)

(3) ﴿مِنَ الْبَيِّنٰتِ﴾ ''کھلی نشانیوں میں سے'' حق پر دلالت کرنے والی اور اس کو ظاہر کرنے والی باتیں۔ (تفسیر سعدی: 199/1)

(4) اس سے مراد حلال وحرام اور حدود وفرائض ہیں۔

(5) یہاں ﴿بَيِّنَاتِ﴾ سے مراد محمد ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی وہ صفات ہیں جو پہلی کتابوں میں آئیں۔

(6) ﴿وَالْهُدٰى﴾ ''اور ہدایت'' ھدیٰ وہ علم ہے جس کے ذریعے سے صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے اور جس سے اہل جنت اور اہل جہنم کے راستوں کا فرق واضح ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 199/1)

(7) ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ﴾ ''اس کے بعد کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے'' یہاں کتاب میں لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرنے سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ (زاد المسیر: 148/1) یہاں کتاب سے مراد تورات، زبور، انجیل اور قرآن ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے وعدہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتاب کا جو علم عطا کیا ہے اسے لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور اسے ہرگز نہیں چھپائیں گے۔ (تفسیر سعدی: 199/1)

(9) ﴿اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ﴾ ''وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے'' اس آیت میں یہ مراد ہے کہ علم کے چھپانے والوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت اور قربت سے دور کر دے گا۔

(10) ﴿وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾ ''اور تمام لعنت کرنے والے بھی اُن پر لعنت کرتے ہیں'' اور فرشتے اور تمام لوگ اور کل لعنت کرنے والے یعنی ہر بازبان اور ہر بے زبان چاہے زبان سے کہے چاہے قرائن سے اور قیامت کے دن بھی سب چیزیں ان پر لعنت کریں گی۔ (ابن کثیر: 236/1)

(11) ان پر لعنت کا سبب حق کو چھپانا اور مخلوق کے ساتھ دھوکا کرنا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کا دین برباد کر دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)اعمال کی جزا اسی جنس سے دی جاتی ہے جیسے لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے پر اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتے ہیں۔اس کے فرشتے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی اس کے لیے رحمت کی دعائیں کرتی ہیں کیونکہ اس کی بھاگ دوڑ مخلوق کی بھلائی اور ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کے لیے ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے صلے میں رحمتیں نازل کرتے ہیں، فرشتے اور سمندر کی مچھلیاں بھی دعائیں کرتی ہیں جب کہ حق کو چھپانے والا اللہ تعالیٰ کی آیات کو چھپانے اور مٹانے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور مخلوقات کی لعنت ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس سے علم کے بارے میں پوچھا جائے اور وہ اسے چھپائے تو اسے روز قیامت جہنم کی آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔''(ابوداؤد:3658)(مسند احمد:305/2)

(13)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں اور (میں کہتا ہوں کہ) قرآن میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔پھر یہ آیت پڑھی:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى﴾''جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی دلیلوں اور آیات کو چھپاتے ہیں''(آخر آیت) ''رحیم'' تک (واقعہ یہ ہے کہ) ہمارے مہاجر بھائی تو بازاروں کی خرید و فروخت میں لگے رہتے تھے اور انصار بھائی اپنی جائیدادوں میں مشغول رہتے اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جی بھر کر رہتا (تاکہ آپ ﷺ کی رفاقت میں شکم پری سے بھی بے فکری رہے) اور (ان مجلسوں میں) حاضر رہتا جن (مجلسوں) میں دوسرے حاضر نہ ہوتے اور وہ (باتیں) محفوظ رکھتا جو دوسرے محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔''(صحیح بخاری:118)

(14)سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ابوبکر بن حازم کو لکھا کہ تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی جتنی بھی حدیثیں ہوں، ان پر نظر کرو اور ان کو لکھ لو کیونکہ مجھے علم دین کے مٹنے اور علمائے دین کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کی حدیث قبول نہ کرو اور لوگوں کو چاہیے کہ علم پھیلائیں اور (ایک جگہ جم کر) بیٹھیں تاکہ جاہل بھی جان لے اور علم چھپانے ہی سے ضائع ہوتا ہے۔(صحیح بخاری:کتاب العلم:باب34)

سوال2:اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی تعلیمات چھپانے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کیسے چھپ جاتی ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو عام لوگوں تک نہ پہنچانے سے یہ تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔

(2)اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو ہدایت کی بجائے دنیا کے فائدوں کے حصول کا ذریعہ بنا کر یہ تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو خاص لوگوں کی کتاب بنانے سے یہ تعلیمات عام لوگوں سے چھپ جاتی ہیں۔
(4) جب کسی موقع پر حق اور باطل کے درمیان کشمکش ہو جائے تو جاننے کے باوجود خاموشی اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔ (5) اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم نہ دینے سے یہ تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔
(6) جب زندگی کے معاملات کے حوالے سے عام لوگ راہ نمائی چاہیں اور کتاب کا علم رکھنے والے اصل حکم کو چھپا لیں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ

''مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کر دیا تو یہی لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں

وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾

اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں'' (160)

سوال: کون لوگ دائمی لعنت سے بچ سکتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ ... الرَّحِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟
جواب: (1) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا﴾ ''مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کر دیا'' یعنی جن لوگوں نے سچی توبہ کر لی، اپنے حالات کی اصلاح کر لی اور جن احکامات کو چھپایا کرتے تھے انہیں ظاہر کرنے لگے ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور وہ دائمی لعنت سے بچ جائیں گے۔
(2) یہاں لعنت سے بچانے والے رویوں کو واضح کیا گیا ہے: (i) توبہ۔ (ii) اصلاح۔
(iii) جو کچھ پہلے چھپایا تھا اسے بیان کرنا۔
(3) ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا﴾ ''مگر جن لوگوں نے توبہ کی'' جو لوگ ندامت کے ساتھ گناہ چھوڑ کر آئندہ کبھی نہ کرنے کا عزم لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹے۔ (4) اس سے مراد ہے کہ جنہوں نے اپنے کفر سے توبہ کرنے کے بعد اسلام کی طرف رجوع کیا۔
(5) ﴿وَاَصْلَحُوْا﴾ ''اور اصلاح کر لی'' اس سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے آپس کے معاملات کی اصلاح کی اور اس کی اصلاح کی جو ان کے اور ان کے رب کے درمیان تھا۔
(6) ﴿وَبَيَّنُوْا﴾ ''اور کھول کر بیان کر دیا'' جو وہ پہلے چھپاتے تھے اسے انہوں نے لوگوں کے سامنے کھول دیا۔
(7) ﴿فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ﴾ ''تو یہی لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں'' ﴿اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ﴾ سے مراد ہے کہ میں رحمت کے ساتھ ان کی طرف لوٹوں گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) بندوں کی طرف سے توبہ گناہوں سے رجوع کر لینا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی یہ ہے کہ اپنے بندوں سے توبہ قبول کر لے۔ (9) جو توبہ لے کر اللہ تعالیٰ کے آگے حاضر ہوتا ہے وہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

(10) ﴿وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں'' (i) اللہ تعالیٰ نے پلٹ آنے والوں اور اصلاح کرنے والوں کو اپنی صفت ﴿التَّوَّابُ﴾ ''بہت توبہ قبول کرنے والا'' کا شعور دلایا ہے کہ اگر پلٹ آؤ گے تو گناہ گار نہیں رہو گے۔ میں گناہ کے بعد توبہ کر لینے والے کے ساتھ عفو و درگزر سے پیش آتا ہوں۔ ان پر پھر اپنے انعامات کی بارش برسا دیتا ہوں۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے پلٹ آنے والوں اور اصلاح کرنے والوں کو اپنی صفت ﴿الرَّحِيْمُ﴾ ''نہایت رحم والا'' کا شعور دلایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ممکن ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ آئے، اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کرنا شروع کر دیا۔

(11) یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب کوئی کفر و بدعت کا داعی بھی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ (المصباح المنیر: 364/1)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے، وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی،

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾

فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے'' (161)

سوال: کفر کی حالت میں مر جانے والوں کو کیا وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... اَجْمَعِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جو لوگ کفر کی روش اختیار کریں اور موت تک اسی پر قائم رہیں ان پر ہمیشہ کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وعید دیتے ہوئے فرمایا:

(2) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا'' جو لوگ اپنے کفر پر اصرار کرتے رہے، انہوں نے توبہ کی نہ اپنے رب کی طرف رجوع کیا، نہ اس کی طرف پلٹے۔

(3) ﴿وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ ''اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے'' انہوں نے کفر ہی کی حالت میں جان دے دی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ﴾ ''وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے'' ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کا سبب ان کا کفر ہے۔(5)لعنت سے مراد ہے غصے، قہر اور غضب سے کسی کو دھتکارنا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ ''پھر قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا۔'' (العنکبوت:25)(الاحکام القرآن، ابن عربی:76/1)

(6)اللہ تعالیٰ کی لعنت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نکال دے۔

(7)﴿وَالْمَلٰٓئِكَةِ﴾ ''اور فرشتوں کی'' فرشتوں کی لعنت سے مراد آسمان والوں کی لعنت ہے۔

(8)﴿وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور سب لوگوں کی'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب لوگوں سے مراد خاص طور پر مومن ہیں۔(جامع البیان 64/2)(9)(i)کافروں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت کا سبب یہ ہے کہ کافر ہدایت کے کھلے دروازے کو اپنے لیے بند کرتا ہے۔(ii)کافر حق کو چھپاتا ہے۔(iii)کافر گمراہی پر اصرار کرتا ہے۔

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾

''اس (جہنم) میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے'' (162)

سوال: کافروں کے انجام کی وضاحت ﴿خٰلِدِيْنَ...يُنْظَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اس (جہنم) میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کافروں کا انجام یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی لعنت میں رہیں گے۔(2)یعنی جب کفر کی علت موجود ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی لعنت بھی موجود رہے گی۔

(3)لعنت اور عذاب دونوں ان کے لیے لازم وملزوم رہیں گے۔

(4)﴿لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا'' ان کا عذاب ہلکا نہ ہوگا۔انہیں سخت اور دائمی عذاب دیا جائے گا۔

(5)﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے'' مہلت کا وقت اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی زندگی میں دیا ہے۔اس زندگی کے گزر جانے کے بعد ان کے لیے کوئی عذر نہیں رہے گا۔

﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾

''اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' (163)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اللہ تعالیٰ ہی واحد معبود ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِلٰهُكُمْ ... هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ وہ اپنی الوہیت میں اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں بلکہ وہ اللہ واحد، احد، یکتا اور بے نیاز ہے۔

(2) مشرکین عرب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ جس خدا کی عبادت کا ہمیں بتلاتے ہیں اس کا کچھ حال تو بیان کیجئے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم) (تفسیر ثنائی: 111/1)

(3) یعنی وہ اپنی ذات، اسماء وصفات اور افعال میں اکیلا ہے۔ اس کی ذات میں نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ ہم نام، نہ ہمسر، نہ اس کی کوئی مثال ہے۔

(4) ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ اپنی ذات، اسماء وصفات اور افعال میں اکیلا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کے علاوہ کوئی خالق و مدبر نہیں۔ اس لیے عبادت کی تمام صورتیں صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔ (تیسیر الرحمن: 89/1)

(5) ﴿الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ ''وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنی تخلیق کو رحمت قرار دیا ہے اور تخلیق کی نشانیوں سے اپنے الرحمٰن اور الرحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم بے پایاں ہے۔ وہ رحمن ہے، وہ رحیم ہے۔ اس لئے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی بھی جہنم میں جائے یا اس کے غضب وجلال کا مستحق ہو۔ اس لیے اگر کوئی خواہ مخواہ اس کی مخالفت کرے یا اس کی آغوش رحمت سے نکلنا چاہے تو وہ مجبور نہیں کرتا۔ (سراج البیان: 56/1)

(6) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مثل کسی کی رحمت نہیں، اس کی رحمت نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ وہی ہے جس کی رحمت کی وجہ سے کائنات اور مخلوقات وجود میں آئے۔ اسی کی رحمت سے مخلوقات کمالات حاصل کرتی ہیں۔ اسی نے اپنی رحمت سے رسول بھیج کر، کتابیں بھیج کر اپنے بارے میں علم دیا اور اس کے بندوں نے اسے پہچان لیا۔

(7) بندوں کو جو نعمت حاصل ہوئی ہے، اس کی رحمت سے ہوئی ہے۔ اس کے سوا کوئی کائنات کو پیدا کرنے والا ہے نہ تدبیر اور انتظام کرنے والا۔ جب حقیقت یہ ہے تو وہ اس بات کا حق رکھتا ہے کہ انسان صرف اس کی عبادت کرے، اسی کے لیے جیئے اور اسی کے لیے مرے، اپنی تمام امیدوں اور تمناؤں کو اس کے ساتھ وابستہ کردے، اسی کی طرف توجہ رکھے اور اسے ہی اپنا سب کچھ بنالے۔ (8) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کا ثبوت ہے۔

(9) سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دونوں آیتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ اور سورۃ آل عمران کی ابتدائی آیت ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ میں ہے۔'' (ابوداؤد:1496)

﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ

''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو وہ چیزیں لے کر سمندر میں

فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ

چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا، پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد

بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ

زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کی گردش میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان

بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾

مسخر ہیں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں'' (164)

سوال 1: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنی قدرت کے لیے کیا دلائل دیے ہیں؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریشی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دے۔ ہم اس سے گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ خریدیں اور آپ کا ساتھ دیں اور ایمان بھی لائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پختہ وعدہ کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ہاں پختہ وعدہ ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ سیدنا جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا: تمہاری دعا قبول ہے لیکن اگر یہ لوگ پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا وہ عذاب آئے گا جو آج سے پہلے کسی پر نہ آیا ہو، آپ ﷺ کانپ اٹھے اور عرض کرنے لگے: ''نہیں اللہ تعالیٰ تو انہیں یونہی رہنے دے میں انہیں تیری طرف بلاتا رہوں گا۔ کیا عجب آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں ان میں سے کوئی نہ کوئی تیری طرف جھک جائے۔'' اس پر یہ آیت اتری کہ اگر انہیں قدرت کی نشانیاں دیکھنی ہیں تو کیا یہ کچھ کم ہیں۔ (ابن کثیر:238/1)

(2) ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب التفکر میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ کو پڑھ کر فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''افسوس ہے اس شخص کے حال پر جو ان آیات کو پڑھے اور پھر غور وفکر نہ کرے۔'' اوزاعی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ فکر کا غایت درجہ کیا ہے؟ فرمایا: ان آیات کو پڑھنا اور ان کے مضمون کو سمجھنا، واللہ اعلم۔ (تفسیر مظہری:279/1)

(3) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنی قدرت کے لیے کائنات کی تخلیق اور اس کے نظم اور تدبیر کے بارے میں سات اہم معاملات سے دلائل دیئے ہیں۔ (i) آسمان وزمین کی پیدائش۔ (ii) رات اور دن کا اختلاف۔ (iii) سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا۔ (iv) بارش جو زمین کی روئیدگی اور تازگی کے لیے ضروری ہے۔ (v) ہر قسم کے جانوروں کی پیدائش۔ (vi) ہواؤں کی گردش۔ (vii) بادل جنہیں اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے برساتا ہے۔ اس نظم وتدبیر میں کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں۔ اس لیے عدل کا تقاضا ہے کہ اسی کو عظمت اور عبادت میں اکیلا مانا جائے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کے دلائل کی وضاحت ﴿اِنَّ فِیْ ... یَّعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ﴾ ''بے شک آسمانوں کی تخلیق میں'' اللہ تعالیٰ آسمانوں کا خالق ہے، یہ اس کے تنہا معبود ہونے کی پہلی دلیل ہے اس اعتبار سے کہ آسمان کی بلندی اور وسعت کو ہم دیکھتے ہیں اس کے سیاروں اور ستاروں کی گردش کا ایک نظام ہے۔ ہر نظام کا کوئی بنانے والا، چلانے والا اور قائم رکھنے والا ہوتا ہے۔ کوئی نظام نہ خود بخود بنتا ہے اور نہ قائم رہتا ہے۔ اس جہان میں کوئی بھی معمولی سے معمولی چیز نہ پیدا کر سکتا ہے نہ اسے قائم رکھ سکتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے جو اس کی تخلیق، اس کے چلانے اور قائم رکھنے میں منفرد ہے۔

(2) ﴿وَالْاَرْضِ﴾ ''اور زمین (کی تخلیق میں)'' اللہ تعالیٰ کے تنہا ہونے کی دلیل ہے اس اعتبار سے کہ زمین کی پستی، اس کے سمندر، پہاڑ، صحرا، میدان، اس کی نباتات کے خواص، اس کے حیوانات اور جمادات کے اثرات، اس کے رات اور دن کی لگاتار آمد ورفت ایک باقاعدہ نظام کے ساتھ جاری ہے۔ یہ سارا نظام نہ خود بخود قائم ہے نہ قائم رہ سکتا ہے۔ اس کا کوئی نہ کوئی بنانے والا، چلانے والا اور قائم رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ واحد نے زمین کو پیدا کیا اور اس کی ہر چیز کو تخلیق کیا۔

(3) ﴿وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''اور رات اور دن کے بدلنے میں'' رات اور دن کی تبدیلی کائناتی عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی دوسری دلیل ہے اس اعتبار سے کہ اس کے رات اور دن کی لگاتار آمد ورفت ایک باقاعدہ نظام کے ساتھ جاری ہے۔ کبھی دن بڑا ہو جاتا ہے کبھی رات، کبھی دن گھٹ جاتا ہے کبھی رات اور کبھی رات اور دن برابر ہو جاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے جو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہر اس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے۔'' (الفرقان:62)

(4)﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا﴾ ''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تا کہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو اور ہر چیز کو ہم نے خوب کھول کر بیان کیا ہے، خوب کھول کر بیان کرنا۔'' (بنی اسرائیل:12)

(5)﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔'' (فاطر:13)

(6) یہ سارا نظام خود سے قائم نہیں ہے۔ اس کا کوئی بنانے والا، چلانے والا اور قائم رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو پیدا کیا اور اس کی ہر چیز کو تخلیق کیا۔

(7)﴿وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ﴾ ''اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لیے ہوئے سمندر میں چلتی ہیں'' کشتیوں کا سمندر میں چلنا، پانیوں کا راستہ دینا اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی تیسری دلیل ہے، اس اعتبار سے کہ سمندر حیات کا لامتناہی سلسلہ سموئے ہوئے ہیں۔ سمندروں کی سطح پر جہاز چلتے ہیں جس کے ذریعے سامان ضرورت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے۔ سمندروں کا حیرت انگیز نظام چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

(8)﴿وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ مَّاۗءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''اور اس پانی میں جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا، پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا'' آسمان سے بارش کا اتارنا ایک کائناتی عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی چوتھی دلیل ہے، اس اعتبار سے کہ آسمانوں سے جو پانی برستا ہے، زمین سے اوپر اٹھتا ہے، پھر وہی پانی زمین کو زندہ کرتا ہے۔ یہ سارا نظام بنانے والا، چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

(9)﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ (۳۳) وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ (۳۴) لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (۳۵) سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۶)﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس میں سے اناج نکالا تو اُس میں سے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھاتے ہیں۔اور ہم نے اُس میں کھجوروں اور اناروں کے باغ بنائے اور ہم نے اُس میں کئی چشمے پھاڑ کر جاری کر دیے۔تا کہ وہ اُس کے پھلوں میں سے کھائیں، یہ سب اُن کے ہاتھوں نے نہیں بنایا تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے اُن میں سے بھی جو زمین اُگاتی ہے اور اُن کے اپنے نفسوں میں سے بھی اور اُن میں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے۔'' (یاسین:33-36)

(10)﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ ''اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے'' اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیئے، تخلیق اور پھیلانا اس کے تنہا معبود ہونے کی پانچویں دلیل ہے اس اعتبار سے کہ زمین پر پیدا ہونے والے جانوروں کی رنگت، شکلیں، جسامت اور فائدے مختلف ہیں۔ ہر جانور کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ وہی ان کے رزق کا انتظام کرتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ہود:6) اللہ تعالیٰ ہی ہر جانور کے ٹھہرنے اور سپرد ہونے کی جگہ کو جانتا ہے اور وہ تنہا معبود اللہ تعالیٰ ہے۔

(11)﴿وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ﴾ ''اور ہواؤں کی گردش میں'' ہواؤں کی تخلیق اور ان کی گردش اتنا بڑا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی چھٹی دلیل ہے اس اعتبار سے کہ ہوائیں رحمت والی بھی ہوتی ہیں اور عذاب والی بھی۔ کبھی بادل لے کر آتی ہیں، کبھی ان کو منتشر کر دیتی ہیں۔ ہواؤں کا وسیع پیمانے پر چلانا کسی چلانے والے کے بغیر ممکن نہیں۔ ان کو چلانے والا تنہا معبود اللہ تعالیٰ ہے۔

(12)﴿وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں'' بادلوں کا مسخر ہونا اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی ساتویں دلیل ہے اس اعتبار سے کہ بادلوں کا وسیع و عریض سلسلہ جو آسمان کے مختلف حصوں میں پھیلا رہتا ہے، کہیں وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں، کہیں منتشر ہو جاتے ہیں، کسی چلانے والے کے بغیر یہ بادل نہ چلتے ہیں نہ برستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جہاں جس وقت بھیجتا ہے، چلے جاتے ہیں اور جہاں سے چاہتا ہے وہ بادلوں کو واپس بلا لیتا ہے۔

(13)﴿لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں'' عقل والے کائنات کی نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (۱۹۰) الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۹۱)﴾ ”یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔“

(آل عمران:190،191)

سوال 3: رب کی پہچان کے لیے پہلا کام کیا کرنا چاہئے؟

جواب: (1) زمین وآسمان اور پوری کائنات پر غور وفکر کرنا چاہئے۔

(2) کائنات کی نشانیاں کائنات کے خالق کا پتہ دیتی ہیں۔ کیونکہ (i) عظیم الشان کائنات کا ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔ (ii) مختلف طرح کے اختلافات اور تضادات کے باوجود کائنات کی تمام چیزوں میں حد درجہ ہم آہنگی یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کا خالق اور مالک صرف ایک ہے۔ (iii) کائنات کی ہر چیز میں نفع بخشنے کی صلاحیت کا ہونا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اس کی منصوبہ بندی پورے شعور اور ارادے کے ساتھ کی گئی ہے۔

(iv) بے جان چیزوں میں زندگی کا آنا یہ ثابت کرتا ہے کہ موت عارضی ہے اور دوسری زندگی آنی ہے۔ کوئی ہے جو پہلی زندگی کے بعد دوسری زندگی کا سسٹم بنا چکا ہے۔ (v) ایک ہی پانی، ایک ہی مٹی سے قسم قسم کے جانداروں کا پیدا ہونا بے حساب قدرت والے کا پتہ دیتا ہے۔ (vi) ہوا کا انسان کو گھیرے رکھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان اپنے رب کے قبضے میں ہے۔

(vii) کائنات کی ہر چیز کا انسان کی ضرورت کے مطابق ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا خالق بے حد مہربان ہے۔ وہ اس کی ضروریات کا اہتمام اس وقت سے کر رہا ہوتا ہے جبکہ اس کا وجود بھی نہیں ہوتا۔

سوال 4: کائنات اور انسان کا کیسا تعلق ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کائنات کو انسان کے لیے بنایا ہے۔ مثال کے طور پر انسان کے لیے بارش برستی ہے۔ انسان کی ایک خوراک کے لیے سارے نظام مصروف ہو جاتے ہیں۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ

”اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو غیر اللہ کو شریک بناتے ہیں، وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ

لائے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں زیادہ شدید ہیں اور کاش! جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ دیکھ لیں (اس وقت کو) جب وہ عذاب کو دیکھیں

اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ﴾

گے (تو سمجھ جائیں گے) کہ یقیناً ساری کی ساری قوت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے" (165)

سوال 1: مشرکوں کے دنیا اور آخرت کے حالات کی وضاحت ﴿وَمِنَ النَّاسِ ... شَدِيْدُ الْعَذَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ یہاں یہ بیان فرما رہا ہے کہ مشرکوں کا دنیا میں کیا حال ہے اور آخرت میں ان کا کیا انجام ہوگا، فرمایا:

(2) ﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾ "اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں" لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ہم سر بنا لیتے ہیں۔ انہیں وہ عبادت، محبت، تعظیم اور اطاعت میں اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں۔

(3) ﴿مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا﴾ "جو غیر اللہ کو شریک بناتے ہیں" جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم سر بناتے ہیں وہ تخلیق، رزق اور تدبیر میں اللہ تعالیٰ کے برابر قرار نہیں دیتے بلکہ صرف عبادت میں برابر قرار دیتے ہیں۔

(4) کوئی خود سے اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہے، لوگ غلط فہمی سے انہیں یہ درجہ دے دیتے ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ﴾ "اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک بنا لیے ہیں۔ آپ کہہ دیں تم ان کا نام پکارو، یا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جس کو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے؟ یا یہ ظاہری باتوں میں سے ہیں۔" (الرعد:33)

(5) ﴿يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾ "وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں" مشرک اپنے معبودوں سے اس طرح کی محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہے حالانکہ وہ کسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ جیسے نہیں ہیں۔ (i) کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہمسر نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ رب ہے اور باقی مربوب، وہ خالق ہے اور باقی مخلوق، وہ رازق ہے اور باقی مرزوق۔ (ii) اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور مخلوق محتاج ہے اس لیے برابر نہیں ہو سکتے۔ (iii) اللہ تعالیٰ کامل ہے اور مخلوق ناقص ہے۔

(iv) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں نفع و نقصان ہے اور مخلوق کو نفع و نقصان میں سے کسی چیز کا اختیار نہیں۔

(6) وہ باطل پرست ہے جو کسی فرشتے، نبی، بت، بزرگ یا کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں شریک ٹھہرا لیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے'' میں نے کہا یہ تو بہت بڑا گناہ ہے۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ فرمایا ''یہ کہ تم اپنے بچے کو اس خطرہ کی وجہ سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا'' میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔'' (بخاری:7520)

(8) جب انسان کسی ہستی کو اپنا معبود بناتا ہے تو اس کی عقیدت اور محبت کے جذبات اس کے لیے خالص ہو جاتے ہیں۔ انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے مجبور ہے کہ وہ کسی سے شدید محبت کرے۔ انسان کی فطرت کے اس خلا کو رب العالمین کی محبت سے پر ہونا چاہئے لیکن وہ اس کی جگہ دوسری ہستیوں کو ان کی کسی ظاہری خصوصیت کی بناء پر بٹھا لیتا ہے۔

(9) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں زیادہ شدید ہیں'' اہل ایمان کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوتی ہے اور اہل شرک دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں شریک کر لیتے ہیں۔

(10) اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ سے جو محبت اور اس کی معرفت حاصل ہے اور ان کے دلوں میں عظمت و توقیر اور توحید کا جو نقش بیٹھا ہوا ہے اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے بلکہ اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کی ذات گرامی پر توکل کرتے اور اپنے تمام امور میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (المصباح المنیر :1/368)

(11) ﴿وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا﴾ ''اور کاش! جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ دیکھ لیں'' یہاں اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں کو ظالم کہا ہے جو اللہ تعالیٰ جیسی محبت غیر اللہ سے کرتے ہیں۔

(12) جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کی اطاعت کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کے راستے سے روکتے ہیں اور ان کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اور آخرت میں جنت اور رب کی قربت سے دور کر دیتے ہیں، وہ ظالم ہیں۔

(13) ﴿اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ﴾ ''(اس وقت کو) جب وہ عذاب کو دیکھیں گے'' یعنی جب اپنی آنکھوں سے دوزخ کا عذاب دیکھیں گے۔

(14) ﴿اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ''یقیناً ساری کی ساری قوت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' اس وقت یقینی طور پر سب کو معلوم ہو جائے گا کہ قوت اور قدرت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی کی کوئی قوت اور قدرت نہیں ہے۔

(15) اس وقت جھوٹے معبودوں کی کمزوری اور بے بسی ظاہر ہو جائے گی۔

(16) ﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے'' اس وقت شرک کرنے والوں کو یقین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آجائے گا کہ ان کا گمان درست نہیں تھا۔ان کی تو ساری بھاگ دوڑ باطل کے لیے تھی جس نے عذاب واجب کر دیا۔

(17)اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے اپنی قوت کا شعور دلایا ہے کہ جو چیز اب تمہارے شعور کے اندر بیدار نہیں ہو پا رہی عذاب دیکھ کر بیدار ہو جائے گی لیکن آج بھی اگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں یقینی علم سے جان لو تو اس کی قوتوں کا یقین آجائے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی محبت کی فضیلت واضح کریں؟

جواب: (1)ایمان لانے کا لازمی تقاضا اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔یہ محبت مومن کا سرمایہ ہے۔اسی محبت کے لئے سبقت لے جانے والوں کو سبقت لے جانی چاہئے۔اسی کے لیے عمل کرنے والوں کو بڑھ چڑھ کر عمل کرنا چاہئے۔

(2)اللہ تعالیٰ کی محبت بادِ نسیم ہے جو عبادت کرنے والوں کے لیے راحت کا سامان بنتی ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اپنی ہمت، کوشش، اپنا وقت، صلاحیتیں، قوتیں، مال سبھی کچھ لگا دیتے ہیں۔

(4)اللہ تعالیٰ کی محبت دل کی عبادت اور اطاعت کی روح ہے۔ہر محبت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو اپنے لیے بڑا انعام سمجھتا ہے۔محبت میں اطاعت ناپسندیدہ نہیں رہتی، بوجھ نہیں رہتی۔اطاعت سے قوت ملتی ہے، لذت ملتی ہے۔

(5)محبت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول سب سے بڑی سرگرمی بن جاتا ہے۔

(6)محبت سے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا اشتیاق بڑھ جاتا ہے۔محبت میں انس ہے، رضا ہے، شوق ہے۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پالے گا، ایک یہ کہ وہ جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ عزیز ہوں اور دوسرے یہ کہ جو کسی بندے سے محض اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت کرے اور تیسری بات یہ کہ جسے اللہ تعالیٰ نے کفر سے نجات دی ہو پھر دوبارہ کفر اختیار کرنے کو وہ ایسا برا سمجھے جیسا آگ میں گر جانے کو برا جانتا ہے۔'' (بخاری:21)

(7)اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے مومن صالحین سے، انبیاء سے، اللہ تعالیٰ سے، دین سے اور محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے۔

(8)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اسے محبوب رکھو۔فرمایا: پس جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔پھر آسمان میں منادی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔" (صحیح مسلم:6705)

(9) اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے انسان میں وسعت آتی ہے۔ وہ انسانوں، جانوروں اور ہر مخلوق کے لئے شفیق ہو جاتا ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ کی محبت زندگی کا دھارا بدل دیتی ہے، تمنائیں بدل جاتی ہیں، دل چسپیوں کے مرکز بدل جاتے ہیں، سرگرمیاں بدل جاتی ہیں، تعلقات اور روابط بدل جاتے ہیں، دوستیاں، دشمنیاں بدل جاتی ہیں، معیارات بدل جاتے ہیں۔

(11) ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے دشمنی رکھی، اللہ تعالیٰ کے لیے دیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے روک لیا اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا (ورنہ اس کا ایمان ناقص ہے)۔"
(ابوداؤد:4681)

(12) اللہ تعالیٰ کی محبت زندگی میں کلی تبدیلی لے کر آتی ہے جیسی تبدیلی انبیاء اور ان کے ساتھیوں میں آئی۔ اسی لیے ایمان والے اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں۔ یا ارحم الرّاحمین! ہمیں اپنی محبت نصیب فرما دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَمَالِیْ وَاَهْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ﴾ "الٰہی میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ سے محبت کرنے والے کی اور ایسے عمل کی محبت جو مجھ کو پہنچا دے آپ کی محبت تک۔ الٰہی اپنی محبت میری طرف بہت محبوب کر دے، میری جان سے اور میرے مال سے اور میرے اہل سے اور ٹھنڈے پانی سے۔" (مشکوۃ باب جامع الدعا)

(13) ﴿اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِیْ حُبُّهٗ عِنْدَكَ اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ اَللّٰهُمَّ مَا زَوَيْتَ عَنِّیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ﴾ "اے اللہ! مجھ کو اپنی محبت عطا کر اور اس شخص کی محبت دے جس کی محبت مجھے تیرے نزدیک ہونے میں فائدہ دے۔ اے اللہ! جو تو نے مجھے عطا کیا ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں تو اس کو میرے ان کاموں کے لیے قوت کا سبب بنا دے جن سے تو محبت رکھتا ہے۔ اے اللہ! جو تو نے مجھ سے لے لیا ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں تو اس کو میرے ان کاموں کے لیے فراغت کا باعث بنا دے جس سے تو محبت کرتا ہے۔" (ترمذی:3491)

(14) اے اللہ! تیری محبت کے لیے سبقت لے جانے والے سبقت لے جاتے ہیں، تو ہمیں اپنی محبت نصیب فرما دے۔ اے اللہ! عمل کرنے والے تیری طرف بھاگتے ہیں، ہمیں بھاگنے والوں میں شامل فرما دے۔ اے ہر قوی سے زیادہ قوت والے! تیری محبت دلوں کی قوت ہے، دلوں کا سرور، امیدوں کی تکمیل اور زندگی کی روح ہے۔ الٰہی تیری محبت ہی سب سے بڑی دولت ہے۔ ہمیں اپنی محبت نصیب فرما دے۔ آمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: اللہ تعالیٰ سے محبت کا دین میں کیا درجہ ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ سے محبت دین کی اصل اور بنیاد ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ سے محبت واجب ہے۔ ایک دفعہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ابوالعباس سریج رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابن سریج رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے مخاطب ہو کر سوال کیا: کیا تمہارے علم کے مطابق کتاب اللہ میں کہیں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت فرض ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ''مجھے اس کا علم نہیں'' ابن سریج نے جواب دیا: ''اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے ماند پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (التوبہ:24)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت نہ کرنے پر شدید وعید سنائی گئی ہے اور وعید فرض ترک کرنے پر ہی ہوتی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ محبت فرض ہے۔ (شعب الایمان:365)

(3) اللہ تعالیٰ کی محبت ایمان کی روح اور اعمال کی بنیاد ہے۔ اگر بندے میں یہ ایمانی کیفیت نہ ہو تو اس کی حیثیت اس جسم کی سی ہے جو بے جان ہے۔

سوال 4: بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامتیں اور نشانیاں کیا ہیں؟

جواب: (1) بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت ہے: اس سے ملاقات کا بے تابی سے خواہش مند ہونا۔

(2) اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت، مناجات اور تلاوت میں سکون پانا۔ (3) صالح لوگوں سے محبت کرنا۔

(4) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرنا اور اس میں لذت محسوس کرنا۔ (5) مکروہات پر صبر کرنا۔ (6) ذکر الٰہی کا عادی ہونا۔

(7) خلوت میں اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت سے رونا۔ (8) قرآن مجید سے محبت اور لگاؤ۔

(9) نیک اعمال میں سستی پر حسرت و ندامت کا اظہار۔ (10) اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے ہیچ سمجھنا۔

(11) دوستی اور دشمنی کا معیار اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہونا۔ (12) مسلمانوں کے لیے نرم خو اور کافروں کے لیے شدت پسند ہونا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13)شرعی احکامات کی اتباع۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کی محبت کے اسباب اور ذرائع کون سے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا۔

(2)فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل ادا کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا۔

(3)زبان،دل اور اعضاء سے اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنا۔(4)اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر غور وفکر کرنا۔

(5)اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عبرت کے ارادے سے مشاہدہ کرنا۔(6)اللہ تعالیٰ کے آسمان سے نزول کے موقع پر مناجات کرنا۔

(7)قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

سوال6:اللہ تعالیٰ سے محبت کے کیا فوائد اور ثمرات ہیں؟

جواب:(1)جنت میں داخلہ اور جہنم سے دوری۔

(2)اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس سے محبت کرتی ہے اور اس کی مدح سرائی کرتی ہے۔

(3)انسانوں کی لعنت ملامت اور ان کے طعنوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔

﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ

"جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنہوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے

وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ﴾

اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل ٹوٹ جائیں گے"(166)

سوال : قیامت کے دن دیوی دیوتا اپنے پجاریوں سے بے زار ہوں گے،اس کی وضاحت﴿اِذْ تَبَرَّاَ... الْاَسْبَابُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا﴾"جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنہوں نے پیروی کی"قیامت کے دن دیوی دیوتا اپنے پجاریوں سے اظہار بے زاری کریں گے۔

(2)فرشتے اپنے پجاریوں سے بے زار ہو کر رب سے کہیں گے:ہم ان سے بے زار ہیں یہ ہمارے پجاری نہ تھے۔جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''وہ کہیں گے: ''پاک ہے تیری ذات، ان کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر ان ہی پر ایمان لانے والے تھے۔'' (سبا:41)

(3) جن اور شیطان بھی اپنے پجاریوں سے اظہار بے زاری کریں گے جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ (۵) وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ (۶)﴾ ''اور اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ ان کی دعا ہی سے غافل ہیں اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف:5،6)

(4) برائی کے تمام راہ نماؤں کا راہ نما شیطان برأت کا اظہار کرتے ہوئے کہے گا: ﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور شیطان کہے گا، جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا، چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو، یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا، ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے۔'' (ابراہیم:22)

(5) پیروی کرنے والوں سے وہ لوگ کہیں گے جن کی پیروی کی گئی تھی کہ جب تمہارے پاس یہ آیت آ چکی تھی تو کیا ہم نے تمہیں اس سے روک دیا تھا؟ کمزور لوگ کہیں گے تم نے ہمیں دھوکہ دیا۔ تم ہم سے کہتے تھے ہم اللہ تعالیٰ کو نہ مانیں اس کے ساتھ شریک ٹھہرائیں، تم نہ ہوتے تو ہم ایمان لے آتے۔

(6) جب پیروکاروں سے ان کے راہ نما برأت کا اظہار کریں گے تو ان کے سارے تعلقات منقطع ہو جائیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان تھے۔ وہ تعلقات اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں باطل پر تھے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس لیے وہ برباد ہو جائیں گے اور حسرت اور ندامت بن جائیں گے۔

(7) ﴿وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ﴾ ''اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالکل ٹوٹ جائیں گے' ان کے باہمی تعلقات، محبت، دوستیاں، رشتہ داریاں سب ختم ہوجائیں گے اور رہائی کے لیے ان کے سارے حیلے بہانے ختم ہوجائیں گے۔

(8) یہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پیروی کرنے کا انجام ہے۔ ان کے لیے عذاب مقدر ہوجائے گا، ان کے سب وسیلے ٹوٹ جائیں گے اور وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل ہوجائیں گے۔ کیا اس سے بڑا کوئی خسارہ ہوسکتا ہے؟

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ

''اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے: ''کاش ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہوتو ہم بھی ان سے بالکل بے تعلق ہو

كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ

جائیں جیسا کہ وہ ہم سے بالکل بے تعلق ہوگئے'' اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ

بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾

جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں'' (167)

سوال: قیامت کے دن مشرک شرک سے بے زار ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... مِنَ النَّارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا﴾ ''اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے: ''کاش ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہوتو ہم بھی ان سے بالکل بے تعلق ہوجائیں جیسا کہ وہ ہم سے بالکل بے تعلق ہوگئے'' قیامت کے دن مشرکوں کی حسرت ہوگی کہ کاش ہم دنیا میں جاتے اور ان سے اسی طرح بے زار ہوتے جس طرح آج یہ ہم سے بے زار ہیں۔ ہم انہیں ٹھوکریں مارتے، پرستش نہ کرتے، ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے۔

(2) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر لوگ جن کی پیروی کرتے رہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے رہے، ان کی بے وفائی کے بعد انتقامی طور پر یہ چاہیں گے کہ جیسے وہ ہم سے لاتعلق ہیں اسی طرح ہم بھی لاتعلق ہوکر دکھادیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے۔'' (الزخرف:67) اپنے اعمال کا برا انجام دیکھنے کے بعد اعمال کی اصلاح کے لیے انسان یہ چاہیں گے کہ انہیں لوٹا دیا جائے اور وہ اپنے انجام کو بہتر بنانے کی کوشش کرلیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) مشرک اپنی حسرتوں میں بھی جھوٹے ہوں گے کیونکہ اگر وہ لوٹا دیے جائیں تو پھر وہی کریں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:28)

(5) ﴿كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ﴾ ''اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا'' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال برباد ہوتے ہوئے دکھائے گا اور یہ حسرت سے اپنے اعمال کا برا انجام دیکھ لیں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاۗءً مَّنْثُوْرًا﴾ ''اور ہم ان کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اسے اڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔'' (الفرقان:23)

(6) ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ﴾ ''جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے۔'' (ابراہیم:18)

(7) ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے اعمال صحرا میں سراب جیسے ہیں جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے۔'' (النور:39)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر جہنمی جنت میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور کہتا ہے: کاش! اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا (تو میں جنت میں ہوتا) اور وہ (دیکھنا) اس کے لیے باعث حسرت بنے گا اور ہر جنتی جہنم میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور کہتا ہے: اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت نہ دیتا (تو میں اس جگہ ہوتا) اور وہ دیکھنا اس کے لیے باعث شکر بنتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (قیامت کے روز) کوئی آدمی یہ نہ کہے: افسوس میری اس تقصیر پر جو میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا رہا۔'' (الزمر:56) (سلسلۃ احادیث صحیحۃ:2034)

(9) ﴿وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾ ''اور وہ جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں'' ان الفاظ سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ جہنم میں داخلے کے بعد مشرک کبھی اس سے نکل نہیں سکیں گے۔

(10) آج جب کہ انسان دار العمل میں ہے، اللہ تعالیٰ اس کے شعور کو دار الجزا میں پہنچا کر اس حسرت اور پچھتاوے کو محسوس کرواتے ہیں جس کے بعد وہ دار العمل میں اپنا رویہ تبدیل کرنے کے لیے دل سے راضی ہو سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا

''اے لوگو! اس میں سے کھاؤ جو زمین میں ہے، حلال اور پاکیزہ اور تم شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو،

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

یقیناوہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' (168)

سوال 1: حلال اور پاکیزہ کھانے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ... طَيِّبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حلال اور پاکیزہ کھانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ﴾ ''اے لوگو!'' اے لوگو! اس میں مومن اور کافر دونوں شامل ہیں۔ (تفسیر منیر: 436/1)

(3) ﴿كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ ''اس میں سے کھاؤ جو زمین میں ہے حلال اور پاکیزہ'' اللہ تعالیٰ نے حلال اور پاکیزہ کھانے کا حکم دے کر حرام سے روکا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ساری کائنات کو روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے زمین کی تمام پاکیزہ چیزیں مباح کر دیں۔ ہر وہ چیز جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پابندی ختم ہو جاتی ہے، وہ حلال ہے اور ہر حلال چیز پاک ہوتی ہے۔

(4) حلال اشیاء نقصان دہ نہیں ہوتیں، نہ صحت کے لیے، نہ عقل کے لیے اور نہ ہی جسم کے لیے۔

(5) طیب سے مراد وہ چیزیں جو بالذات پاکیزہ ہوں اور جسم و عقل کے لیے نقصان دہ نہ ہوں۔ (ابن کثیر: 104/1)

(6) یعنی وہ خبیث اور ناپاک نہ ہو مثلاً مردار، خنزیر کا گوشت اور دیگر تمام ناپاک چیزیں۔

(7) اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہر قسم کے پھل، اناج اور حیوانات کھائیں جن کا کھانا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہو۔ یعنی نہ وہ غصب شدہ مال ہو، نہ حرام ذریعے سے حاصل کیا گیا ہو اور نہ کسی حرام کام پر اس سے مدد لی گئی ہو۔

(8) اس آیت میں اس امر کی دلیل ہے کہ انسان کا کم از کم اتنی خوراک کھانا فرض ہے جس سے اس کا ڈھانچہ کھڑا رہ سکے۔ اس آیت کے ظاہری حکم کے مطابق کھانا ترک کرنا گناہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 209/1)

سوال 2: شیطان کے قدموں پر چلنے کی ممانعت کی وضاحت ﴿وَّلَا تَتَّبِعُوْا ... مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شیطان کے قدموں پر چلنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الشَّيْطٰنِ﴾ ''اور تم شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو'' ﴿خُطُوٰتِ﴾ سے مراد شیطان کی راہیں ہیں جن پر ڈال کر وہ اپنے ماننے والوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 104/1)

(2) اس سے مراد شیطان کے راستے ہیں جن پر وہ چلاتا ہے یعنی کفر، فسق، ظلم اور باقی تمام گناہ۔ اس میں تمام حرام کھانے بھی شامل ہیں۔

(3) شیطان کے قدموں کی پیروی کرنے سے مراد ہے کہ شیطان کے پیچھے لگ کر اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنا جیسا کہ مشرکین اپنے بتوں کے نام جانور وقف کر کے انہیں اپنے لئے حرام کر لیتے تھے۔

(4) ایک حدیث قدسی میں ہے: ''میں نے اپنے بندوں کو جو مال دیا وہ ان کے لیے حلال کر دیا۔ میں نے اپنے بندوں کو توحید پر پیدا کیا پھر شیطان ان کے پاس آ کر انہیں ان کے دین سے دور ہٹا دیتا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے۔'' (مسلم: 7207)

(5) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دن بکری کا پایہ نمک لگا کر کھا رہے تھے۔ ایک شخص جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ ہٹ کر دور جا بیٹھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھاؤ۔ اس نے کہا: میں نہیں کھاؤں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا روزے سے ہو؟ کہا: نہیں میں تو اسے اپنے اوپر حرام کر چکا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ شیطان کی راہ چلنا ہے۔ اپنی قسم کا کفارہ دو اور کھا لو۔ (ابن کثیر: 241,240/1)

(6) ﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے لہٰذا اس سے بھاگو جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنا لو اسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔'' (فاطر: 6) اور فرمایا: ﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا﴾ ''تو کیا تم میرے بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے۔'' (الکہف: 50) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾ ''اور شیطان ارادہ رکھتا ہے کہ انہیں بہکا کر گمراہ کر دے، بہت دور کا گمراہ کرنا۔'' (النساء: 60) اور فرمایا: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ ''بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟'' (المائدہ: 91)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''یقیناً وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے'' (169)

سوال: شیطان کن کاموں کا حکم دیتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ رحیم و کریم ہے جس نے ہمیں خبر دی ہے کہ شیطان ہم سے دشمنی رکھتا ہے، اس سے بچنا چاہیے پھر اس کے ساتھ یہ آگاہ فرمایا کہ شیطان کن کاموں کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا:

(2) ﴿اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ﴾ ''یقیناً وہ تمہیں برائی کا حکم دیتا ہے'' یعنی شیطان ایسے شر کا حکم دیتا ہے جو کرنے والے کے لیے نقصان دہ ہے۔

(3) ﴿وَالْفَحْشَآءِ﴾ ''اور بے حیائی کا'' فواحش معاصی میں شمار ہوتے ہیں جن کی قباحت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے مثلاً زنا، شراب نوشی، قتل، ناحق تہمت اور بخل وغیرہ۔ سب ان کاموں میں سے ہیں جن کو ہر عقل مند برا سمجھتا ہے۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ السوء اس برائی کو کہتے ہیں جس میں کوئی شرعی حد متعین نہ ہو اور فحشاء وہ برائی ہے جس کے ارتکاب پر شرعی حد متعین ہو۔ (ابن کثیر)

(5) ﴿وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے'' اس میں اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی تقدیر کے بارے میں کسی علم کے بغیر بات کرنا بھی شامل ہے۔ (تفسیر سعدی: 210/1)

(6) جو کوئی دلیل کے بغیر یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز حلال کی ہے اور فلاں حرام کی ہے یا فلاں حکم دیا ہے یا فلاں سے روکا ہے تو وہ علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف بات منسوب کرتا ہے۔

(7) شیطان انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ خود ساختہ پابندیوں کو اللہ تعالیٰ کے نام سے منسوب کرو پھر انسان اللہ تعالیٰ کے نام پر وہ باتیں کہتا ہے جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں ہوتی۔

(8) رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا: ''سنو! میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان باتوں کی تعلیم دوں جو تمہیں معلوم نہیں اور اللہ تعالیٰ نے آج مجھے ان کا علم عطا کیا ہے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) ہر مال جو میں نے کسی بندے کو عطا کیا (اس کی قسمت میں لکھا) حلال ہے اور میں نے اپنے تمام بندوں کو (حق کے لیے) یکسو پیدا کیا پھر شیاطین ان کے پاس آئے اور انھیں ان کے دین سے دور کھینچ لیا اور جو میں نے ان کے لیے حلال کیا تھا انہوں نے اسے ان کے لیے حرام کر دیا اور ان (بندوں) کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں جس کے لیے میں نے کوئی دلیل نازل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کی تھی۔" (مسلم:7207)

(9) شیطان انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ کسی جانور میں پراسرار صفات ہوتی ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہیں، ان سے برکت کی امید رکھی جاسکتی ہے، وہ کام بنا سکتے ہیں۔ یہ سب توہمات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا شیطان سے حلال وحرام کے قوانین لینے کا نتیجہ ہے۔

(10) نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے قریب میری امت میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو شراب کا کوئی دوسرا نام رکھ کر اس کو حلال بنالیں گے۔ (بخاری کتاب الاشربہ)

(11) اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے بات کرنے میں بہت سی چیزیں داخل ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار کرنا یا اس کی تاویل کرنا، اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنانا، بغیر علم وبصیرت کے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیز حلال اور وہ چیز حرام کی ہے، اس کام کا حکم دیا ہے اور اس سے منع کیا ہے اور اس سلسلے کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ کوئی گمراہ فرقہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کے کلام کی تاویل کر کے اپنی گمراہی کو حق ثابت کرنے کے لیے دلیل فراہم کرے۔ (تیسیر الرحمن:92/1)

(12) بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی طرف بات منسوب کرنا حرام ہے۔ یہ شیطان کا سب سے بڑا راستہ ہے۔

(13) شیطان برائی، بے حیائی، توہم پرستی، جاہلانہ رسوم ورواج اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کا حکم دیتا ہے۔ اس اعتبار سے جو شخص بھی انسان کو برائی کی ترغیب دلائے، بے حیائی پر آمادہ کرے، رسوم ورواج کی پابندی کے لیے مجبور کرے اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ پر بات کرے وہ شیطان ہے۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم

اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾

نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگر چہ ان کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟" (170)

سوال: مشرک تقلید کرتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... يَهْتَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے آباء کی اندھی تقلید کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ "اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے" اس سے مراد یا تو قرآن ہے یا تورات ہے کیونکہ تورات بھی محمد ﷺ کے اتباع ہی کا حکم کرتی ہے۔ (تفسیر مظہری:211/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ ''وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے'' آباء کی اندھی تقلید کرنے والے مشرکوں سے جب کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہ اپنے بڑوں کی سنت پر قائم رہتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے، اور کیا اگر چہ ان کے آباؤ اجداد کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟'' (المائدہ:104)

(3)ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام کی دعوت دی اور جنت کی رغبت دلائی اور عذاب سے ڈرایا تو رافع بن حریملہ یہودی اور مالک بن عوف یہودی نے کہا: اے محمد! ہم آپ کی اتباع نہ کریں گے بلکہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اسی پر چلیں گے کیونکہ وہ ہم سے زیادہ عالم اور ہم سے اچھے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر مظہری:211/1)

(4)ان لوگوں نے انبیاء پر ایمان لانے سے بے رغبتی اختیار کی، اپنے آباؤ اجداد پر اکتفا کیا حالانکہ وہ جاہل اور گمراہ تھے۔

(5)اللہ تعالیٰ نے آباء کی اندھی تقلید کرنے والوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:﴿اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''کیا اگر چہ ان کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟'' یعنی وہ دین کی سمجھ نہ رکھتے ہوں، نہ ہدایت پاتے ہوں۔ (زادالمسیر:755/1) کیا پھر بھی وہ ان ہی کی تقلید کرتے رہیں گے؟

(6)﴿وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور وہ ہدایت نہ پاتے ہوں'' یعنی اگر باپ دادا نہ نفع مند علم رکھتے ہوں نہ عمل صالح کی توفیق پھر بھی ان کی پیروی کرو گے؟ (7) وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہ سمجھتے ہوں اور دین کی طرف ہدایت نہ پاتے ہوں۔ (تفسیر الوسیط:254/1)

(8)اس آیت سے ایسے شخص کی تقلید کرنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نہ علم رکھتا ہو اور نہ دین کی سمجھ رکھتا ہو۔

(9)(اس آیت میں) ایسے شخص کی اتباع کا جواز ہے جو علم رکھتا ہو، اس کے اقوال و آراء وحی الٰہی اور کتاب و سنت سے ماخوذ ہوں۔ (ایسر التفاسیر:82)

﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاۗءً وَّنِدَاۗءً ۭ

''اور ان لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو پکارتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں سمجھتے" (171)

سوال: مشرک جانوروں کی طرح ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ ... لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہاں ان مشرکوں کی مثال دی گئی ہے جو آباؤاجداد کی تقلید کی وجہ سے عقل سے کام نہیں لیتے اور حق کو قبول کرنے کی بجائے اندھادھند اپنے آباؤاجداد کی پیروی کرتے ہیں۔

(2) ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً﴾ "اور ان لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو پکارتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے" یہاں ﴿دُعَآءً﴾ دعا سے مراد قریب کی آواز ہے اور ﴿وَّنِدَآءً﴾ نداء سے مراد دور کی آواز ہے۔

(3) ان کی مثال ان جانوروں کی طرح ہے جن کو چرواہا پکارتا ہے اور وہ آواز سنتے تو ہیں مگر سمجھتے نہیں کہ انہیں کیوں پکارا جا رہا ہے؟ اسی طرح آباؤاجداد کی تقلید کرنے والے کافر ہیں جو حق کی آواز نہیں سنتے گویا یہ بہرے ہیں، حق ان کی زبان سے نہیں نکلتا گویا یہ گونگے ہیں اور حق دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے گویا یہ اندھے ہیں۔

(4) ﴿صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ﴾ "وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں" اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے سے انکار کرنے والوں کو بہرہ، گونگا اور اندھا قرار دیا گیا ہے۔ ناسمجھی کی اس مثال کے دو پہلو ہیں: (i) ان لوگوں کی حالت نادان جانوروں جیسی ہے جو اپنے چرواہوں کے پیچھے جاتے ہیں اور سوچے سمجھے بغیر ان کی آوازوں پر حرکت کرتے ہیں۔ اس حرکت کے دوران نہ وہ کچھ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں۔ اس طرح وہ بہرے، گونگے اور اندھے بن کر چرواہے کے پیچھے چلتے چلے جاتے ہیں۔ یہی معاملہ آباؤاجداد کی تقلید کرنے والوں کا ہے، انہیں رسوم و رواج کے واضح نقصانات نظر آئیں گے تو بھی اندھے بنے رہتے ہیں، انہیں سمجھاؤ تو سمجھتے نہیں۔

(ii) حق کی دعوت دینے والا جب ایسے افراد کو دعوت دیتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی بات کی سچائی کا عملی تجربہ ہوتا ہے کہ نہ وہ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔

(5) ﴿فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ "سو وہ نہیں سمجھتے" جن حواس کی مدد سے انسان عقل کو کام میں لاتا ہے ان کو کافروں نے معطل کر رکھا ہے۔ اس وجہ سے ان کی عقل کام نہیں کرتی اور وہ کچھ نہیں سمجھتے کہ حق کی دعوت کیا ہے؟

(6) وہ نصیحت کو نہیں سمجھتے۔ (الاساس: 327/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو،

اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾

اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو'' (172)

سوال 1: طیب رزق کھانے اور شکر کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... تَعْبُدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اہل ایمان کو پاک چیزیں کھانے اور شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کیا ہے کیونکہ وہ ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور اس کے نواہی سے رکتے ہیں۔

(2) ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ''پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے عام حکم دینے کے بعد اہل ایمان کو پاک چیزیں کھانے کا خاص حکم دیا اور اس حکم پر اپنا شکر ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے رسولو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں۔'' (المومنون:51) اور فرمایا: ''اے ایمان والو! ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں سے کھاؤ۔'' (البقرہ:172) پھر ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے، پریشان بال، جسم گرد آلود، اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے: اے رب! اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو! (مسلم:2346)

(4) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حلال کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ پاک رزق کو ایمان والوں کے لیے مباح کیا ہے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے: ''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے اب جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو کسی کی چراگاہ کے گرد اپنے جانوروں کو چراتا ہے قریب ہے کہ وہ چراگاہ میں جا گھسیں، سن لو! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے، سن لو! اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کی زمین میں حرام کردہ چیزیں ہیں۔ (بخاری) سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے یہ بات یاد رکھی ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور وہ اختیار کرو جو شک میں نہیں ڈالتی۔ (احمد)

(5) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ طیبات سے مراد وہ کھانے ہیں جو عقل و اخلاق کے لیے نفع بخش ہیں۔ اور اس کے مقابلے میں خبائث ان کھانوں کو کہتے ہیں جو عقل و اخلاق کے لیے نقصان دہ ہیں اور شراب تمام خبیث کھانوں کی اصل ہے اس لیے کہ وہ عقل و اخلاق میں فساد ڈال دیتی ہے۔ (تیسیر الرحمن:92/1)(تفسیر قاسمی:37/3)

(6) یعنی جس نے رزق دیا وہ حق رکھتا ہے کہ پابندیاں لگائے، حرام قرار دے یا ان کو کھول دے یعنی حلال قرار دے لہٰذا حلال و حرام کی خود ساختہ پابندیاں توڑ ڈالو۔

(7) ﴿وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہی اس کا شکر گزار ہو سکتا ہے۔

(8) جس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی اور جس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا تقاضا ہے کہ جاہلیت کی پابندیاں اور رسوم و رواج توڑ ڈالیں جو باپ دادا اور مذہبی پیشواؤں نے لگا رکھی تھیں۔

سوال 3: کھانے پینے کی اشیاء استعمال کرتے ہوئے کیسے احساسات انسان کے اندر ابھرنے چاہئیں؟

جواب: (1) شکر کے احساسات۔ (2) اطاعتِ الٰہی کے احساسات۔ یعنی یہ کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور اسی کے حکم کے مطابق کھا رہے ہیں۔ یہ احساس انسان کے اندر اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی عبادت کا جذبہ ابھارتا ہے۔

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور کچھ پیتا ہے تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم:6932)

(4) سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ کھاتے یا پیتے تو فرماتے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَ وَسَقٰى، وَسَوَّغَهُ، وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا﴾ ''تمام شکر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے کھلایا، پلایا اور اس کو حلق سے اتارا اور اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنایا۔'' (سنن ابی داود:3851)

(5) سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، طیب اور برکتوں والا، نہ ایسا شکر جو ایک بار کافی ہو، نہ ایسا کہ جسے چھوڑ دیا جائے اور نہ ایسا کہ جس کی کچھ ضرورت باقی نہ رہے۔" (سنن ابی داؤد: 3849)

(6) اس آیت کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا شکر نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی۔ جیسے جس نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور وہ اس کا حکم بجالایا۔

(7) یہ آیت کریمہ اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ پاکیزہ رزق کھانا اعمال صالحہ اور ان کی قبولیت کا سبب ہے۔

سوال 4: نعمتوں کے ذکر کے بعد شکر بجالانے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: نعمتوں کے ذکر کے بعد شکر بجالانے کا حکم دیا ہے، کیونکہ شکر موجودہ نعمتوں کی حفاظت کرتا ہے اور غیر موجود نعمتوں کے حصول کا باعث بنتا ہے جیسے کفر غیر موجود نعمتوں کو مزید دور کرتا ہے اور موجود نعمتوں کو زائل کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 213/1)

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے مردار اور خون اور سؤر کے گوشت کو اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔ پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے، اس

اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

حال میں کہ نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (173)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے کن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ ... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں ان چیزوں کو بیان کیا گیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے: (i) مردار۔ (ii) خون۔ (iii) سؤر کا گوشت۔ (iv) ہر وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔

(2) ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار حرام کیا ہے" اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار کو حرام کیا ہے خواہ وہ کسی بھی طریقہ سے مرا ہو، طبعی موت سے یا کہیں سے گر کر یا لاٹھی لگنے سے یا سینگ کی ضرب سے یا کسی درندے نے مار ڈالا ہو، سب صورتوں میں حرام ہے۔

(3) دو مردار حلال ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہمارے لیے دو مردے اور دو خون حلال کر دیئے گئے ہیں۔ دو مردوں سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون سے مراد کلیجی اور تلی ہیں۔" (ابن ماجہ: 3314)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) مردار کو حرام کیے جانے میں گہری حکمت ہے: (i) ہر انسان جو فطرت سلیم رکھتا ہو، مردار کو ناپسند کرتا ہے۔ (ii) مردار کھانے سے انسان کا بدن متاثر ہوتا ہے کیونکہ مردار میں کئی قسم کے جراثیم جمع ہو جاتے ہیں جو انسان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسان کو نقصان سے بچانا چاہتے ہیں اس لیے مردار حرام ہے۔

(iii) جو چیز انسان کے بدن پر اثر انداز ہوتی ہے اس سے انسان کی روح اور اس کا اخلاق بھی متاثر ہوتا ہے جیسے گدھ مردار کھاتا ہے اگر کوئی گدھ کھائے تو اس کی روح اور اس کا اخلاق بھی اس سے متاثر ہوگا۔ اس لیے مردار حرام ہے۔

(iv) کیا کوئی مہذب اور شائستہ قوم مردار کھانے کے لئے آمادہ ہو سکتی ہے؟ یہ ازمنہ وحشیہ کی یادگار ہے۔ چنانچہ اب بھی وہ قومیں جو تہذیب وتمدن کی برکات سے محروم ہیں، مردار کھاتی ہیں اور شرفاء اسی وجہ سے ان سے نفرت کرتے ہیں۔ نیز مردار خوری سے پست وذلیل قسم کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں جن میں کوئی زندگی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ مردار خور قومیں ادنیٰ درجہ کی عادات میں مبتلا رہتی ہیں۔ (سراج البیان: 60,59/1)

(v) مردار ناپاک اور خراب ہونے کی بنا پر ضرر رساں ہوتا ہے اور اکثر وبیشتر مردار کسی بیماری سے مرتا ہے پس وہ مرض میں اضافہ کا ہی باعث ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 213/1)

(5) ﴿وَالدَّمَ﴾ ''اور خون'' دم مسفوح یعنی بہتا ہوا خون۔ وہ خون حرام ہے جو جانور کی رگوں سے بہا دیا گیا ہو۔ اس کے برعکس جو خون گوشت کے ساتھ لگا ہوا ہو وہ بالاجماع حلال ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں گوشت پکاتی تو ہنڈیا کے اوپر خون کی وجہ سے زردی سی آجاتی، نبی ﷺ اسے تناول فرما لیتے اور اس پر انکار نہ فرماتے۔ (فتح القدیر: 215/1)

(6) خون کھانے میں وحشت وبربریت مترشح ہے۔ اس سے خون خواری کے جذبات بڑھتے ہیں۔ خون صحت انسانی کے لیے سخت مضر ہے بالخصوص معدے اور دانتوں کے لیے۔ عرب خون کو باقاعدہ منجمد کر کے کھاتے تھے اس لئے اس کا ذکر فرمایا۔ (سراج البیان: 60,59/1) (7) جگر اور تلی حلال ہیں جو منجمد خون ہی ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ)

(8) ﴿وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ﴾ ''اور سوَر کا گوشت'' خنزیر یا سوَر جو نجس عین ہے اس کا صرف گوشت کھانا ہی حرام نہیں بلکہ یہ زندہ ہو یا مردہ اس کی کسی بھی چیز سے استفادہ جائز نہیں۔ جدید تحقیقات کے مطابق خنزیر کے خون، گوشت اور انتڑیوں میں ایک خطرناک کیڑا موجود ہوتا ہے جو لمبے دھاگے (tape worm) کی شکل میں ہوتا ہے اور اس کے انڈے ملفوف ہوتے ہیں۔

(9) سوَر کے کھانے میں کئی خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ اس کے گوشت میں جراثیم کثرت سے ہوتے ہیں جنہیں دودۃ الخنزیر کہتے ہیں اور وہ مضر ہوتے ہیں۔ دوسرے اس کے قلب کے گرداگرد ایک خاص قسم کی چربی پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے قلب کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرکت میں خلل آجاتا ہے۔اسے ''نسشحم'' کہتے ہیں۔اطبائے امریکہ کا خیال ہے کہ فوری موت جو حرکت قلب کے بند ہونے سے واقع ہوتی ہے اکثر و بیشتر سؤر کھانے کا نتیجہ ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہاں کی ایک سوسائٹی نے اس کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا ہے اور وہ اس کی سخت مخالفت کر رہے ہیں۔اور ایک وجہ یہ ہے کہ خنزیر کھانے سے بے غیرتی پیدا ہوتی ہے۔دیکھ لو خنزیر کھانے والی قومیں غیرت وحمیت کے تمام جذبات سے محروم ہیں اور فواحش میں حد اعتدال سے بڑھ رہی ہیں۔(سراج البیان:1/59,60)

(10)﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ ''اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے'' اس میں وہ جانور آجاتے ہیں جو جاہل مسلمان اپنے فوت ہونے والے، بزرگوں کی محبت اور عقیدت میں، ان کی رضا اور ان کا قرب حاصل کرنے کے لئے یا ان سے ڈرتے ہوئے یا ان سے امیدیں رکھ کر قبروں اور آستانوں پر ذبح کرتے ہیں یا مجاوروں کو بزرگوں کے نام پر دے آتے ہیں۔بزرگوں کی نیاز کے لئے جو بکرے ذبح کئے جاتے ہیں یا کسی بزرگ کے مزار پر دیئے جاتے ہیں ان جانوروں کو ذبح کرتے وقت خواہ اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے یہ حرام ہی ہوں گے۔

(11)وہ چیزیں ''جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے'' اس لیے حرام ہیں کہ ان کا رخ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی اور کی طرف کر دیا جاتا ہے۔تو اس طرح توجہ کا مرکز بدل جاتا ہے، ضمیر خالص نہیں رہتا، روح پاک نہیں رہتی، دل اللہ تعالیٰ کے لیے سالم نہیں رہتا، عقیدہ ونظریہ پاک نہیں رہتا۔یہ اسی طرح ناپاک ہے جیسے دوسری نجاستیں ناپاک ہوتی ہیں۔

(12)غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے جانے والے جانوروں کے حرام ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ (i)ان کو ذبح کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں ہوتا بلکہ قبر والوں کی رضا ہوتا ہے جو کہ شرک ہے۔(ii)ان کے حرام ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کو ذبح کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا بزرگوں کی تعظیم ہوتا ہے جو کہ شرک ہے۔

(iii)ان کے حرام ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ ان جانوروں کو ذبح کرنے کے پیچھے بعض اوقات غیر اللہ کا خوف ہوتا ہے جو کہ شرک ہے۔

(iv)ان کے حرام ہونے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ ان جانوروں کو ذبح کر کے غیر اللہ سے امیدیں باندھی جاتی ہیں جو کہ شرک ہے۔غیر اللہ کی رضا، تعظیم، ان سے خوف رکھنا، ان سے امیدیں باندھنا یہ سب شرک ہے۔حدیث میں ہے: ﴿مَلْعُوْنٌ مَّنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ ''وہ ملعون ہے جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا۔'' (صحیح الجامع الصغیر للالبانی:1024)

(13)سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عہد رسالت میں یہ نذر مانی کہ بوانہ جا کر اونٹ نحر کروں گا۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نذر کی خبر کی۔فرمایا: ''جاہلیت کے استھانوں میں سے کوئی استھان تو وہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں تھا؟" صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: "وہاں کوئی تہوار تو نہیں منایا جاتا تھا؟" بولے نہیں۔ فرمایا: "اپنی نذر پوری کر لے کیونکہ اس نذر کا پورا کرنا منع ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو۔" (سنن ابی داود :3313) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا گیا کہ عجمی لوگوں کے تہواروں میں ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے یا نہیں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو جانور خاص اس دن کے لیے ذبح ہوں ان کو مت کھاؤ۔ (قرطبی:32)

(14) ﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ "جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے" جو چیزیں بھی غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز اور چڑھاوے کی ہوتی ہیں وہ اسی کے تحت آتی ہیں جو حرام ہیں۔ مثال کے طور پر (i) قبروں کے اردگرد سے خرید کر یا وہاں لے جا کر دیگیں، مٹھائی اور پیسے وغیرہ فقراء اور مساکین کو تقسیم کرنا۔ (ii) نذر و نیاز کے پیسے صندوقچی میں ڈالنا۔

(iii) عرس کے موقع پر دودھ وغیرہ پہنچانا۔ یہ سب کام ناجائز اور حرام ہیں کیونکہ یہ سب غیر اللہ کی نذر و نیاز کی صورتیں ہیں۔

سوال 2: کیا اللہ تعالیٰ نے صرف آیت میں بیان کردہ چار چیزوں کو حرام قرار دیا ہے یا اس کے علاوہ بھی کئی چیزیں حرام ہیں؟

جواب: یہاں حرام کا تذکرہ مشرکین کے اس فعل کے حوالے سے آیا ہے کہ وہ حلال جانوروں کو بھی حرام قرار دے لیتے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ وہ حرام نہیں، حرام تو یہ چار چیزیں ہیں۔ اس کے علاوہ بھی حرام چیزیں ہیں جن کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔ جن جانوروں کی حرمت حدیث سے ثابت ہے وہ بھی حرام ہیں مثلاً گدھا، کتا وغیرہ۔

سوال 3: حدیث میں جانوروں کی حلت و حرمت کے کیا اصول بیان کیے گئے ہیں؟

جواب: حدیث میں جانوروں کی حلت و حرمت کے لیے دو اصول بیان کیے گئے ہیں: (1) درندوں میں ذو ناب (وہ درندہ جو کچلیوں سے شکار کرے) حرام ہیں۔ (2) پرندوں میں ذو مخلب (جو پنجے سے شکار کرے) حرام ہیں۔

سوال 4: حرام چیزیں کھانے کی اجازت کس صورت میں دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنِ ... رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ضرورت اور احتیاج کے وقت جب کہ کھانے کی دوسری چیزیں موجود نہ ہوں، حرام کھانے کی بھی اجازت دی ہے۔ (المصباح المنیر :376/1) فرمایا: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ "پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے"

(2) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ اضطرار اور بے بسی کے وقت اتنا کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں جس سے بے بسی اور اضطرار ہٹ جائے۔ (ابن کثیر :243/1) یعنی جو کوئی بھوک، موت، جبر یا خوف کی وجہ سے حرام کھانے پر مجبور ہو جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)''اضطرار'' یا مجبوری کی حالت سے مراد ایسی حالت ہے جب بھوک یا پیاس سے جان پر بن گئی ہو، بیماری کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور حرام کے سوا کوئی اور چیز میسر نہ ہو۔

(4)﴿غَيْرَ بَاغٍ﴾''نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو'' بغاوت کرنے والے سے مراد ہے ڈاکو، چور، مسلمان بادشاہ پر حملہ کرنے والا، گناہ کے لیے نکلنے والا، حرام کو حلال سمجھنے والا، لذت کا خواہش مند یا مزے لے کر کھانے والا، ایسے لوگوں کو اضطرار کی حالت میں بھی حرام چیزیں کھانے کی اجازت نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:106/1)

(5)یعنی جو شدت کی بھوک نہ ہونے اور حلال کھانے پر قدرت رکھنے کے باوجود حرام کھانے کا طلب گار نہ ہو۔

(6)﴿وَّلَا عَادٍ﴾''اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو'' یعنی اضطراری حالت میں جتنی مقدار اس کے لیے حرام کھانا جائز ہو اس مقدار سے نہ بڑھے۔(7)حرام چیز کے چند قطرے یا چند لقمے یا چند گھونٹ جو جان بچا سکتے ہیں، یہ ضرورت کی حد ہے۔

(8)﴿فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾''تو اس پر کوئی گناہ نہیں'' یعنی اضطراری حالت میں حرام کھانے پر اس پر کوئی گناہ نہیں۔

(9)اگر بھوک یا پیاس سے کسی کی جان پر بن گئی ہو یا بیماری کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور حرام کے سوا کوئی اور چیز میسر نہ ہو، ایسی صورت میں اگر کوئی نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر حرام کھانے میں کوئی گناہ نہیں۔

(10)اگر اضطراری حالت میں کوئی حرام نہیں کھاتا اور مر جاتا ہے تو وہ خودکشی کا مرتکب ہوگا۔ (تفسیر سعدی:214/1)

(11)ایسی حالت میں حرام کھانا فرض ہو جاتا ہے۔

(12)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ہے'' یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا غفور ہے جو اضطرار میں حرام کو حلال کر دیتا ہے۔ (فتح القدیر:217/1)

(13)﴿رَّحِيْمٌ﴾''نہایت رحم والا ہے'' جو اپنے بندوں کی زندگی کی بقا کے لیے انہیں حرام کی رخصت دیتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ

''یقیناً جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سے نازل کیا ہے اور اس کے بدلے میں وہ تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں،

اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ بھی نہیں کھا رہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے" (174)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی کتاب کو چھپانے والوں کو کیا وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... اَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی کتاب کو چھپانے والوں کو اس آیت میں وعید دی گئی ہے کہ: (i) کتاب کی تعلیمات چھپانے سے جو دنیا کی تھوڑی سی اُجرت لے کر کھائیں گے، یہی اُن کے پیٹ کی آگ بنے گی۔ (ii) قیامت کے دن ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بنے گی۔ (iii) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کریں گے۔ (iv) ان کو پاک کرنے اور ان کی مغفرت کا اہتمام نہیں ہوگا۔ (v) اُن کے لیے دردناک سزا ہوگی۔

(2) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ﴾ "یقیناً جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سے نازل کیا ہے" اس سے مراد یہود ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں موجود نبی ﷺ کی ان صفات کو چھپایا جو آپ ﷺ کی رسالت کے ثبوت کے بارے میں تھیں۔

(3) یہودی دنیاوی ریاست کے چھن جانے کے خوف سے نبی ﷺ کی رسالت کے ثبوت کو چھپاتے تھے۔ انہیں یہ ڈر بھی تھا کہ اگر اہل عرب آپ ﷺ کی اطاعت قبول کر لیں گے تو ہمیں چھوڑ دیں گے۔ اس طرح عربوں سے تحائف کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ (4) یہودی کل بھی حق چھپاتے تھے اور آج بھی چھپاتے ہیں۔

(5) ﴿وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ "اور اس کے بدلے میں وہ تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں" یعنی انہوں نے دنیا کے معمولی اور حقیر فائدوں کی خاطر حق کو چھپایا اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین پر ایمان لانے کی بجائے دنیا خرید لی۔ یوں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیمات کو دنیا کے فائدوں کی بھینٹ چڑھا کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تھوڑی قیمت کے بدلے بیچ دیا۔

(6) ﴿ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ "تھوڑی قیمت" اس سے مراد دنیوی منفعت ہے۔ (المصباح المنیر: 378/1)

(7) ﴿اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ﴾ "یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ بھی نہیں کھا رہے" حق چھپانے والوں کو وعید دی گئی ہے کہ حق چھپانے سے جو دنیا کی تھوڑی سی اجرت لے کر کھائیں گے، یہی ان کے پیٹ کی آگ بنے گی۔

(8) جزا عمل کی جنس سے ہوگی، ان کی کمائی بدترین اور حرام طریقے سے آئی تو جزا بھی اسی کے مطابق آگ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات نہ کرے گا'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس لیے ان سے بات نہیں کرے گا کہ وہ یہودیوں سے ناراض ہے کیونکہ انہوں نے جان بوجھ کر حق کو چھپایا۔

(10)﴿وَلَا يُزَكِّيْهِمْ﴾ ''اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا'' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہودیوں کو پاک نہیں کرے گا یعنی ان کے گناہ معاف نہیں کرے گا اور انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

(11) اللہ تعالیٰ انہیں برے اخلاق سے پاک نہیں کرے گا۔

(12) تزکیہ کا سب سے بڑا سبب کتاب اللہ پر عمل کرنا، اس کو راہ نما بنانا اور اس کی طرف دعوت دینا ہے۔ انہوں نے کتاب اللہ کو دور پھینک دیا، اس سے روگردانی کی، ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اور مغفرت کو چھوڑ کر عتاب اختیار کیا۔ (تفسیر سعدی:215/1)

(13)﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے'' یہ مکمل طور پر نظر انداز کر دیئے جائیں گے اور ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں دردناک عذاب دے گا۔ یہ لوگ جہنم کے قابل ہیں۔ کیسے اس آگ کو برداشت کریں گے!

سوال 2: آج کے دور میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کو دنیا کے فائدوں کی بھینٹ کیسے چڑھایا جاتا ہے؟

جواب: (1) آج کے دور میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں غلط فہمیاں ذہن میں رکھ کر اسے دنیا کے فائدوں کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے مثال کے طور پر کتاب زندگی کے لیے راہ نمائی ہے لیکن کتاب سے صرف دنیا کی بہتری اور اس کے فائدوں کو وابستہ کر لینا جیسے کتاب کی تعلیم کی بجائے اس کے الفاظ پڑھ کر دنیا کے نقصانات سے بچنے اور دنیا کے فوائد کے حصول کے لیے مجالس منعقد کرنا۔ اس طریقے سے دراصل کتاب کے آنے کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

(2) کتاب کے ذریعے ایسے فتوے دینا جن سے لوگ راضی ہو جائیں اور نذرانے پیش کریں۔

(3) کتاب کو دنیا کے فائدوں کے حصول کے لیے پڑھنا، پڑھانا وغیرہ۔

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ

''یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو اور بخشش کے بدلے میں عذاب کو خریدا ہے، سو وہ

اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ﴾

آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں!'' (175)

سوال: یہود ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب کے خریدار کیسے بن گئے، اس کی وضاحت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اُولٰٓئِكَ... النَّارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو خریدا ہے'' یہاں ضلالت سے مراد نبی ﷺ کی بعثت کی بشارت اور آپ ﷺ کی تصدیق اور اتباع کو چھپانا ہے۔ ہدایت کا راستہ آپ ﷺ کی صفات کے اظہار کا راستہ تھا۔ یہود نے نبی ﷺ کی رسالت کو قبول کرنے کے بدلے میں چھپایا، یوں ہدایت کے بدلے گمراہی کے خریدار بن گئے۔

(2)﴿وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ﴾ ''اور بخشش کے بدلے میں عذاب کو خریدا ہے'' مغفرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہوں کی بخشش ہے۔ انہوں نے مغفرت کے بدلے اللہ تعالیٰ سے قہر اور عذاب کا سودا کر لیا۔ نبی ﷺ کی صفات کا اظہار یہود کے لیے مغفرت کا ذریعہ تھا۔ انہوں نے اسے چھپایا اور عذاب اختیار کیا۔ یوں وہ مغفرت کے بدلے عذاب کے خریدار بن گئے۔ وہ گناہوں میں ڈوب کر آگ والے عذاب کی شدتوں پر صبر کر گئے۔ یہی ان کی تجارت تھی، جو بری تجارت تھی۔

(3) کچھ دے کر کچھ لینا تجارت کہلاتا ہے۔ حق چھپا کر ہدایت سے منہ پھیرا جاتا ہے اور گمراہی خریدی جاتی ہے۔ مغفرت سے محروم ہو کر دائمی عذاب خریدا جاتا ہے۔ اس لیے حق چھپانے کو تجارت سے تشبیہ دی گئی ہے جو بہت بری تجارت ہے۔

(4)﴿فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ﴾ ''سو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں!'' یہود کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی تصدیق نہ کرنے، ان کی اتباع چھوڑنے اور ان کی صفات کو چھپانے کے نتیجے میں آگ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے سو وہ ان گناہوں میں ڈوب کر آگ کے عذاب پر راضی ہو گئے۔ کس چیز پر انہوں نے صبر کیا! یہاں رب العزت نے حیرت کا اظہار کیا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ﴾

''اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو یقیناً حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا بلاشبہ وہ بہت دور کی مخالفت میں ہیں'' (176)

ع 21 9 5

سوال: یہود شدید عذاب کے مستحق کس وجہ سے قرار پائے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ... بَعِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو یقیناً حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے'' یہ عذاب شدید کے مستحق اس لیے قرار پائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ پر اور آپ سے سابقہ انبیاء کرام پر اپنی کتابوں کو اس لئے نازل فرمایا تھا کہ ان سے حق حق اور باطل باطل ثابت ہو جائے مگر ان لوگوں نے آیات الٰہی کا مذاق اڑایا۔ان کی کتاب نے انہیں حکم تو یہ دیا تھا کہ یہ علم کو ظاہر اور نشر کریں مگر انہوں نے اپنی ہی کتاب کی مخالفت اور تکذیب کی۔اسی طرح خاتم الانبیاء والمرسلین محمد ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول کرنے کی دعوت دی، نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا حکم دیا مگر انہوں نے آپ کی تکذیب ومخالفت کی، آپ کا انکار کیا اور آپ کی صفات کو چھپایا اور ان آیات کا مذاق اڑایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا تھا۔(المصباح المنیر :379/1)

(2)﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں اختلاف کیا، اس کے کسی حصے پر ایمان لے آئے اور کسی حصے کو چھوڑ دیا، اس میں اپنی خواہشات کے مطابق تحریف کر دی اور اسے اس کے اصل معنی سے ہٹا دیا، ایسے لوگوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:

(3)﴿لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''بلاشبہ وہ بہت دور کی مخالفت میں ہیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کر رہے ہیں۔وہ انتہا کی گہری گمراہی میں جا پھنسے ہیں جہاں سے نکلنے کے امکانات معدوم ہیں اور وہ قرآن مجید کی مخالفت کر رہے ہیں۔کتاب میں اپنی مرضی کے مطابق تحریف کرتے ہیں اور اصل معنی سے ہٹا دیتے ہیں۔کتاب اللہ سے دشمنی کی وجہ سے ایسے لوگوں کا معاملہ خراب ہو گیا ہے۔

(4)قوم کے لئے جب تک کتاب اللہ سے تمسک قائم رہے فرقے اور جماعتیں الگ الگ نہیں بنتیں اور جب کتاب اللہ میں تحریف وتاویل کے ذریعہ مختلف قسم کے فرقے بنائے جائیں تو پھر وحدت دینی اور اخوت مذہبی مفقود ہو جاتی ہے۔یہودیوں نے جب تک تورات کو اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھا، غالب رہے اور جب تعصب نے انہیں مختلف قوموں میں بانٹ دیا تو قومی حیثیت سے ہٹ گئے۔اس لئے اصل شے جو مدار قومیت ہے، جب وہی نہیں تو قومیت کہاں؟ ان آیات میں یہی بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے تورات کی جو کتاب حق ہے مخالفت کی۔اس لئے اب ان میں اختلافات اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ مٹائے نہیں جا سکتے۔(سراج البیان:60/1)

(5)اس کے برعکس جنہوں نے کتاب اللہ قرآن مجید کو قبول کر لیا، اسے اپنے معاملات میں فیصلہ کن تسلیم کر لیا وہ بلندیوں پر پہنچ گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ

''نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو آدمی اللہ تعالیٰ

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي

پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود رشتے داروں،

الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ

یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کو چھڑانے میں اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی

الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ

اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں جب وہ عہد کریں اور تنگ دستی، تکلیف اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے

وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾

ہوں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا اور یہی متقی لوگ ہیں'' (177)

سوال: حقیقی نیکی کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿لَيْسَ... هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ ''نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو'' اللہ تعالیٰ نے پہلے پہل مسلمانوں کو جب بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا، پھر اسے منسوخ کر کے بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تو یہ بات اہل کتاب کی ایک جماعت اور بعض مسلمانوں پر بہت گراں گزری تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی تبدیلی میں جو حکمت تھی اسے بیان فرما دیا کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکام کے سامنے جاں نثاری اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرنا ہے اور رخ اس طرف کرنا ہے جس طرف وہ حکم دے اور اتباع اس کی کرنی ہے جسے وہ شریعت قرار دے دے، بس یہی نیکی و تقویٰ اور ایمان کامل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم و شریعت کی اطاعت پیش نظر نہ ہو تو پھر مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ (المصباح المنیر: 380/1)

(2) یہودیوں نے بیت المقدس کے مغرب کو اپنا قبلۂ عبادت بنایا۔ عیسائیوں نے بیت المقدس کے مشرق کو اپنا قبلۂ عبادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنایا۔دونوں اپنی اپنی سمت کو مقدس سمجھتے تھے۔دونوں کو یہ یقین تھا کہ مقدس سمت کو قبلہ بنا کر اللہ تعالیٰ کے یہاں ہم نے اپنا درجہ محفوظ کرلیا ہے۔یہاں پر اس لیے وضاحت کردی گئی کہ مشرق اور مغرب کی طرف رخ کرنا حقیقی نیکی نہیں ہے۔

(3)اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تم نمازیں پڑھو اور دوسرے اعمال نہ کرو یہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ (ابن کثیر:246/1)(4)دین کی چند ظاہری رسومات کو ادا کردینا حقیقی نیکی نہیں ہے۔صرف خانہ پری کے طور پر چند مقررہ اعمال کرلینا حقیقی نیکی نہیں ہے۔

(5)﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ﴾ ''لیکن اصل نیکی'' نیکی ''خیر'' کے لیے جامع نام ہے۔(فتح القدیر:219/1)

(6)اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام جو دل میں پختہ ہوجائیں۔(مجاہد)

(7)اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خیر کے سارے کام جو اللہ تعالیٰ کے قریب کریں، ثواب کا باعث بنیں اور جنت تک پہنچا دیں۔(تفسیر خازن:105/1)

(8)ایمان، تقویٰ اور وہ اعمال جن سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہوا جاسکے۔(زاد المسیر :161/1) نیک اعمال کی قبولیت کی دو شرائط ہیں ایک تو یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں اور دوسرے یہ کہ محمد ﷺ کے طریقے یعنی سنت کے مطابق ہوں۔

(9)﴿مَنْ اٰمَنَ﴾ ''جو ایمان لائے'' سیدنا جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں کے وجود پر اور اس (اللہ تعالیٰ) کی ملاقات کے برحق ہونے پر اور اس کے رسولوں کے برحق ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاؤ۔'' (بخاری:50)

(10)﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ﴾ ''لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سچے دل سے یہ اقرار کرے کہ زمین و آسمان اور پوری کائنات کا خالق و مالک، رازق، زندگی اور موت دینے والا، تنہا اس کائنات کو چلانے والا اور سب کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔وہ ایک ہے، وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی بھی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ بے نیاز ہے۔وہ کسی کا محتاج نہیں۔کوئی اس کا ہم پلہ وہم مرتبہ نہیں، وہ کسی کے مشابہ نہیں۔اس نے سب کو پیدا فرمایا۔اس کو کسی نے وجود نہیں بخشا۔نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔

(11)اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ کتاب وسنت میں جتنی صفات اور اسماء آئے ہیں وہ حق ہیں جس طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ اس کے آگے کچھ سوچنے کی اور مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینے کی اجازت نہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اس نے تمہارے لیے خود تم میں سے جوڑا جوڑا بنایا اور جانوروں میں سے بھی جوڑا جوڑا بنایا، وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے، اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (الشوریٰ:11)

(12) ﴿وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اور آخرت کے دن پر (ایمان لائے)'' آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایک زبردست اور دہشت ناک انقلاب کو سچے دل سے مانے اور اس کی تصدیق کرے۔ یہ انقلاب ہمہ گیر اور وحشت انگیز ہوگا جس کے بعد زندگی فنا ہو جائے گی اور نئی زندگی کا آغاز ہوگا۔ اس نئی زندگی کا آغاز آخرت کہلاتا ہے جس میں ساری مخلوق کو دوبارہ تخلیق کیا جائے گا، ان کا حساب کتاب ہوگا اور جزا سزا کا معاملہ ہوگا۔

(13) آخرت پر ایمان لانا واجب ہے کہ ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے جس پر مومن کے عقیدے کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ آخرت پر ایمان لائے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اور نہ ہی اصلاح اور نہ استقامت نصیب ہوتی ہے۔

(14) ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةِ﴾ ''اور فرشتوں پر (ایمان لائے)'' فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان سچے دل سے یہ یقین رکھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی غیبی اور نوری مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور ان کے ذمے جو کام لگا دیئے ہیں ان کو وہ انجام دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (التحریم:6)

(15) ﴿وَالْكِتٰبِ﴾ ''اور کتاب پر (ایمان لائے)'' کتاب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سچے دل سے اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لیے اپنے رسولوں پر کتابیں نازل کی ہیں۔ ان میں سے جن کے احکامات اور تعلیمات قرآن مجید کے مطابق ہیں انہیں مشعل راہ بنا لے اور قرآن مجید کو ہدایت کی آخری کتاب سمجھے، اس کی دی ہوئی خبروں اور احکامات پر یقین کرے اور اس پر عمل کرے۔

(16) ﴿وَالنَّبِيّٖنَ﴾ ''اور نبیوں پر (ایمان لائے)'' انبیاء پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سچے دل سے یہ یقین رکھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چنے ہوئے بندوں کو عام انسانوں کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے۔ انبیاء و رسل حق کی دعوت دینے والے، خوش خبری سنانے والے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔ محمد ﷺ انبیاء کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔

(17) ﴿وَاٰتَى الْمَالَ﴾ ''اور مال دے'' نیکی کا پہلا کام ایمان لانا ہے تو دوسرا مال خرچ کرنا ہے۔ مال کے زمرے میں وہ سب چیزیں آجاتی ہیں خواہ کم ہوں یا زیادہ، جو انسان مال کے طور پر جمع کرتا ہے۔

(18) ﴿عَلٰى حُبِّهٖ﴾ ''اس کی محبت کے باوجود'' اس سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ اسے مال سے محبت ہے لیکن اس کے باوجود وہ مال خرچ کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ ''تم ہرگز پوری نیکی حاصل نہیں کرو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت رکھتے ہو اور جو بھی تم خرچ کرو گے اس کو یقیناً اللہ تعالیٰ پوری طرح جاننے والا ہے۔'' (آل عمران:92)

(19) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کون سا صدقہ اجر کے اعتبار سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا اس وقت صدقہ کرنا جب کہ تو صحیح (تندرست و توانا) ہو، مال کی حرص دل میں ہو، (خرچ کرنے سے) تجھے فقر کا اندیشہ (اور اپنے پاس جمع رکھنے سے) تونگری کی امید ہو اور تو صدقہ کرنے میں تاخیر نہ کر یہاں تک کہ جب روح گلے تک پہنچ جائے تو تو کہے: فلاں کے لیے اتنا، فلاں کے لیے اتنا جب کہ وہ فلاں (وارث) کا ہو چکا۔'' (صحیح بخاری:1419)

(20) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ ''اور وہ باوجود اس کے (کھانے) کی محبت کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔'' (الدھر:8)

(21) جب انسان کے اندر 'ایمان' گہرا اتر جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق میں اپنا مال ضرورت مندوں کو دے دیتا ہے اور انسانوں کو مصیبت سے نجات دلانے کے لیے دیتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی محبت میں مال خرچ کرنے کے لیے راستوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ (22) ﴿ذَوِي الْقُرْبٰى﴾ ''رشتہ داروں کو'' سے مراد رشتہ دار ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت میں رشتہ داروں پر مال خرچ کیا جائے۔

(23) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی ﷺ میں تھی، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے: ''صدقہ کرو خواہ اپنے زیور ہی میں سے دو'' زینب رضی اللہ عنہا اپنا صدقہ اپنے شوہر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند یتیموں پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جوان کی پرورش میں تھے، خرچ کیا کرتی تھیں، اس لیے انہوں نے اپنے خاوند سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے پوچھئے کہ کیا وہ صدقہ بھی مجھے کفایت کرے گا جو میں آپ رضی اللہ عنہ پر اور ان چند یتیموں پر خرچ کروں جو میری سپردگی میں ہیں لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم خود جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لو۔ آخر میں خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس وقت میں نے آپ ﷺ کے دروازے پر ایک انصاری خاتون کو پایا جو میری ہی جیسی ضرورت لے کر موجود تھیں (یہ زینب ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں)۔ پھر ہمارے سامنے سے بلال رضی اللہ عنہ گزرے تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کر دیجئے کہ کیا وہ صدقہ مجھ سے کفایت کرے گا جسے میں اپنے شوہر اور اپنی زیر تحویل چند بچوں پر خرچ کروں؟ ہم نے بلال رضی اللہ عنہ سے یہ بھی کہا کہ ہمارا نام نہ لینا۔ وہ اندر گئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ دو عورتیں مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ دونوں کون ہیں؟'' بلال رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا کہ زینب نام کی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کون سی زینب؟'' بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! بے شک درست ہے اور انہیں دوگنا ثواب ملے گا: ایک قرابت داری کا اور دوسرا خیرات کرنے کا۔'' (صحیح بخاری:1466)

(24) انفاق کے مصارف میں سب سے پہلے قرابت داروں کو رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے اعزاء واقربا اگر ضرورت مند ہیں، اس کی اعانت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ یہاں تک کہ اگر وہ دل میں عداوت بھی چھپائے ہوئے ہوں تب بھی سب سے افضل انفاق وہی ہے جو ان کے لیے کیا جائے۔ (تدبر القرآن:1/426)

(25) سیدنا ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ شمار ہوتا ہے۔'' (بخاری:55)

(26) ﴿وَالْيَتٰمٰى﴾ ''اور یتیموں کو'' اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا مال یتیموں پر خرچ کریں۔ ان یتیموں پر جن کا کوئی کمانے والا نہ ہو اور نہ خود ان میں اتنی قوت ہو کہ وہ کما کر مستغنی ہو جائیں۔ (تفسیر سعدی:1/218) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے شہادت اور درمیانی انگلیوں کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔'' (بخاری:6005)

(27) قرابت مندوں کے بعد معاً یتامیٰ کا ذکر اسلامی معاشرہ میں ان کے درجہ ومرتبہ کو واضح کرتا ہے کہ اپنے عزیزوں کے بعد پہلی نظر آدمی کی ان بچوں پر پڑنی چاہیے جو سایہ پدری سے محروم ہو چکے ہیں اور جن کی کفالت وتربیت کی ساری ذمہ داری معاشرہ پر منتقل ہو چکی ہے۔ (تدبر القرآن:1/426)

(28) ﴿وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ ''اور مسکینوں کو'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گھومتا رہتا ہے اور لوگوں کے گرد رہتا ہے اور ایک دو لقمہ یا ایک دو کھجور لے کر لوٹ جاتا ہے۔'' پھر لوگوں نے عرض کی کہ مسکین کون ہے؟ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو اتنا خرچ نہیں ملتا جو اس کی ضرورت بشری کی کفایت کرتا ہو اور نہ لوگ اسے مسکین جانتے ہیں کہ اس کو صدقہ دیں اور نہ وہ لوگوں سے کچھ مانگتا ہے۔'' (مسلم:1039)

(29) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیواؤں اور مسکینوں کے لیے کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح ہے جو دن میں روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے۔'' (بخاری:6006)

(30) ﴿وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ ''اور مسافروں کو'' مسافر وہ ہے جو اپنے گھر سے دور ہو۔ مسافر اپنے مسافر ہونے کی حالت کی بنا پر مدد کا مستحق ہوتا ہے خواہ صاحب استطاعت ہو یا غیر صاحب استطاعت۔

(31) ﴿وَالسَّآئِلِيْنَ﴾ ''اور سوال کرنے والوں کو'' سائلین وہ لوگ ہیں جن پر کوئی ایسی ضرورت آن پڑے جو ان کو سوال کرنے پر مجبور کر دے مثلاً ایسا شخص جو کسی دیت کی ادائیگی میں مبتلا ہو گیا ہو یا حکومت کی طرف سے اس پر کوئی جرمانہ عائد کر دیا گیا ہو یا وہ مصالح عامہ کی کوئی عمارت مثلاً مسجد، مدرسہ، پل وغیرہ تعمیر کروا رہا ہو، اس حوالے سے سوال کرنا اس کا حق ہے خواہ وہ مال دار ہی کیوں نہ ہو۔ (تفسیر سعدی:218/1)

(32) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''غنی کو، ٹھیک ٹھاک بدن والے کو اور قوی آدمی کو سوال کرنا حلال نہیں ہے الا یہ کہ ایسا مجبور ہو کہ تنگ دستی نے اسے مٹی میں ملا رکھا ہو (یعنی زمین کی مٹی کے سوا اس کے پاس کچھ نہ ہو) یا قرضے میں مبتلا ہو گیا ہو جو ذلیل کرنے والا ہو اور جس شخص نے مال زیادہ کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کیا تو قیامت کے دن اس کا چہرہ چھیلا ہوا ہو گا۔ اور یہ مال گرم پتھر بنا ہو گا جس کو جہنم سے لے کر کھاتا ہو گا، اب جی چاہے تو کمی کرے اور چاہے تو زیادتی کرے۔'' (مشکوۃ المصابیح:163)

(33) ''انسان دنیا میں برابر سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہو گی۔'' (بخاری:199/1)

(34) ﴿وَفِي الرِّقَابِ﴾ ''اور غلاموں کو چھڑانے میں'' یعنی غلاموں کو آزاد کروانے اور قیدیوں کو چھڑانے میں مال خرچ کرے۔ جنگی قیدیوں کو کافروں اور ظالموں کی قید سے چھڑوانے کے لیے مال خرچ کریں۔ (35) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے بھی کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے جسم کے ہر عضو کی آزادی کے بدلے اس شخص کے جسم کے بھی ایک ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔'' (بخاری:2517)

(36) ﴿وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کی'' نماز قائم کرنے سے مراد سنت رسول ﷺ کے مطابق پابندی سے نماز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادا کرنا ہے۔(37)﴿وَاٰتَى الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کی'' اپنے مال پر زکوٰۃ واجب ہونے پر مستحق کو ادا کرنا۔(تفسیر ماوردی:227/1)

نماز اور زکوٰۃ افضل عبادات ہیں ان ہی کے ذریعے سے ایمان کا وزن ہوتا ہے۔

(38)﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا﴾ ''اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں جب وہ عہد کریں'' وہ جب عہد کرتے ہیں تو اس عہد کو پورا کرتے ہیں۔عہد کی پابندی نیکی کا کام ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا:﴿لَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ﴾ ''اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کی پابندی نہیں کرتا۔''(احمد،طبرانی،ابن حبان)

(39) اللہ تعالیٰ یا خود بندے کی طرف سے لازم کیے ہوئے امر کا التزام کرنا عہد کہلاتا ہے۔پس تمام حقوق اللہ اس میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ان کو لازم قرار دے دیا ہے اور وہ اس التزام کو قبول کر کے اس عہد میں داخل ہو گئے اور ان کا ادا کرنا ان پر فرض قرار پایا نیز اس عہد میں وہ حقوق العباد بھی داخل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر واجب قرار دیا ہے اور اس میں وہ حقوق بھی شامل ہیں جن کو بندے اپنے آپ پر لازم قرار دے لیتے ہیں مثلاً قسم اور نذر وغیرہ۔(تفسیر سعدی:219/1)

(40) وہ انسان عہد کی پابندی کر سکتا ہے جو ہر عہد کو اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد سمجھتا ہے یعنی عہد کی پابندی کے بغیر وہ خود کو دین پر نہیں سمجھتا۔

(41) وعدہ توڑنا نفاق کی خصلت ہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ﴾ ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے،جب وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔''(صحیح مسلم:212)

(42) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا ہو اور یہ نہ فرمایا ہو: ''خبردار! اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پورا نہیں۔''(مشکوۃ المصابیح:15)

(43) دورِ نبوی میں ایفائے عہد کی مثالیں: سیدنا حذیفہ بن یمان اور ابوحسیل (یہ سیدنا یمان کی کنیت ہے) دونوں جنگ بدر میں شمولیت کے لیے جا رہے تھے کہ راستہ میں قریش مکہ کے ہتھے چڑھ گئے اور انہوں نے ان سے عہد لے کر چھوڑا کہ وہ غزوہ بدر میں حصہ نہیں لیں گے چنانچہ یہ دونوں صحابہ قریش سے چھٹکارا حاصل کر کے میدان بدر میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور آپ ﷺ کو ایک ایک آدمی کی شدید ضرورت تھی لیکن اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے باوجود آپ ﷺ نے ان دونوں کو واپس چلے جانے کا حکم دیا اور فرمایا: تم اپنا عہد پورا کرو اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔ (مسلم کتاب الجہاد والسیر)

(44) صلح حدیبیہ کے دوران ابو جندل پابہ زنجیر قریش مکہ کی قید سے فرار ہو کر مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ ابو جندل نے اپنے زخم دکھا دکھا کر اپنا دکھڑا سنا کر التجا کی کہ خواہ کچھ بھی ہو ابو جندل کو اب کافروں کے حوالہ نہ کیا جائے لیکن آپ ﷺ نے محض ایفائے عہد کی خاطر ابو جندل کو کافروں کے سفیر سہیل بن عمرو جو ابو جندل کا باپ تھا، کے حوالے کیا۔ ابو جندل کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی اور راہ نکال دے گا۔'' (بخاری کتاب الشروط)

(45) ﴿وَالصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اور صبر کرنے والے'' صبر کرنے والے یعنی وہ لوگ جو مصیبت اور ابتلاء کا مقابلہ کر کے ڈٹے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کاموں سے رک جاتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صبر کو نیکی قرار دیا ہے۔

(46) ﴿فِي الْبَاْسَآءِ﴾ ''تنگ دستی میں'' ﴿الْبَاْسَآءِ﴾ سے مراد فقر کی شدت اور تنگدستی ہے۔ جو فقر اور تنگدستی میں صبر کرتے ہیں کیونکہ اس کی وجہ سے انسان جسمانی اور روحانی طور پر تکلیف میں رہتا ہے۔ جب گھر والے بھوک کا شکار ہوں اور لوگ نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں تو اسے تکلیف ہوتی ہے۔ جب وہ اپنے گھر والوں کو لباس نہیں فراہم کر سکتا تو موسم کے سرد و گرم کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ ان پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(47) ﴿وَالضَّرَّآءِ﴾ ''اور تکلیف میں'' الضَّرَّآءِ سے مراد نقصان اور بیماری ہے۔ اس میں ہر قسم کی بیماریاں آجاتی ہیں۔ انسان کمزور ہے اور جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اگر بیماری طویل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ صبر کرنے کا حکم ہے۔

(48) ﴿وَحِيْنَ الْبَاْسِ﴾ ''اور لڑائی کے وقت'' ﴿الْبَاْسِ﴾ اس سے مراد لڑائی اور اس کی شدت ہے۔

(49) یعنی ان دشمنوں سے لڑائی کے وقت جن سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ صبر و استقلال سے جواں مردی کا مظاہرہ نفس انسانی کے لیے نہایت گراں بار ہے اور انسان قتل ہونے، زخمی ہونے یا قید ہونے سے بہت گھبراتا ہے۔ پس وہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ پر ثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر کرنے کا سخت محتاج ہے۔ (تفسیر سعدی :219/1) (50) ﴿الضَّرَّآءِ﴾ اور ﴿الْبَاْسِ﴾ کا الگ الگ تذکرہ اس لیے کیا گیا ہے کہ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کے احکامات سے سرمو انحراف نہ کرنا بہت کٹھن ہوتا ہے۔ (51) جو انسان اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ تنگی، مصیبت حتیٰ کہ جنگ کے دوران بھی یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے راستے پر جما رہتا ہے۔

(52) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا'' اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ ان صفات سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متصف ہیں وہ اپنے ایمان میں سچے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے اقوال اور افعال سے دل کے ایمان کو سچ ثابت کیا ہے۔ اسی لیے یہ لوگ سچے ہیں۔

(53) یہ لوگ اپنے ایمان میں سچے ہیں کیونکہ ان کے اعمال ان کے ایمان کی تصدیق کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:220/1)

(54) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔'' (صحیح بخاری:6094)

(55) ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ''اور یہی متقی لوگ ہیں'' یہی لوگ متقی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے حال، عمل اور سلوک سے تقویٰ کو سچ ثابت کیا ہے۔ اس لیے وہ حرام کاموں سے بچے، اطاعت کے کام کیے اور یہی نیکی ہے۔ (الاساس فی التفسیر:388/1)

(56) اور یہی لوگ متقی ہیں کیونکہ انہوں نے محظورات کو ترک کر دیا اور ماموارات پر عمل کیا۔ (تفسیر سعدی:220/1)

(57) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔'' (صحیح مسلم:6543)

(58) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھلائی یہ ہے کہ اطاعت کا مادہ دل میں پیدا ہو جائے، فرائض پابندی کے ساتھ ادا ہوں اور انسان تمام بھلائیوں کا عامل ہو۔ حق تو یہ ہے کہ جس نے اس آیت پر عمل کر لیا، اس نے کامل اسلام پا لیا اور دل کھول کر بھلائی سمیٹ لی۔ (ابن کثیر:246/1)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے وہی آزاد قاتل، اور غلام کے بدلے

وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ

وہی غلام قاتل اور عورت کے بدلے وہی قاتلہ عورت (قتل) ہو گی پھر جس کو اپنے بھائی سے کچھ بھی معافی مل جائے تو

فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

معروف طریقے سے پیچھا کرنا ہے اور خوبی کے ساتھ اس (دیت) کو ادا کرنا ہے یہ ایک طرح کی آسانی اور مہربانی

وَرَحْمَةٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تمہارے رب کی طرف سے ہے، پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے" (178)

سوال 1: قصاص کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا ... اَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو!" اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔

(2) ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾ "تم پر مقتولوں کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے" اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کا تذکرہ کیا ہے کہ اس نے مقتولوں کے بارے میں قصاص یعنی قتل میں برابری کو فرض قرار دیا ہے۔

(3) اس کا مطلب یہ ہے کہ قاتل کو مقتول کے بدلے میں اس طریقے سے قتل کیا جائے گا جیسے اس نے مقتول کو قتل کیا۔

(4) اس میں دلیل ہے کہ اہل ایمان پر فرض ہے کہ جب مقتول کا ولی قصاص کا مطالبہ کرے تو اس کی مدد کی جائے اور مقتول کے ورثاء کو بدلہ لینے سے نہ روکیں۔ جس نے قصداً قتل کیا تو اس میں قصاص ہے اور جو شخص قصاص نافذ کرنے کے بارے میں آڑے آجائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی لعنت ہے اور سب انسانوں کی لعنت ہے۔ (سنن ابی داود: کتاب الدیات)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنی اسرائیل میں قصاص یعنی بدلہ تھا لیکن دیت نہیں تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت سے کہا: "تم پر مقتولوں کے باب میں قصاص فرض کیا گیا۔" (صحیح بخاری: 4498)

(6) اس آیت میں بنیادی تعزیری قانون دیا گیا ہے۔

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کتاب اللہ کا حکم قصاص کا ہے۔" (بخاری: 4499)

(8) ﴿اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى﴾ "آزاد کے بدلے وہی آزاد قاتل، اور غلام کے بدلے وہی غلام قاتل اور عورت کے بدلے وہی قاتلہ عورت (قتل) ہوگی" یہ آیت واضح کرتی ہے کہ قتل کے معاملے میں اسلام کا اصول برابری کا ہے جو کہ فرض ہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

(9) ﴿اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ﴾ "آزاد کے بدلے وہی آزاد قاتل" (i) الفاظ کے اعتبار سے اس میں مرد کے بدلے مرد کا مفہوم شامل ہے۔

(ii) اس عموم سے والدین (اوپر تک) مستثنیٰ ہیں۔ لہٰذا بیٹے کے قتل کے قصاص میں والدین کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ استثناء سنت میں وارد ہوا ہے۔ نیز قصاص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد دلالت کرتا ہے کہ بیٹے کے قتل کی پاداش میں باپ کو قتل کرنا انصاف نہیں۔ نیز اس لیے کہ باپ کا دل اپنے بیٹے کے لیے رحمت اور شفقت سے لبریز ہوتا ہے جو اسے بیٹے کو قتل کرنے سے روکتا ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ باپ کے دماغ میں کوئی خلل ہو یا بیٹے کی طرف سے اسے نہایت سخت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اذیت پہنچی ہو۔سنت نبوی ہی کی رو سے اس عموم سے کافر بھی خارج ہے۔نیز اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ یہ خطاب خاص طور پر اہل ایمان کے لیے ہے۔نیز یہ قرین انصاف بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن کے بدلے اللہ تعالیٰ کے دوست کو قتل کیا جائے۔(تفسیر سعدی:221/1)

(iii)امام احمد فرماتے ہیں ایک کے بدلے صرف ایک ہی قتل کیا جائے زیادہ قتل نہ کئے جائیں۔(ابن کثیر:249/1)

(10)﴿وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ﴾''اور غلام کے بدلے وہی غلام قاتل''غلام کے بدلے غلام قتل کیا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت۔خواہ ان کی قیمت مختلف ہو یا برابر۔ہاں آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔(تفسیر سعدی:221/1)

(11)﴿وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى﴾''اور عورت کے بدلے وہی قاتلہ عورت (قتل) ہوگی''مرد کے بدلے عورت اور عورت کے بدلے مرد قتل کیا جائے گا اگر مرد عورت کا قاتل ہوگا۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا پھر اس لڑکی سے پوچھا گیا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ فلاں نے،فلاں نے؟ آخر جب اس یہودی کا نام لیا گیا (تو لڑکی نے سر کے اشارہ سے ہاں کہا) پھر یہودی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں لایا گیا اور اس سے پوچھ گچھ کی جاتی رہی یہاں تک کہ اس نے جرم کا اقرار کر لیا چنانچہ اس کا سر بھی پتھروں سے کچلا گیا۔(بخاری:6876)

(12)﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ﴾''پھر جس کو اپنے بھائی سے کچھ بھی معافی مل جائے''یعنی اگر مقتول کا ولی قاتل کو معاف کر کے دیت قبول کر لے تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور دیت واجب ہو جائے گی۔

(13)﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ﴾''پھر جس کو اپنے بھائی سے کچھ بھی معافی مل جائے''یہاں اخوت سے مراد اخوت ایمانی ہے پس قتل کے ارتکاب سے قاتل دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔(زاد المسیر:163/1)

(14) دیت کی گنجائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ(i) اسلامی معاشرے میں ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھنے کی فضا باقی رہے۔(ii)ایک دوسرے کو حریف سمجھنے کی فضا کسی حال میں پیدا نہ ہو۔

(iii)اس کے ذریعے سے مقتول کے وارثوں کو اپنے جانے والے فرد کا مالی بدل مل جائے۔

(15)اس میں نرمی اختیار کرنے اور قصاص معاف کر کے دیت قبول کرنے کی ترغیب ہے۔اس سے بھی زیادہ احسن بات یہ ہے کہ کچھ لیے بغیر ہی قاتل کو معاف کر دیا جائے۔(تفسیر سعدی:222/1)

(16)﴿فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ﴾''تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا ہے''جب مقتول کا ولی قاتل کو معاف کر دے تب اس پر واجب ہے کہ وہ قاتل سے معروف طریقے سے خون کا مطالبہ کرے اور اتنا زیادہ مطالبہ نہ کرے جس کو ادا کرنے کی قاتل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں طاقت نہ ہو بلکہ نہایت احسن طریقے سے قاتل سے دیت کا تقاضا کرے اور اسے تنگی میں مبتلا نہ کرے۔ (تفسیر سعدی:222/1)

(17) ﴿وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ﴾ ''اور خوبی کے ساتھ اس (دیت) کو ادا کرنا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ قاتل کا بھی فرض ہے کہ اچھے طریقے سے ادا کرے، جب وعدہ کرے تو بلا تامل دیت ادا کرے۔

(18) ﴿ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ﴾ ''یہ ایک طرح کی آسانی اور مہربانی تمہارے رب کی طرف سے ہے'' قتل میں دیت کو مشروع کیا جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بنی اسرائیل پر قصاص فرض تھا، درگزر کرنے اور دیت لینے کی اجازت نہ تھی۔ اس امت پر یہ مہربانی ہوئی کہ دیت لینا جائز قرار دیا گیا۔ (ابن کثیر:249/1)

(19) ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی'' اس کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: (زیادتی سے مراد یہ ہے کہ) دیت بھی لے لی اور پھر اس کے بعد قتل بھی کر دیا۔ (صحیح بخاری:4498)

(20) ﴿فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص دیت قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کر دے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھ دینے والے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (المصباح المنیر:385/1)

سوال 2: قتل کے مقدموں کا فیصلہ کن صورتوں سے ہو سکتا ہے؟

جواب: (1) قتل ہونے والے شخص کے ولی کو ان تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے: (i) قصاص۔ (ii) دیت۔ (iii) معافی۔ (2) جو شخص دیت قبول کرنے کے بعد بھی قاتل کو قتل کرے اس کو دردناک عذاب کی وعید دی گئی ہے۔

(3) آپ ﷺ قصاص کی بجائے عفو کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ خود بھی معاف کرتے اور دیت لے لینے کی سفارش کرتے اور صحابہ کو بھی اس بات کی تلقین فرماتے تھے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی قتل کر دیا گیا، تو قاتل مقتول کے ولی (وارث) کے سپرد کر دیا گیا، قاتل نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! میں نے اسے قصداً قتل نہیں کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! اگر وہ (قاتل) اپنے قول میں سچا ہے پھر بھی تم نے اسے قتل کر دیا تو تم جہنم میں جاؤ گے''، چنانچہ مقتول کے ولی نے اسے چھوڑ دیا۔ (ترمذی:1407)

(5) اسلام میں قصاص کا معاملہ قابل راضی نامہ ہے۔ (i) مقتول کے وارث اگر چاہیں تو قاتل سے قصاص لینے پر راضی رہیں۔ (ii) چاہیں تو دیت (مالی معاوضہ) لے سکتے ہیں۔ (iii) چاہیں تو معاف کر سکتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

''اور تمہارے لیے اے عقل والو! بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے تا کہ تم بچ جاؤ'' (179)

سوال 1: قصاص میں کیا حکمت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَكُمْ ... الْاَلْبَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ قصاص کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''اور تمہارے لیے اے عقل والو! بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ قانون قصاص سے تمہاری جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ اس قانون کی وجہ سے قاتل یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر میں نے قتل کیا تو میں بھی مارا جاؤں گا، اس طرح وہ ناجائز قتل سے باز آ جاتا ہے اور لوگوں کی جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔

(2) پہلی کتابوں میں یہ قانون ان الفاظ میں بیان کیا گیا کہ قاتل کا قتل کیا جانا قتل کو بڑی خوبی سے روک دیتا ہے۔

(3) ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ''تا کہ تم بچ جاؤ'' یعنی محظورات کو ترک کر سکو اور ماموارات پر عمل کر سکو۔

سوال 2: قصاص میں کس کی زندگی ہے؟

جواب: (1) قصاص میں معاشرے کی زندگی ہے۔ مقتول کے قتل ہونے کے بعد اگر قاتل کھلا پھرے گا تو معاشرے میں امن کی فضا قائم نہیں رہے گی۔ لوگوں کے اندر دہشت اور خوف پیدا ہوگا اور مقتول کے ورثاء کے اندر انتقامی جذبات پروان چڑھتے رہیں گے۔ قصاص لینے سے قاتل انجام کو پہنچتا ہے، انتقامی جذبات ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، معاشرے میں امن کی فضا قائم ہو جاتی ہے اور یوں معاشرے کو زندگی ملتی ہے۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان کہ تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اس میں یہ صراحت ہے کہ نفاذ قانون ہر صورت میں ہوگا اور عدل کامل میں حیات اجتماعی کی بقا اور فلاح کی ضمانت ہے۔ اگر عدل نہیں تو معاشرہ ایک نہ ایک دن تباہ ہو جائے گا۔ (تفسیر جصاص: 199/1)

سوال 3: معاشرے میں قتل وغارت گری کیسے رک سکتی ہے؟

جواب: کسی بھی معاشرے میں قتل وغارت گری سزا کے خوف سے رک سکتی ہے لیکن سزا قصاص ہو تو کسی کو قتل کرنے کی جرأت نہیں رہتی۔ قانون قصاص کے نفاذ سے معاشرہ قتل وخوں ریزی سے محفوظ رہ سکتا ہے اور امن وامان قائم ہو سکتا ہے۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖ الْوَصِيَّةُ

''تم پر فرض کیا گیا جب تم میں سے کسی ایک کو موت آئے اگر اس نے کچھ مال چھوڑا تو والدین اور رشتے داروں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾

لیے اچھے طریقے سے وصیت کرنا ہے، یہ متقی لوگوں پر لازم ہے" (180)

سوال 1: والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کے حکم کی وضاحت ﴿كُتِبَ ... الْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: اس آیت میں والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کا حکم دیا گیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:

(1) ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ﴾ "تم پر فرض کیا گیا" ایمان والوں پر واضح کیا گیا کہ تم پر فرض کر دیا گیا۔

(2) ﴿اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ "جب تم میں سے کسی ایک کو موت آئے" جب کسی کی موت کا وقت قریب آ جائے یعنی مہلک امراض یا ہلاکت کے اسباب قریب آ جائیں۔

(3) ﴿اِنْ تَرَكَ خَيْرَا﴾ "اگر اس نے کچھ مال چھوڑا" یہاں خیر سے مراد نقد مال یا سامان یا جائیداد ہے۔ یعنی اگر اس نے کچھ مال چھوڑا تو وصیت کر جائے۔

(4) ﴿الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ "والدین اور رشتے داروں کے لیے اچھے طریقے سے وصیت کرنا ہے" والدین اور رشتہ داروں کے لیے معروف طریقے سے وصیت کی جائے۔ ﴿بِالْمَعْرُوْفِ﴾ اس سے مراد ہے جس سے لوگ واقف ہوں خواہ قلیل ہو یا کثیر یعنی ایک تہائی سے زیادہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن ابی وقاص کو صرف ایک تہائی مال میں وصیت کرنے کی اجازت دی تھی۔ (ایسر التفاسیر: 88)

(5) ﴿حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾ "یہ متقی لوگوں پر لازم ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں پر واجب ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ (الاساس فی التفسیر: 403/1)

سوال 2: کیا والدین اور رشتے داروں کے حق میں وصیت کی جا سکتی ہے؟

جواب: (1) وصیت کا یہ حکم آیت میراث سے پہلے نازل ہوا۔ محمد سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیٹھے سورہ البقرہ پڑھ رہے تھے، تو فرمایا: یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ (مستدرک حاکم: 3083)

(2) آیت وصیت کے بعد جب میراث والی آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں کی جا سکتی۔

(3) اب یہ حکم منسوخ ہے۔ امام بخاری نے باب باندھا ہے: کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔ (کتاب الوصایا، باب: 6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ﴿إِنَّ اللهَ قَدْ أَعْطَى لِكُلِّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے، یعنی وارثوں کے حصے مقرر کر دیئے ہیں لہٰذا کسی وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔'' (ترمذی:2120، ابوداؤد:2870)

(5) (i) وصیت ایسے رشتے داروں کے لئے کی جاسکتی ہے جو وارث نہ ہوں۔

(ii) وصیت راہ خیر میں خرچ کرنے کے لئے کی جاسکتی ہے۔

(6) (i) کسی وارث کو اس کے قانونی حصے کے علاوہ کوئی چیز بذریعہ وصیت نہیں دی جاسکتی۔

(ii) وارثوں کے حصوں میں وصیت کے ذریعے سے کوئی کمی بیشی نہیں کی جاسکتی۔

(7) وصیت کی زیادہ سے زیادہ حد ایک تہائی ہے۔ اس سے زیادہ کی وصیت نہیں کی جاسکتی۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مکہ مکرمہ میں (حجۃ الوداع میں) بیمار پڑ گیا اور موت کے قریب پہنچ گیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور ایک لڑکی کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں تو کیا مجھے اپنے مال کے دو تہائی حصہ کا صدقہ کر دینا چاہئے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں'' بیان کیا کہ میں نے عرض کیا پھر آدھے کا کر دوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں'' میں نے عرض کیا: ایک تہائی کا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں گو تہائی بھی بہت ہے، اگر تم اپنے بچوں کو مالدار چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں تنگدست چھوڑ دو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔'' (بخاری:6733) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کاش لوگ ثلث سے کم کر کے چوتھائی کی وصیت کریں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ثلث بہت ہے۔'' (مسلم:1629)

(8) رشتہ دار جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے مال میں کوئی حصہ مقرر نہیں کیا ہے ان کے لیے اسی آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے وصیت کرنا مستحب ہے اور اس کام کے لیے مال کا تیسرا حصہ استعمال ہوگا جس کی وصیت کرنی جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کی ترغیب کی آیات اور احادیث بہت ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو صرف ایک تہائی مال میں وصیت کرنے کی اجازت دی تھی۔ (تیسیر الرحمن:98/1)

(9) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿مَا حَقُّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ﴾ ''کسی مسلمان کے لیے جن کے پاس وصیت کے قابل کوئی بھی مال ہو درست نہیں کہ دو رات بھی وصیت کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھے بغیر گزارے۔'' (بخاری:2738)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَمَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ

''پھر جو اسے بدل ڈالے اس کے بعد کہ اسے سن چکا ہو تو یقینا ان ہی لوگوں پر اس کا گناہ ہے جو اسے بدلیں،

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

یقینا اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (181)

سوال: جان بوجھ کر وصیت بدلنے کا گناہ کس کو ہوگا، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر وصیت بدلنے کا گناہ بدلنے والے ہی کو ہوگا۔ فرمایا گیا:

(2) ﴿فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَمَا سَمِعَهٗ﴾ ''پھر جو اسے بدل ڈالے اس کے بعد کہ اسے سن چکا ہو'' اس وصیت کو سمجھ لینے کے بعد اور اس کے طریقوں اور اس کے نفاذ کو اچھی طرح جان لینے کے بعد جو کوئی تبدیل کرتا ہے۔

(3) ﴿فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ﴾ ''یقینا ان ہی لوگوں پر اس کا گناہ ہے جو اسے بدلیں'' ورنہ وصیت کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کے اجر کا مستحق ہو گیا۔ (تفسیر سعدی: 225/1)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میت کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ثابت ہو چکا اور گناہ ان لوگوں کو ہوگا جو وصیت کو بدل دیں۔ (تفسیر طبری: 167/2)

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ﴾ ''یقینا اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ السمیع ہے جو تمام آوازوں کو سنتا ہے۔ وہ وصیت کرنے والے کی بات اور وصیت کو بھی سنتا ہے۔ پس وہ اس ہستی کا خوف کھاتے ہوئے جو اسے دیکھ اور سن رہی ہے اپنی وصیت میں ظلم اور زیادتی کا ارتکاب نہ کرے۔ (6) ﴿عَلِيْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' وہ وصیت کرنے والے کی نیت کو جانتا ہے اور اس شخص کے عمل کو بھی جس کو یہ وصیت کی گئی ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ نے وصیت سننے کے بعد اسے بدلنے سے روکنے کے لئے اپنی صفات ﴿سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ سمیع اور علیم کا شعور دلایا ہے کہ جو وصیت کرنے والے نے وصیت کی ہے اللہ تعالیٰ اسے سنتا ہے۔ وہ علیم ہے بدلنے والے کی نیت کی تبدیلی کا بھی علم رکھتا ہے، لہٰذا سمیع و علیم سے ڈر کر وصیت بدلنے سے باز رہو۔

﴿فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ

''پھر جو کوئی وصیت کرنے والے سے کسی قسم کی طرف داری یا گناہ سے ڈرے، پس وہ ان کے درمیان اصلاح کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (182)

سوال 1: کیا وصیت میں اصلاح کے لیے تبدیلی کی جا سکتی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ...غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) آیت سے واضح ہوتا ہے کہ طرف داری یا گناہ پر مبنی وصیت میں اصلاح کے لیے تبدیلی کرنا جائز ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا﴾ ''پھر جو کوئی وصیت کرنے والے سے کسی قسم کی طرف داری سے ڈرے'' جنف خطاء یا غلطی یا کسی قسم کی طرف داری کو کہتے ہیں، اس میں ہر قسم کی طرف داری شامل ہے مثلاً کسی رشتے دار کی طرف زیادہ مائل ہونا اور دوسروں کی حق تلفی کرنا۔

(2) ﴿اَوْ اِثْمًا﴾ ''یا گناہ سے'' اس سے مراد جان بوجھ کر وصیت میں ظلم کرنا ہے۔

(3) وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی کی طرف داری یا گناہ یہ ہے کہ بیٹے یا بیٹی کو زیادہ دینے کی نیت سے نواسے یا نواسی، پوتے یا پوتی کو وصیت کر دی۔

(4) ﴿فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ''پس وہ ان کے درمیان اصلاح کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ وصیت کا بدلنا بڑا گناہ ہے لیکن اگر اس میں کسی کی حق تلفی ہو یا شریعت کے خلاف کسی کام کی وصیت کی گئی ہو تو جو ورثا کے درمیان اصلاح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ گناہ اس پر ہے جو خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے وصیت بدل دے۔

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے وصیت کرنے والے کی طرف داری یا بھول یا جان بوجھ کر گناہ کی وصیت کا خوف کھانے والے کو اصلاح کرنے کے لیے اپنی رحمت اور مغفرت کا شعور دلایا ہے کہ وہ وسیع رحمت والا ہے، اصلاح کرو گے تو اس کی رحمت ڈھانپ لے گی اور وہ بے حد بخشنے والا ہے، اصلاح کی کوششوں کے باوجود اگر کوئی کمی، خطا اور خرابی رہ گئی تو وہ نہایت رحم والا ہے۔

سوال 2: وصیت میں نادانستہ یا قصداً حق تلفی کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب: وصیت میں نادانستہ یا قصداً حق تلفی کرنا ظلم ہے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں لائے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنے اس بیٹے کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ دیا ہے (مقصود آپ ﷺ کو گواہ بنانا تھا) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا تم نے اپنی سب اولاد کو اسی قدر دیا ہے جتنا اس کو دیا ہے؟'' کہا: یا رسول اللہ ﷺ نہیں، سب کو تو نہیں دیا۔ فرمایا: ''اگر یہ بات ہے تو پھر جو تم نے اس کو دیا ہے وہ لوٹا لو'' اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا۔'' (تفسیر مظہری: 235/1)

سوال 3: کیا کسی کی طرف داری یا گناہ پر مبنی وصیت پر عمل کیا جائے گا؟

جواب: (1) ایسی وصیت پر عمل نہیں کیا جائے گا اس کی تصحیح کروادی جائے گی تا کہ حق داروں کی حق تلفی نہ ہو اور مرنے والا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے۔ (2) وصیت کا بدلنا بڑا گناہ ہے اور اس میں کتمان یعنی وصیت کو چھپانا بھی داخل ہے۔ لیکن اگر اس میں کسی کی حق تلفی ہو یا خلاف شریعت کسی امر کی وصیت کی جائے مثلاً شراب پلانے کی، ناچ کرانے کی، کسی قبر پر چراغاں کرنے یا میلہ اور عرس وغیرہ کرانے کی تو ایسی وصیت کا تبدیل کرنا واجب اور ضروری ہے۔ (اشرف الحواشی: 34)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا فرض کر دیا گیا جیسے ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

تم سے پہلے تھے تا کہ تم بچ جاؤ'' (183)

سوال 1: روزے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... تَتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر روزے فرض کیے، فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔ (2) ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ ''تم پر روزہ رکھنا فرض کر دیا گیا'' امت سے خطاب کر کے حکم دیا گیا ہے کہ تم پر روزے فرض کیے گئے لہٰذا ہر رمضان میں روزے رکھو۔

(3) رمضان کے روزے ہر عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہیں۔ اللہ کریم نے اس کی فرضیت میں سہولت پیدا کی ہے۔ (البقرۃ: 184)

(4) رمضان کے روزے رکھنا اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بیشک محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔" (بخاری:8)

(5) مریض اور مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی لیکن یہ شرط عائد کی گئی کہ وہ بعد میں اس کی قضا کریں۔ (بخاری:1943)

(6) حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں بچوں کے نقصان کے اندیشے سے روزے نہ رکھیں تو قضا کے ساتھ ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائیں چونکہ یہ روزہ بیماری کے خوف سے نہیں چھوڑا جاتا کہ قضا کافی ہو اس لئے اس کی تلافی مسکین کو کھانا کھلانے سے کی گئی ہے۔ (ترمذی:715)

(7) ﴿كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ "جیسے ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے" جس طرح پہلی امتوں پر روزے فرض کیے گئے تھے۔ پہلے لوگوں سے مراد ساری امتیں ہیں۔ (ابن عباس) پہلے لوگوں سے مراد یہودی اور عیسائی بھی ہیں۔ (8) (i) سیدنا نوح علیہ السلام کی امت کے لیے ہر مہینے میں تین روزوں کا حکم تھا۔

(ii) سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں پر بھی ایک پورے ماہ کے روزے فرض تھے۔

(iii) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ جب وہ عشاء کی نماز ادا کر لیں اور سو جائیں تو کھانا پینا اور عورتوں سے مباشرت حرام ہو جاتی ہے۔

(9) ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ "تا کہ تم بچ جاؤ" روزوں کی فرضیت کا بنیادی مقصد تقویٰ ہے اسی لیے روزوں کی فرضیت کے حکم کے بعد فرمایا: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا اس کے کرنے اور جس چیز سے منع کیا ہے اس کو ترک کر دینے کا نام تقویٰ ہے۔ (مجموع الفتاویٰ:120/3)

(10) تقویٰ واجبات میں اہم ترین واجب کی حیثیت سے شرعاً معروف ہے۔ تقویٰ مخلوق کائنات میں سے ہر شخص پر واجب ہے۔ (شرح العمدۃ:621/3)

(11) روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔ روزے کی وجہ سے گندے مواد اور گرے ہوئے اخلاق سے انسانوں کے اجسام اور روحیں پاک ہو جاتی ہیں۔

سوال 2: روزہ کیا ہے؟

جواب: (1) صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے، فسق و فجور کے ارتکاب اور دن میں جماع کرنے سے رک جانا روزہ ہے۔ (2) روزہ ایک راز ہے جو رب اور بندے کے درمیان ہوتا ہے۔ اپنے خالق کی محبت میں محبوب چیزوں کو چھوڑ دینا ایسا عمل ہے جس سے کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔ یہی روزے کی حقیقت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کا ہے سوائے روزے کے کہ یہ میرا ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بڑھ کر ہے۔'' (بخاری:5927)

سوال 3: روزے کی فضیلت بیان کریں؟

جواب: (1) روزہ دار کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری:1901، مسلم:760)

(2) روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ (بخاری:1904، مسلم:1151)

(3) روزے کے برابر کوئی چیز نہیں۔ (صحیح الترغیب:986) (4) روزہ دار کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔ (بخاری:1397، مسلم:14)

(5) روزہ دار شہداء کے ساتھ ہوں گے۔ (صحیح الترغیب:1003)

(6) روزہ دار کے ہر عمل کا اجر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ (مسلم:1151، ابن ماجہ:1638)

(7) جنت کا دروازہ ''ریان'' روزہ داروں کے لئے ہے۔ (بخاری:1896، مسلم:1152)

(8) ایک دن کا روزہ دوزخ کی آگ سے ستر سال دور کر دے گا۔ (مسلم:1153، بخاری:2840)

(9) روزہ قیامت کے دن سفارش کرے گا۔ (صحیح الترغیب:984، مسند احمد:2/184)

(10) روزہ گناہوں سے بچنے کے لئے ڈھال ہے۔ (ترمذی:2616، صحیح الترغیب:983)

(11) روزہ دار کے منہ کی بو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (بخاری:1903)

(12) روزہ دار کو افطاری کے وقت جہنم سے آزادی دی جاتی ہے۔ (صحیح ابن ماجہ:1332، ابن ماجہ:1643)

سوال 4: امت مسلمہ پر روزے کیسے فرض کیے گئے؟

جواب: امت مسلمہ پر روزے اس طرح فرض کیے گئے:

(1) جب محمد ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ محرم کی دسویں تاریخ یعنی عاشورہ اور ہر مہینے میں ایام بیض کے روزے رکھتے تھے۔

(2) پھر اللہ تعالیٰ نے تندرست اور غیر مسافر پر ہر رمضان کے روزے فرض کر دیئے مگر روزے رکھنے اور فدیہ دینے کا اختیار دے دیا، جو چاہتا روزے رکھ لیتا اور جو چاہتا فدیہ دے دیتا۔

(3) پھر اللہ تعالیٰ نے تندرست اور غیر مسافر پر رمضان کے روزے فرض کر دیئے۔ بیمار اور مسافر کو روزے نہ رکھنے کا اختیار دے کر دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرنے کا حکم دے دیا اور فدیہ اس بوڑھے کے لیے، بحال رہا جو روزے نہ رکھ سکتا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ابن کثیر:112/1) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن قریش زمانہ جاہلیت میں روزے رکھتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو یہاں بھی آپ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو رمضان کے روزے فرض ہو گئے اور عاشوراء کے روزہ (کی فرضیت) باقی نہیں رہی۔ اب جس کا جی چاہے اس دن بھی روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔ (صحیح بخاری:4504)

سوال 5: روزہ تقویٰ کی تربیت کیسے کرتا ہے؟

جواب: طاہر بن عاشور رحمہ اللہ کا قول ہے: تقویٰ کے قدیم اصولوں میں سے اہم ترین اصول روزہ ہے۔ (التحریر والتنویر:516)

(1) انسان جب روزہ رکھتا ہے تو اپنی خواہشات نفس کو کنٹرول کرتا ہے یہی کنٹرول روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی کنٹرول اور دباؤ کی وجہ سے تقویٰ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

(2) روزے کی حالت میں شدید بھوک پیاس کے باوجود، ساری نعمتوں اور تنہائی کے باوجود انسان روزہ نہیں توڑتا کیونکہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی محسوس کرتا ہے اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر نگران بنانے کی مشق کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگرانی کے شعور سے تقویٰ کی تربیت ہوتی ہے یہی نگرانی انسان کو اطاعت کے کاموں کے لیے مجبور کرتی ہے اور نافرمانی کے کاموں سے روکتی ہے یوں تقویٰ کی تربیت ہوتی ہے۔

(3) روزہ دار اپنے نفس کو یہ تربیت دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہے، چنانچہ وہ اپنی خواہشات نفس کو پورا کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود انہیں ترک کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر مطلع ہے، روزہ شیطان کی راہوں کو تنگ کر دیتا ہے، شیطان ابن آدم کے اندر یوں گردش کرتا ہے جیسے اس کی رگوں میں خون گردش کرتا ہے، روزے کے ذریعے سے شیطان کا اثر و نفوذ کمزور پڑ جاتا ہے اور گناہ کم ہو جاتے ہیں، غالب حالات میں روزہ دار کی نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور نیکیاں تقویٰ کے خصائل میں شمار ہوتی ہیں۔ جب خوش حال روزہ دار بھوک کی تکلیف کا مزہ چکھ لیتا ہے تو یہ چیز محتاجوں اور ناداروں کی غمگساری اور دست گیری کی موجب بنتی ہے اور یہ بھی تقویٰ کی ایک خصلت ہے۔ (تفسیر سعدی:227/1)

(4) امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: تقویٰ کا حکم تمام امتوں کے لیے عام ہے۔ (تفسیر قرطبی:389/5)

(5) رمضان کے مہینے میں وقتی طور پر حلال چیزوں کو چھڑا کر یہ تربیت دی جاتی ہے کہ انسان ساری عمر کے لیے حرام چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ اس طرح انسان کو شعور دلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حلال کو چھوڑ سکتے ہو تو حرام کو بھی چھوڑ سکتے ہو، یوں تقویٰ کی تربیت ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ

''چند گنے ہوئے دنوں میں پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے تعداد پوری کرنا ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ

اور ان لوگوں پر جو اس کی طاقت رکھتے ہوں فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے، پھر جو کوئی شخص خوشی

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

سے کوئی نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' (184)

سوال 1: روزوں کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''چند گنے ہوئے دنوں میں'' فرض روزوں کے دن کم ہوتے ہیں اور وہ طویل زمانے کا ایک چھوٹا حصہ ہوتے ہیں، اس لیے انہیں ﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ کہا گیا ہے۔

(2) روزے سے زیادہ افطار کا زمانہ طویل ہوتا ہے۔ کھانے پینے کا دور اس سے رکے رہنے کے مقابلے میں طویل ہوتا ہے، اس لیے اسے ﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ کہا گیا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے سارے سال کے روزے نہیں رکھوائے۔ یہ اس کی رحمت اور اس کا لطف و کرم ہے۔ ہمیشہ روزے رکھنے کے مقابلے میں رمضان کے روزے چند دن کے ہیں۔

سوال 2: بیمار اور مسافر کو روزے کے معاملے میں کیا رخصت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ ... اُخَرَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ ''پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے تعداد پوری کرنا ہے'' مریض اپنے مرض کی وجہ سے اور مسافر اپنے سفر کی وجہ سے مشقت برداشت کرتا ہے اس لیے ان دونوں کو روزہ چھوڑنے کی رخصت دی گئی ہے۔

(2) ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ ''تو دوسرے دنوں سے تعداد پوری کرنا ہے'' روزے کے فوائد کثیر ہیں اور مومن کے لیے ان کا حاصل کرنا مطلوب ہے اس لیے جب مریض کا مرض جاتا رہا اور مسافر کا سفر ختم ہو جائے تو چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا دینی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾"تو دوسرے دنوں سے شمار کر کے مدت پوری کرنا ہے" میں اس بات کی دلیل ہے کہ رمضان کے دنوں کی گنتی کی قضا دی جائے خواہ رمضان پورا ہو یا ناقص۔

(4)اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ گرمیوں کے طویل دنوں کی قضا سردیوں کے چھوٹے دنوں میں دی جا سکتی ہے اور اس کے برعکس چھوٹے دنوں کی قضا بڑے دنوں میں دی جا سکتی ہے۔(تفسیر سعدی:227/1)

سوال3:ابتداء میں روزے کے بارے میں کیا اختیار دیا گیا تھا،اس کی وضاحت ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ...تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾"اور ان لوگوں پر جو اس کی طاقت رکھتے ہوں فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے" یہ حکم روزوں کے فرض ہونے کی ابتدا میں تھا انہیں روزے رکھنے کی عادت نہ تھی اور روزے ان پر فرض تھے۔اللہ تعالیٰ نے آسان طریقے سے انہیں فریضے کی ادائیگی پر لگا دیا اور روزے کی طاقت رکھنے والے (جو طاقت رکھنے کے باوجود روزہ نہ رکھے) کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا کہ چاہے تو روزہ رکھ لے اور چاہے تو ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے مگر روزہ رکھنا افضل ہے۔(تفسیر سعدی:228/1)

(2)سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ "اور جو لوگ اس (روزہ رکھنے) کی طاقت رکھتے ہوں تو ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے" تو جس کا جی چاہتا تھا روزہ چھوڑ دیتا تھا اور اس کے بدلے میں فدیہ دے دیتا تھا۔یہاں تک کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی اور اس نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا۔(بخاری:4505)

(3)﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ﴾"پھر جو شخص خوشی سے کوئی نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے" یعنی ایک سے زیادہ آدمیوں کو کھلائے یا یہ کہ روزہ بھی رکھے اور مسکین کو کھانا بھی کھلائے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔

(4)﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾"اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو" اس بات سے اللہ تعالیٰ نے روزے رکھنے کی رغبت دلائی ہے۔(i)ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا: مجھے کوئی حکم دیجیے جسے میں آپ سے لے لوں،تو آپ ﷺ نے فرمایا:"تم پر لازم ہے کہ روزے رکھو کیونکہ اس کی کوئی مثل نہیں۔"(صحیح الترغیب:986)

(ii)مجاہد،طاؤس اور مقاتل بن حیان نے کہا: روزہ کھانے سے بہتر ہے۔(ابن ابی حاتم:309/1)

(iii)اس سے یہ بھی مراد ہے کہ روزے رکھنا فدیے سے بہتر ہے۔

(5)﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾"اگر تم جانتے ہو" اگر تم اس عمل کی فضیلت اور اپنے اس کام کے ثواب کو جانتے ہو تو جان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوکہ روزہ رکھنا بہتر ہے۔(6)اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کر دیئے اور طاقت نہ رکھنے والوں کو روزہ چھوڑنے اور دوسرے دنوں میں قضا دینے کی رخصت دے دی۔(7)بہت بوڑھے شیخ فانی کے لیے جسے روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو، یہ اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔اس کے لئے قضا بھی لازم نہیں ہوگی کیونکہ اس کے لئے ایسی حالت ممکن ہی نہیں جس میں وہ روزے کی قضا دے سکے،لہٰذا اس کے لئے واجب ہے کہ ہر دن کے عوض فدیہ دے دے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ سلف نے اس کی تفسیر بیان فرمائی اور قرآن مجید کے ان الفاظ کو اس طرح پڑھا: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهٗ﴾ یعنی وہ روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرتے ہیں۔(تفسیر طبری:187/2)(المصباح المنیر:391/1)

(8)عطا بن ابی رباح نے کہا کہ ہر بیماری میں روزہ نہ رکھنا درست ہے۔جیسا کہ عام طور پر اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے۔اور امام حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ دودھ پلانے والی یا حاملہ کو اگر اپنی یا اپنے بیٹے کی جان کا خوف ہو تو وہ افطار کر لیں اور پھر اس کی قضاء کر لیں لیکن بوڑھا ضعیف شخص جب روزہ نہ رکھ سکے تو وہ فدیہ دے۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی جب بوڑھے ہو گئے تھے تو وہ ایک سال یا دو سال رمضان میں روزانہ ایک مسکین کو روٹی اور گوشت دیا کرتے تھے اور روزہ چھوڑ دیا تھا۔اکثر لوگوں نے اس آیت میں ﴿يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ پڑھا ہے(جو ﴿اطاق یطیق﴾ سے ہے)۔(بخاری:4505)

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ

"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو انسانوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت کی اور حق و باطل

مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا

کا فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں، تو تم میں سے جو کوئی اس مہینے میں حاضر ہو تو وہ اس کے روزے رکھے، اور جو کوئی بیمار ہو

اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ

یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے تعداد پوری کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تم پر تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا

بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

اور تا کہ تم تعداد پوری کر سکو اور تم اس پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور تا کہ تم شکر گزار بنو" (185)

سوال 1: رمضان کی فضیلت کی وضاحت ﴿شَهْرُ ... فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اس آیت میں ماہ رمضان کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا۔(2)﴿شَهْرُ رَمَضَانَ﴾''رمضان کا مہینہ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں تم پر روزے فرض کیے گئے۔ (3)﴿اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾''جس میں قرآن نازل کیا گیا''قرآن مجید کی فضیلت کی بنا پر قرآن کا یہ حق ہے کہ اس مہینے میں روزے فرض کیے جائیں اور وہ مومنوں کے لیے خیر و برکت اور نیکیوں کا مہینہ ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو روزوں کے لیے مقرر کر دیا۔

(5)رمضان المبارک میں قرآن مجید نازل ہوا اس لئے رمضان اور قرآن کا گہرا تعلق ہے۔سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔روزہ کہے گا:''اے میرے رب!میں نے اسے دن میں کھانے پینے اور شہوت کے کام سے روکے رکھا تھا،لہٰذا اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما''،قرآن کہے گا:''اے میرے رب!میں نے اسے رات میں سونے سے روکے رکھا تھا،لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما''،آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ ان دونوں کی سفارش قبول فرمالے گا۔''(مسند احمد :176/2،مستدرک حاکم:554/1)(6)قرآن مجید لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے بیت العزت میں ایک ہی بار اترا۔پھر رحمت عالم ﷺ پر 23 سالوں تک حسب ضرورت وقتاً فوقتاً اترتا رہا۔

(7)رمضان برکت والا مہینہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو دوسرے تمام مہینوں کے مقابلے میں خاص مقام عطا کیا ہے۔ یہ مہینہ رحمت والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ خصوصیات اور فضیلتیں عطا کی ہیں جن کی وجہ سے یہ دوسرے مہینوں سے ممتاز ہے۔(i)رمضان میں قرآن نازل کیا گیا۔(ii)آسمانی کتابیں اور صحیفے اس مہینے میں نازل کئے گئے۔

(iii)رمضان کی ایک رات ہزار راتوں سے افضل ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے:﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾''لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔''(القدر:3)(iv)رمضان میں سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

(v)رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب رمضان آتا ہے تو آسمان (یعنی جنت) کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیاطین مضبوط ترین زنجیروں سے جکڑ دیے جاتے ہیں۔''(بخاری:3277)

(vi)رمضان میں اللہ تعالیٰ روزانہ جنت کو سنوارتا اور مزین کرتا ہے۔(vii)رمضان کے روزے واجب ہیں۔

(viii)فرشتے روزہ داروں کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔(ix)رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی بخشش کر دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے۔(x)رمضان سے رمضان تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''پانچوں نمازیں اور جمعہ،جمعہ تک بیچ کے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے''اور ایک روایت میں ہے:''رمضان،رمضان تک کفارہ ہے ان گناہوں کا جو اس کے بیچ میں ہوں،جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے۔''(مسلم:550)(xi)رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہو جاتا ہے۔

(xii)رمضان کی ہر رات جہنم سے آزادی دی جاتی ہے۔

(8)رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں عام دنوں سے زیادہ تلاوت کلام پاک کرتے تھے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور تمام اوقات سے زیادہ آپ ﷺ رمضان میں سخی ہو جاتے تھے(خصوصاً)جب آپ ﷺ سے جبرائیل علیہ السلام(آ کر)ملتے تھے اور جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے تھے اور آپ ﷺ سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔تو یقیناً(اس وقت)رسول اللہ ﷺ(خلق اللہ کی نفع رسانی میں)تند و تیز ہوا سے بھی زیادہ(سخاوت میں)تیز ہوتے تھے۔(بخاری:3220)

(9)رمضان المبارک میں کرنے والے کاموں میں راتوں کے قیام میں اور بغیر قیام کے تلاوت کرنا،قرآن مجید کو ترجمے کے ساتھ سمجھ کر پڑھنا عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔تلاوت میں توجہ اور تدبر پسندیدہ ہے۔نبی ﷺ توجہ اور تدبر سے قرآن مجید پڑھتے تھے اور اس سے اثر قبول کرتے تھے۔

سوال 2:رمضان المبارک میں کرنے والے نیکی اور احسان کے کام کون کون سے ہیں؟

جواب:(1)روزہ رکھنا۔(2)صدقہ و خیرات کرنا۔(3)رات کا قیام کرنا۔(4)تلاوت قرآن مجید کرنا۔

(5)روزے افطار کروانا۔(6)اعتکاف کرنا رمضان المبارک کی خصوصی عبادت ہے۔اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے عبادت کی غرض سے مسجد میں رہنا اعتکاف کہلاتا ہے۔(7)رمضان کے آخری عشرے میں خوب محنت کرنا۔

(8)لیلۃ القدر کو تلاش کرنا۔(9)عمرہ کرنا۔(10)کثرت سے دعائیں کرنا۔

سوال 3:قرآن مجید کی فضیلت کی وضاحت ﴿هُدًى ... وَالْفُرْقَانِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)آیت کے اس حصے میں قرآن مجید کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔فرمایا گیا:﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾''انسانوں کے لیے ہدایت ہے''قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت اور راہ نمائی کا ذریعہ ہے۔ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا کہ لوگ اس سے ہدایت پاتے ہیں۔(الدر المنثور:344/1)(2)قرآن مجید اپنے احکامات کے ذریعے حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔(تفسیر منیر:495/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى﴾ ''اور ہدایت میں سے واضح دلائل ہیں'' اس سے مراد ہے کہ اس میں بینات یعنی دلائل ہیں۔(فتح القدیر:233/1)قرآن مجید میں حلال وحرام کے دلائل ہیں اور حدود ہیں۔(4)﴿وَالْفُرْقَانِ﴾ ''اور حق اور باطل میں فرق کرنے کی'' الفرقان سے مراد ہے کہ قرآن مجید حق اور باطل میں فرق کرتا ہے۔(تفسیر ماوردی:240/1)

سوال 4: قرآن مجید کی کیا صفات ہیں؟

جواب:(1)قرآن مجید دنیا کی سب سے بڑی بھلائی ہے۔(النحل:30)رب العزت کا فرمان ہے:﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔''(یونس:58)اس کی بھلائی سے جن، انسان اور کائنات کی ساری مخلوقات برکت حاصل کرتی ہیں اور قیامت تک حاصل کریں گی۔

(2)قرآن مجید انسانوں کی ہدایت اور راہ نمائی کا انمول خزانہ ہے۔(البقرۃ:2)

(3)قرآن مجید فضل وکمال اور سربلندی کے حصول میں مدد دیتا ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو پست وذلیل کرتا ہے۔''(مسلم:1897)

(4)قرآن مجید دنیا وآخرت کی کامیابی کی طرف دعوت دیتا ہے۔

(5)قرآن مجید کی رحمت، شفقت اور مہربانی مومنوں اور کافروں، جانوروں اور انسانوں، جنوں اور ساری مخلوقات کے لئے جاری وساری ہے۔(لقمان:1-3)

(6)قرآن مجید دل میں اتر جانے والی نصیحت ہے۔یہ نیکی کی ترغیب دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔(یونس:57)

(7)قرآن مجید نور ہے جس کی روشنی سے کفر اور شرک کے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں اور جہالت کا میل اتر جاتا ہے۔(النساء:147)

(8)قرآن مجید شفا ہے۔انسان فکر اور روح کی جن بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے جو کفر اور شرک، ذہنی دباؤ اور اضطراب کی وجہ سے طاری ہوتی ہیں یا باطنی بیماریاں جیسے حسد، تکبر، حرص وغیرہ، کا علاج ہے۔(بنی اسرائیل:82)

(9)قرآن مجید حق اور صداقت کا نگران ہے، حق کی تصدیق اور تائید کرتا ہے۔(بنی اسرائیل:105، المائدۃ:48)

(10)قرآن مجید ایسا ذکر ہے جس سے روح تر وتازہ ہوتی ہے، دل پاک ہوتے ہیں اور رب کی قربت نصیب ہوتی ہے۔(ص:1، الزخرف:44)(11)قرآن مجید میں سعادت اور کامیابی کے سارے امور کی تفصیل اور وضاحت ہے۔(النحل:87)

(12)قرآن مجید سچی اور پاکیزہ زندگی کی روح ہے۔جب تک کسی کے اندر کلام اللہ کی سچی روح نہیں اترتی اس کی زندگی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے معنی ہے۔(الشوریٰ:52) پاکیزہ زندگی کی رونق اسی سے ہے۔

سوال 5: احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں قرآن مجید کی فضیلت واضح کریں؟

جواب: (1) قرآن مجید قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔'' (مسلم:1874)

(2) قرآن مجید کا ماہر معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو آدمی قرآن میں ماہر ہو وہ ان فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو معزز اور بزرگی والے ہیں اور جو قرآن مجید اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اسے پڑھنے میں دشواری پیش آتی ہے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔'' (مسلم:798، 1862، بخاری:4937، ترمذی:2904)

(3) قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کے لیے فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رات کے وقت وہ سورۃ البقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک گھوڑا بدکنے لگا تو انہوں نے تلاوت بند کر دی تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ اس مرتبہ بھی جب انہوں نے تلاوت بند کی تو گھوڑا بھی خاموش ہو گیا۔ تیسری بار جب تلاوت شروع کی تو پھر گھوڑا بدکا۔ ان کا بیٹا چونکہ گھوڑے کے قریب ہی تھا اس لیے اس ڈر سے کہ کہیں انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے انہوں نے تلاوت بند کر دی اور بچے کو وہاں سے ہٹا دیا پھر اوپر نظر اٹھائی تو کچھ نہ دکھائی دیا۔ صبح کے وقت یہ واقعہ انہوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ''ابن حضیر! تم پڑھتے رہتے تلاوت بند نہ کرتے (تو بہتر تھا)'' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ڈر لگا کہ کہیں گھوڑا میرے بچے کو کچل نہ ڈالے، وہ اس سے بہت قریب تھا۔ میں نے سر اوپر اٹھایا اور پھر یحییٰ کی طرف گیا۔ پھر میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو ایک چھتری سی نظر آئی جس میں روشن چراغ تھے۔ پھر جب میں دوبارہ باہر آیا تو میں نے اسے نہیں دیکھا۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں معلوم بھی ہے وہ کیا چیز تھی؟'' سیدنا اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ فرشتے تھے، تمہاری آواز سننے کے لئے قریب ہو رہے تھے۔ اگر تم رات بھر پڑھتے رہتے تو صبح تک اور لوگ بھی انہیں دیکھتے، وہ لوگوں سے چھپتے نہیں۔'' (بخاری:5018)

(4) صاحب قرآن کے حق میں رشک جائز ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہو سکتا ہے، ایک تو اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا اور وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا رہا اور دوسرا آدمی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے محتاجوں پر رات دن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیرات کرتا رہا۔" (بخاری:5025)

(5) قرآن مجید کے ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا اجر ملتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے الٓمٓ سے مراد ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔" (ترمذی:2910)

سوال 6: امت پر قرآن مجید کے سلسلے میں کس چیز کا اہتمام کرنا ضروری ہے؟

جواب: (1) امت پر قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑنا، اس کا حق ادا کرنا اور اس کی پیروی کرنا لازم ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ "اور یہ ایک بابرکت کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔" (الانعام:155)

(2) رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ کے بارے میں وصیت فرمائی ہے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پکڑے رکھو اور اس کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہو" اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کی خوب رغبت دلائی۔ (مسلم:6228)

(3) کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنے سے مراد ہے: (i) دن اور رات کے حصوں میں اس کی تلاوت کرنا۔

(ii) قرآن مجید کو اپنی زبان میں سمجھنے اور اس کے مفہوم کو اسی طرح سے سمجھنے کے لیے جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سمجھایا قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنا۔ (iii) قرآن مجید کی آیات میں غور و فکر کرنا۔ (iv) قرآن مجید کو حفظ کرنا۔ (v) قرآن مجید کی حلال کردہ چیزوں کو حلال، حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھنا اور اس کے احکامات پر عمل کرنا۔

(vi) قرآن مجید کی وعید والی آیات سے خوف کھانا۔ (vii) قرآن مجید کے واقعات سے نصیحت حاصل کرنا۔

(viii) قرآن مجید کی مثالوں سے عبرت پکڑنا۔ (ix) قرآن مجید کی محکم آیات پر عمل کرنا اور متشابہ پر سر جھکا دینا۔

(x) قرآن مجید کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہنا۔ (xi) دین میں غلو کرنے والوں کا ساتھ نہ دینا بلکہ دین کا دفاع کرنا۔

(xii) قرآن مجید کی دعوت دینا۔ (xiii) قرآن مجید کی تعلیم دینا اور اس کی تعلیم کے لیے اہتمام کرنا۔

سوال 7: رمضان کے روزے رکھنے کا کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ "تو تم میں سے جو کوئی اس مہینے میں حاضر ہو تو وہ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روزے رکھے'' رمضان کے روزے رکھنا واجب ہے۔اس آیت میں فرض کر دیا گیا کہ جو کوئی رمضان کو پائے کہ وہ صحت مند ہو اور مسافر نہ ہو تو رمضان کے روزے رکھے۔جب رمضان کا چاند نظر آئے ،کوئی اپنے گھر پر ہو،صحت مند ہو تو اس پر روزے رکھنا واجب ہے۔اسلام کے ابتدائی دور میں لوگوں کو روزے چھوڑنے کی اجازت تھی۔اس آیت سے وہ اجازت منسوخ ہو گئی۔

(2)ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مہینہ اتنے دنوں اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے۔تیسری مرتبہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے انگوٹھے کو دبا لیا۔''(بخاری:1908)

سوال8:مریض اور مسافر کے لیے روزے کا کیا حکم ہے،اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ كَانَ ... اُخَرَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾''اور جو کوئی بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے تعداد پوری کرنا ہے'' مریض اور مسافر کو روزہ چھوڑنے کی اجازت دی گئی۔

(2)اللہ تعالیٰ نے مریض اور مسافر کو ہدایت دی ہے کہ وہ روزوں کی تعداد دوسرے دنوں میں پوری کر لیں،جب مریض صحت مند ہو جائے اور مسافر واپس آ جائے۔(3)نبی ﷺ نے سفر میں کبھی روزہ رکھا ہے اور کبھی نہیں رکھا۔

(4)ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ (فتح مکہ کے موقع پر) مکہ کی طرف رمضان میں چلے تو آپ ﷺ روزہ سے تھے لیکن جب کدید پہنچے تو روزہ رکھنا چھوڑ دیا۔(بخاری:1944)

(5)سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سولہویں رمضان کو جہاد کیا تو ہم میں سے کوئی روزے سے تھا اور کوئی افطار کیے ہوئے تھا اور روزہ دار افطار کرنے والے پر عیب نہ کرتا تھا اور نہ افطار کرنے والا روزہ دار پر۔(مسلم:1116)

(6)ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر کر رہے تھے۔دن انتہائی گرم تھا۔گرمی کا یہ عالم تھا کہ گرمی کی سختی سے لوگ اپنے سروں کو پکڑ لیتے تھے، نبی کریم ﷺ اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شخص روزہ سے نہیں تھا۔(بخاری:1945)

(7)سیدنا حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں اپنے میں سفر میں روزہ کی قوت پاتا ہوں،تو میں اگر روزہ رکھوں تو کیا کچھ گناہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''یہ اللہ کی طرف سے رخصت ہے سو جس نے اس کو لیا خوب کیا اور جس نے روزہ رکھنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہا تو اس پر گناہ نہیں۔" (مسلم:1121)

(8) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں تھے کہ ایک شخص پر لوگوں کی بھیڑ دیکھی اور وہ اس پر سایہ کیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "اس کو کیا ہوا؟" لوگوں نے عرض کی کہ ایک روزہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔" (مسلم:1115)

(9) حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی: میں سفر میں روزہ رکھوں؟ وہ روزے بکثرت رکھا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر جی چاہے تو روزہ رکھ اور جی چاہے افطار کر۔" (بخاری:1943)

سوال 9: کیا روزوں کی قضا میں تسلسل ضروری ہے؟

جواب: قضا کے لیے یہ واجب نہیں ہے کہ روزے مسلسل رکھے جائیں، کوئی چاہے تو مسلسل بھی رکھ سکتا ہے اور متفرق طور پر بھی، دلائل سے یہی ثابت ہے کیونکہ مسلسل رکھنا تو رمضان میں روزے رکھنے کی وجہ سے واجب ہے اور رمضان کے بعد واجب یہ ہے کہ جتنے دنوں کے وہ روزے نہیں رکھ سکا اتنے دنوں کے وہ روزے رکھ لے، خواہ مسلسل طور پر یا متفرق۔

(المصباح المنیر: 1/394، 395)

سوال 10: شریعت ایمان والوں پر کوئی غیر فطری پابندی عائد نہیں کرتی، وضاحت کریں؟

جواب: شریعت ایمان والوں پر کوئی غیر فطری پابندی عائد نہیں کرتی مثلاً

(1) روزہ میں دن کے اوقات میں ازدواجی تعلق ممنوع ہے لیکن رات کے اوقات میں اجازت ہے۔

(2) سحر و افطار کا وقت جاننے کے لیے کسی مخصوص وقت کا پابند بنانے کی بجائے عام افق کے مشاہدے کو بنیاد قرار دیا گیا ہے۔

(3) بیماری اور سفر میں قضا کرنے کا راستہ کھول دیا گیا ہے۔

سوال 11: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ ... تَشْكُرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ "اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تم پر تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا" رمضان میں عذر شرعی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکنے والوں کے لیے قضا کا راستہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آسانی ہے اسی لیے فرمایا کہ وہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے، دشواری کا ارادہ نہیں رکھتا۔

(2) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "آسانی پیدا کرو، تنگی نہ پیدا کرو، لوگوں کو تسلی اور تشفی دو، نفرت نہ دلاؤ۔" (بخاری:6125)

(3) ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ﴾ "اور تاکہ تم تعداد پوری کرسکو" یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آسانی ہے کہ روزوں کی تعداد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رمضان کے دوسرے دنوں میں پوری کی جاسکتی ہے۔

(4)﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ﴾ ''اورتم اس پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں ہدایت دی ہے''

(i) یعنی عبادات کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔

(ii) اس حکم میں رمضان کے اختتام پر شوال کا چاند دیکھ کر خطبہ عید تک کہی جانے والی تکبیریں شامل ہیں۔

(iii) اس بات پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کریں کہ اس نے تمہیں اپنی شریعت اور سنت اور دین کے احکامات کی طرف ہدایت دی۔

(5) سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (نبی کریم ﷺ کے زمانہ) میں ہمیں عید کے دن عیدگاہ میں جانے کا حکم تھا۔ کنواری لڑکیاں اور حائضہ عورتیں بھی پردہ میں باہر آتی تھیں۔ یہ سب مردوں کے پیچھے پردہ میں رہتیں۔ جب مرد تکبیر کہتے تو یہ بھی کہتیں اور جب وہ دعا کرتے تو یہ بھی کرتیں، اس دن کی برکت اور پاکیزگی حاصل کرنے کی امید رکھتیں۔ (بخاری:971)

(6)﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ '' اور تاکہ تم شکر ادا کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر اور فرائض کی طرف راہ نمائی پر اور تاکہ تم اس کی نعمتوں پر اور احسانات پر شکر ادا کرو۔

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا

دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾

ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ہی ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں'' (186)

سوال 1: اللہ تعالیٰ قریب ہے اور دعائیں سنتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... يَرْشُدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ﴾ ''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں'' اس آیت میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہے اور ان کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے کہ ہم جب بھی کسی ٹیلے پر چڑھتے یا کسی وادی میں اترتے تو بلند آواز سے تکبیریں کہتے تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنے آپ پر رحم کرو، تم کسی بہرے یا غائب کو تو نہیں پکارتے بلکہ تم اس ذات گرامی کو پکارتے ہو جو خوب سنتا اور خوب دیکھنے والا ہے، جس ذات گرامی کو تم پکارتے ہو وہ تو تم سے تمہاری سواری کی گردن سے بھی قریب تر ہے۔'' (مسند احمد: 402/4)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)ایک اعرابی نے پوچھا تھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہمارا رب قریب ہے؟ اگر قریب ہے تو ہم اس سے سرگوشیاں کرلیں۔ اگر دور ہو تو ہم اونچی آوازوں سے پکاریں؟ نبی ﷺ خاموش رہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)(ابن ابی حاتم)

(3)﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ﴾ ''اور جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقینا میں قریب ہی ہوں'' اللہ تعالیٰ ہم سے قریب ہے کیونکہ وہ ہمارے دلوں کے راز جانتا ہے، وہ ہماری نگہبانی کرتا ہے، وہ نگاہوں کی خیانت کو جانتا ہے۔

(4)﴿اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ ''میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے'' رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست دعا مانگیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قریب ہے، پکار کو سنتا ہے اور پکار کا جواب بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی دعا رائیگاں نہیں جانے دیتا۔

(5)اللہ تعالیٰ اپنے علم سے، انعامات سے اور دعاؤں کو قبول کرنے کے اعتبار سے بندوں کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کو دعائیں سننے سے کوئی چیز نہیں روکتی۔ اللہ تعالیٰ دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ (6)اللہ تعالیٰ نے دعائیں مانگنے کی طرف رغبت دلائی ہے۔

(7)نبی ﷺ نے فرمایا: جب بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے دونوں ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خالی ہاتھ پھیرنے سے شرماتا ہے۔ (ابوداؤد:1488)

(8)جو کوئی دل کی حاضری کے ساتھ اپنے رب سے مشروع دعا کرتا ہے اور وہ طریقے اختیار کرتا ہے جس سے دعائیں قبول ہوتی ہیں مثلاً ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور دعا کی قبولیت میں کوئی مانع نہ ہو مثلاً حرام کھانا تو اللہ تعالیٰ نے ایسی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

(9)ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر فرشتوں کی مجلس میں اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب آتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب آتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آجاتا ہوں۔'' (بخاری:7405)

(10)رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی مسلمان دعا کرتا ہے جس میں گناہ یا قطع رحمی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تین باتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے ایک ضرور عطا کرتا ہے: دعا کے مطابق اس کی خواہش پوری کر دی جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس دعا کو آخرت کے لیے ذخیرۂ اجر بنا دیتا ہے یا دعا کے برابر اس سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: پھر تو ہم کثرت سے دعائیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی بہت زیادہ اور بے پایاں ہے۔'' (مسند احمد: 18/3)

(11) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دل برتنوں کی طرح ہیں اور بعض، بعض کی نسبت زیادہ یاد رکھنے والے ہیں، اے لوگو! تم جب اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس سے اس طرح سوال کرو کہ تمہارے دل قبولیت کے یقین سے سرشار ہوں کیونکہ جو شخص غافل دل کے ساتھ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو شرف قبولیت سے نہیں نوازتا۔'' (مسند احمد: 177/2)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے کہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔'' (بخاری: 6340)

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی: امام عادل کی، روزے دار کی جب تک وہ روزہ افطار نہ کر لے، مظلوم کی دعا، اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بادلوں سے بھی اوپر اٹھائے گا۔ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ضرور تیری مدد کروں گا خواہ کچھ عرصے بعد ہی سہی۔'' (مسند احمد: 305/2)

(14) ﴿فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي﴾ ''تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں'' لہٰذا لوگوں کو مجھ سے دعا کرنی چاہئے یعنی اپنی ضروریات اور حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے مجھ سے مطالبہ کرنا چاہیے۔

(15) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ انہیں جو حکم دیا گیا اسے پورا کرنا چاہیے اور جس سے روکا گیا اس سے رکنا چاہیے۔

(16) ﴿وَلْيُؤْمِنُوا بِي﴾ ''اور مجھ پر ہی ایمان لائیں'' اور لازم ہے کہ وہ مجھ پر یقین رکھیں یعنی میرے وجود پر، اسماء حسنیٰ پر، صفات عالیہ پر، میرے قریب ہونے اور دعاؤں کے قبول کرنے پر۔

(17) ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ ''تا کہ وہ ہدایت پا جائیں'' رشد سے مراد استقامت ہے۔ (فتح القدیر: 235/1)

(18) تا کہ وہ ہدایت پائیں یعنی حق پر قائم ہو جائیں۔ (تفسیر بیضاوی: 467/1)

(19) تا کہ وہ گمراہی سے ہدایت پا جائیں۔ (تفسیر سمرقندی: 124)

(20) رب العزت کا فرمان ہے: لوگوں کو مجھ سے دعائیں مانگنی چاہئیں اور مجھ پر یقین رکھنا چاہئے تا کہ ہدایت پائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہدایت کے لیے جیسے رب پر یقین ضروری ہے ایسے ہی دعا مانگنا ضروری ہے۔

(21) یعنی ان کو وہ رشد عطا ہوگی جو ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کا نام ہے اور ان سے وہ گمراہی زائل ہو جائے گی جو ایمان اور اعمال صالحہ کے منافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا حصول علم کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لیے حق اور باطل میں فرق کرنے والی قوت بنا دے گا اور تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے گا، اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔'' (الانفال:29)

سوال 2: روزے اور دعا کا کیا تعلق ہے؟

جواب: (1) رمضان کے مہینے میں کثرت سے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

(2) جیسے روزہ اہم عبادت ہے اور ایک تربیتی عمل ہے ایسے ہی دعا بھی تربیت کا اہم ذریعہ ہے۔ مسند طیالسی میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما افطار کے وقت اپنے تمام بال بچوں کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے اس لیے کہ روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:260/1)

(3) ﴿اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ﴾ ''دعا ہی عبادت ہے۔'' (جامع ترمذی:3372)

(4) دعا اللہ تعالیٰ کی توحید سے عبارت ہوتی ہے اور توحید اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔

(5) دعا گناہوں سے توبہ کا ذریعہ ہے۔ گناہ گار توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے اور توبہ ہدایت کا ذریعہ ہے۔ دعا ہدایت کا ذریعہ ہے اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔'' (مومن:60)

(6) سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''بندہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ بلند کر کے دعا مانگتا ہے تو وہ ارحم الراحمین اس کے ہاتھوں کو خالی پھیرتے ہوئے شرماتا ہے۔'' (مسند احمد)

(7) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعا ہی تو عبادت ہے۔ تمہارا رب فرماتا ہے: مجھے پکارو، میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔'' (ابوداؤد:1488)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: دعا مانگنے کے آداب کیا ہیں؟

جواب: دعا مانگتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔(1) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ مانگا جائے۔

(2) دعا کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور نبی ﷺ پر درود بھیجنا چاہئے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہئے، یہ قبولیت کا اصل اور قریب ترین سبب ہے۔

(4) دعا مانگتے ہوئے قبولیت کا مکمل یقین رکھنا چاہئے۔(5) دعا پوری رغبت، توجہ اور یک سوئی کے ساتھ کرنی چاہئے۔

(6) دعا میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔(7) دعا مانگتے ہوئے آواز پست رکھنی چاہئے۔

(8) دعا میں تصنع اور قافیہ بندی نہیں کرنی چاہئے۔(9) اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کرنی چاہئے۔

(10) دل کو حاضر رکھنا چاہئے۔(11) دعا کو تین تین بار دہرانا چاہئے۔(12) قبلہ رو ہو کر بیٹھنا چاہیے۔

(13) دعا میں ہاتھ بلند کرنے چاہئیں۔(14) دعا مانگنے والے کا رزق حلال ہونا چاہئے۔

(15) اللہ تعالیٰ کے ناموں کے حوالے سے دعا کرنی چاہئے۔(16) قطع رحمی یا گناہ کی دعا نہیں مانگنی چاہئے۔

(17) دعا دلجمعی اور دوٹوک الفاظ میں کرنی چاہئے۔

(18) دعا مانگنے سے پہلے اپنے گناہوں کا اعتراف اور اظہار ندامت کرنا چاہئے۔

(19) اپنے نیک کاموں کو وسیلہ بنا کر مانگنا چاہئے۔

﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ

''تمہارے لیے روزے کی رات میں اپنی عورتوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم

لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم اپنے آپ سے خیانت کرتے تھے۔ پھر اس نے تم پر مہربانی

وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا

فرمائی اور اس نے تمہیں معاف کر دیا، تو اب تم ان سے مباشرت کرو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو لکھ دیا ہے اسے طلب کرو،

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا

اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے سیاہ دھاگے سے فجر کا سفید دھاگہ خوب ظاہر ہو جائے، پھر رات تک روزے کو پورا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ۭ

کرو اور ان سے مباشرت نہ کرو جب تم مسجد میں اعتکاف کرنے والے ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں سو ان کے قریب نہ جاؤ۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ وہ بچ جائیں" (187)

سوال 1: رمضان کی راتوں میں بیویوں سے صحبت کرنا حلال ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿اُحِلَّ لَكُمْ ... لَكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَاۗىِٕكُمْ﴾ "تمہارے لیے روزے کی رات میں اپنی عورتوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے" روزوں کے فرض کیے جانے کے بعد مسلمانوں پر رات کے وقت سو جانے کے بعد کھانا، پینا اور جماع وغیرہ حرام تھا۔ بعض اصحاب کے لیے یہ چیز مشقت کا باعث ہوئی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف فرما دی اور رمضان کی راتوں میں ان کے لیے کھانا، پینا اور جماع مباح قرار دے دیا۔ (تفسیر سعدی: 230/1)

(2) روزہ ایسی عبادت ہے جس میں انسان دن میں کھانے پینے اور مباشرت سے پرہیز کرتا ہے۔ رات کے وقت جہاں کھانے پینے کی اجازت دی گئی وہاں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ رمضان کی راتوں میں بیویوں سے صحبت کرنا حلال ہے۔

(3) ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ "وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو" لباس زینت، وقار، حفاظت اور عزت کے لیے ہوتا ہے۔ اس رشتے میں بھی ایک دوسرے کے رازوں کی حفاظت ہونی چاہئے۔ بیوی کو شوہر کے مال، اس کی عزت اور گھر کے تمام کاموں میں شوہر کے حقوق کی حفاظت امانت سمجھ کر کرنی چاہئے۔ شوہر بیوی کو مال، جان اور عزت کا تحفظ فراہم کرے۔ اس حفاظت میں ہی ایک دوسرے کی عزت ہے اور اسی کی وجہ سے شوہر اور بیوی کی معاشرے میں عزت ہے۔ (4) شوہر اور بیوی کے درمیان باہمی اعتماد اور محبت کی فضا اس رشتے کو باوقار بناتی ہے۔

(5) شوہر اور بیوی کے درمیان معاملات میں نرمی اور شگفتگی اس رشتے کو زینت دیتی ہے۔

(6) ﴿عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ﴾ "اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے۔ پھر اس نے تم پر توجہ فرمائی اور تم سے درگزر کیا" امام بخاری نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد لوگ پورا رمضان اپنی بیویوں کے قریب نہیں جاتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے،لیکن بعض لوگ خیانت کرتے تھے یعنی جماع کر لیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت ﴿عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ﴾ نازل فرمائی اور رمضان کی راتوں میں جماع کرنا جائز ہو گیا۔ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایسی غلطی ہو گئی تھی۔(صحیح بخاری:4508)

(7) آیت کے اس حصے میں واضح کیا گیا کہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ روزوں میں مرد اور عورت کا تعلق ناجائز ہے جب کہ شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے سے آرام پہنچتا ہے اور آپس میں ملتے جلتے،اٹھتے بیٹھتے جب ایک دوسرے سے بچنا ممکن نہیں رہتا تو اپنے اندر خیانت پاتے ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تم سے درگزر کیا۔

(8) ﴿فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''پھر اب تم ان سے مباشرت کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لیے لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو'' اس آیت میں دو چیزوں کی اجازت دی گئی۔(i) بیویوں سے صحبت کی۔(ii) بیویوں سے اولاد حاصل کرنے کی۔اب تمہیں ان سے ملنے اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی نعمت کو تلاش کرنے کی اجازت ہے۔

سوال 2: سحری کا آخری وقت کیا ہے،اس کی وضاحت ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا ... مِنَ الْفَجْرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ ''اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے سیاہ دھاگے سے فجر کا سفید دھاگہ خوب ظاہر ہو جائے'' آیت کے اس حصے میں سحری کے آخری وقت کے بارے میں وضاحت کی گئی کہ کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی رات کی سیاہی سے ممتاز ہو جائے۔

(2) یہاں رات کی سیاہی کو سیاہ دھاگے اور دن کی سفیدی کو سفید دھاگے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(3) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! (آیت میں) الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ اور الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ سے کیا مراد ہے،کیا ان سے مراد دو دھاگے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری کھوپڑی پھر تو بڑی لمبی چوڑی ہو گی اگر تم نے رات کو دو دھاگے دیکھے ہیں۔'' پھر فرمایا: ''ان سے مراد رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے۔'' (صحیح بخاری: 4510)

(4) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ اور من الفجر کے الفاظ ابھی نازل نہیں ہوئے تھے تو کئی لوگ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگا باندھ لیتے اور پھر جب تک وہ دونوں دھاگے صاف دکھائی دینے نہ لگ جاتے برابر کھاتے پیتے رہتے پھر اللہ تعالیٰ نے من الفجر کے الفاظ اتارے تب ان کو معلوم ہوا کہ کالے دھاگے سے رات اور سفید دھاگے سے دن مراد ہے۔(صحیح بخاری:4511)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) سحری کھانا مستحب ہے۔(i) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سحری کھایا کرو اس میں برکت ہے۔'' (صحیح بخاری:1923)

(ii) سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ میں سحری کے لقمہ کا فرق ہے۔'' (مسلم:1096)

(iii) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (سحری کھا رہا ہو اور) اذان کی آواز سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اسے فوراً نہ چھوڑ دے بلکہ اپنی ضرورت پوری کر لے۔'' (سنن ابی داود:2350)

(6) طلوع سحر تک سحری کو مؤخر کرنا مستحب ہے۔(i) انس رضی اللہ عنہ نے اور ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم نے سحری کھائی، پھر آپ ﷺ صبح کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں نے پوچھا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا کہ پچاس آیتیں (پڑھنے) کے موافق فاصلہ ہوتا تھا۔ (بخاری:1921) (ii) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلال رات رہے میں اذان دیتے ہیں۔ عبداللہ ابن ام مکتوم کی اذان تک تم (سحری) کھا پی سکتے ہو۔ (بخاری:622) (iii) سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ بن جندب کہتے تھے کہ میں نے محمد رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے: ''کوئی بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سے دھوکا کھا کر سحر کھانے سے باز نہ رہے اور نہ یہ سفیدی (جو نیزے کی طرح بلند ہے کہ صبح ہے بلکہ صبح وہ ہے) جو پھیلی ہو۔'' (مسلم:1094)

(7) اس (آیت) میں اس امر کے جواز کی بھی دلیل ہے کہ اگر جماع کی وجہ سے حالت جنابت میں انتہائے سحر ہو جائے اور وہ غسل نہ کر سکا ہو تو اس کا روزہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ طلوع فجر تک جماع کی اباحت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جب فجر ہو گی تو وہ اس وقت جنبی ہو گا اور حق کو لازم کرنے والا امر بھی حق ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:231/1)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دروازے کی اوٹ سے سنتی تھیں۔ غرض اس نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے نماز کا وقت آ جاتا ہے اور میں جنبی ہوتا ہوں کیا میں روزہ رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے بھی نماز کا وقت آ جاتا ہے اور میں جنبی ہوتا ہوں، پھر میں روزہ رکھتا ہوں۔'' اس نے عرض کی کہ آپ اور ہم برابر نہیں ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! اس لیے کہ اللہ پاک نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اللہ کی! میں امید رکھتا ہوں کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ ان چیزوں کا جاننے والا ہوں جن سے بچنا ضروری ہے۔'' (غرض اس سائل کو یہ گمان ہوا کہ شاید یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکم آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے مگر آپ ﷺ نے فرمادیا کہ یہ حکم مجھ کو، تم کو، سب کو برابر ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ کسی حالت میں تکلیف شرعی سے اور لوازم عبدیت سے باہر نہیں ہوسکتا اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس سے میں امید رکھتا ہوں'' یہ کمال عبدیت ہے ورنہ واقع میں نبی ﷺ کا مرتبہ ایسا ہی ہے کہ سارے جہاں سے اعلم واتقیٰ ہیں)۔

سوال 3: روزے کا آخری وقت کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾ ''پھر رات تک روزے کو پورا کرو'' روزے کو رات تک پورا کرلو۔ معلوم ہوا کہ سورج ڈوبتے ہی روزہ کھولنے کا حکم ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 117/1)

(2) جہاں رات کی حد شروع ہوتی ہے وہاں روزے کی حد ختم ہوجاتی ہے۔ رات کی سرحد غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور آپ ﷺ روزے سے تھے۔ سورج کے ڈوبتے ہی آپ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دی: ''لاؤ ہمارا شربت'' بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ابھی تو دن چمک رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لاؤ ہمارا شربت'' آپ ﷺ نے روزہ افطار کیا، پھر فرمایا: ''جب رات کی سیاہی مشرق سے اٹھنے لگے تو روزے کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔'' (سنن ابی داود: 2352)

(4) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے لوگوں میں اس وقت تک خیر باقی رہے گا جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔'' (صحیح بخاری: 1957)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ مجھے سب سے زیادہ پیارے وہ بندے ہیں جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنے والے ہیں۔'' (مسند احمد) رسول اللہ ﷺ جب افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے: ﴿ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ﴾ ''پیاس ختم ہوگئی، رگیں تر ہوگئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو ثواب مل گیا۔'' (ابوداود: 2357)

سوال 4: اعتکاف کے دوران بیویوں سے صحبت کرنا جائز نہیں، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا ... فِي الْمَسٰجِدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ﴾ ''اور ان سے مباشرت نہ کرو جب تم مسجد میں اعتکاف کرنے والے ہو'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم اس کے بارے میں ہے جو رمضان یا غیر رمضان میں اعتکاف کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے شخص کو دن ہو یا رات بیویوں سے صحبت کی اجازت نہیں جب تک کہ اعتکاف پورا نہ ہو جائے۔(تفسیر طبری)

سوال 5: اعتکاف سے کیا مراد ہے اور اس کے کیا احکامات ہیں؟

جواب: (1) اعتکاف رمضان المبارک کی خصوصی عبادت ہے۔ اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے کے لیے برائے عبادت مسجد میں رہنا اعتکاف کہلاتا ہے۔(منہاج المسلم:446)

(2) اعتکاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان رمضان کے آخری دس دن مسجد میں رہے جن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے مختص کر دے۔ اعتکاف کی حالت میں انسان اپنی انسانی ضروریات کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو شہوانی لذتوں سے روکے رکھے۔

(3) اعتکاف صرف مساجد میں ہی کیا جا سکتا ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ﴾ ''اور جب تم مسجد میں اعتکاف کرنے والے ہو۔'' (البقرۃ:187) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ اعتکاف صرف مساجد میں ہوتا ہے۔(تفسیر الرازی:5/197)

(4) نافع کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے مسجد نبوی میں وہ جگہ دکھلائی جہاں رسول اللہ ﷺ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔(ابوداؤد:2465، ابن ماجہ:1773)

(5) نبی ﷺ پابندی سے اعتکاف کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ رمضان میں اعتکاف نہ بیٹھ سکے تو شوال میں اعتکاف کیا۔(بخاری:2044)

(6) نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔(بخاری:2026، مسلم:2782)

(7) رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دن رات مسجد کے ایک گوشے میں گزارتے تھے۔ عام معمولات اور تعلقات ختم کر دیتے تھے۔ وفات تک اعتکاف میں بیٹھنا آپ ﷺ کا معمول رہا۔ آپ ﷺ نے اس کی اتنی پابندی کی کہ جب ایک بار رمضان میں نہیں بیٹھ سکے تو شوال کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کے لئے جس کا گھر مسجد ہے خوشی، رحمت اور پل صراط سے گزر کر اپنی رضا یعنی جنت کی ضمانت دی ہے۔'' (معجم الطبرانی، مسند بزار، منہاج المسلم:446)

(8) نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا نبی کریم ﷺ مسجد سے (اعتکاف کی حالت میں) سر مبارک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میری طرف حجرہ کے اندر کر دیتے، اور میں اس میں کنگھا کر دیتی، نبی کریم ﷺ جب معتکف ہوتے تو بلا حاجت گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔(بخاری:2029)

(9) عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی بیویوں میں سے ایک خاتون (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے جو مستحاضہ تھیں، اعتکاف کیا۔ وہ سرخی اور زردی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں۔ اکثر طشت ہم ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی رہتیں۔(بخاری:2037)

سوال 6: ﴿تِلْكَ ۔۔۔ يَتَّقُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ "یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں" یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں اس نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے۔

(2) ﴿فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ "سو ان کے قریب نہ جاؤ" یعنی نافرمانی کے کنارے کنارے نہ گھومنا۔ سلامتی اس میں ہے کہ انسان گناہوں کی سرحد سے دور رہے کہ کہیں بھولے سے اس کے پار نہ چلا جائے۔

(3) ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ "اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ بچ جائیں" اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سارے احکامات واضح کر کے بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ متقی بن جائیں اور ہدایت اور اطاعت کو پہچان لیں کیونکہ بعض اوقات انسان حرام فعل کا ارتکاب اس وجہ سے کر بیٹھتے ہیں کہ اس کا علم نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ نے آیات کو کھول کھول کر بیان کر دیا۔ اب ان کے پاس کوئی حجت نہیں رہی۔

(4) ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ "تاکہ وہ متقی بن جائیں" یعنی تقویٰ ان سے مطلوب ہے اور آیات کی وضاحت نے تقویٰ اختیار کرنے کا سبب پیدا کر دیا۔

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا

"اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ ان کو حاکموں کی طرف لے جاؤ تاکہ لوگوں کے مالوں میں سے

ع 23 6 7 فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

ایک حصّہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو" (188)

سوال 1: رشوت گناہ اور حرام ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا ۔۔۔ تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جس پر کسی اور کا مال ہے اور اس حق دار کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو یہ شخص اس کا انکار کر جائے اور حاکم کے پاس جا کر بری ہو جائے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ اس پر اس کا حق ہے اور وہ اس کا مال مار رہا ہے اور حرام کھا رہا ہے اور اپنے تئیں گناہ گاروں میں کر رہا ہے۔(ابن کثیر:266)

(2)﴿وَلَا تَأْكُلُوْٓا﴾ ''اور تم نہ کھاؤ'' یعنی نہ لو۔

(3)﴿اَمْوَالَكُمْ﴾ ''اپنے مال'' اس سے مراد ہے دوسروں کے مال۔

(4)دوسروں کے مال کو اپنا اس لیے کہا کہ مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرنا چاہئے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔دوسرے اگر وہ آج اپنے بھائی کا مال کھا رہا ہے تو جب اس کو قدرت ہوگی تو وہ اس کا مال کھا لے گا۔

(5)﴿وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ''اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ'' مال کھانے کے دو طریقے ہیں: حق کے ساتھ کھانا یا باطل کے ساتھ کھانا۔یہاں رب العزت نے دوسرے کے مال کھانے کو باطل قرار دیا ہے کیونکہ حق نہیں ہے۔

(6)باطل طریقوں سے مال جن ناجائز طریقوں سے کھائے جاتے ہیں ان میں رشوت، چوری، غصب، ڈاکہ، ناحق دغابازی اور حیلہ سازی وغیرہ شامل ہیں۔اس میں وہ معاوضہ بھی شامل ہے جو حرام ہے جیسے سودی لین دین اور جوئے سے حاصل شدہ مال وغیرہ۔

(7)یہ حکم ان لوگوں کے معاملے میں دیا گیا ہے جن کے پاس کسی کا کوئی حق ہو اور حق والے کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہ ہو۔اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی شخص عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ کروالے تو یہ ظلم ہے۔کسی عدالت کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کروا سکتا۔ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم ہے۔

(8)اسی طرح خرید و فروخت اور اجارہ میں دھوکہ اور ملاوٹ کے ذریعے حاصل کیا ہوا مال بھی شامل ہے۔

(9)اسی طرح مزدوروں کا کسی کام کی اجرت لینا اور اس کے بدلے میں پورا کام نہ کرنا بھی حرام کھانا ہے۔

(10)اس حرام کھانے میں ان لوگوں کا زکوٰۃ، صدقات، اوقاف اور وصیتوں کا مال کھانا بھی داخل ہے جو اس مال کے مستحق نہیں یا وہ مستحق تھے مگر اپنے حق سے زیادہ مال وصول کیا۔

(11)عبادات اور تقرب الٰہی کے کاموں پر اجرت لینا جو اس وقت تک صحیح نہیں ہوتے جب تک ان میں صرف رضائے الٰہی مقصود نہ ہو، باطل طریقے سے مال کھانے میں داخل ہے۔(تفسیر سعدی:233/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)﴿وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ﴾ ''اور (نہ) ان کو حاکموں کی طرف لے جاؤ'' اگر مال کے بارے میں جھگڑا عدالت میں چلا جائے۔

(13)﴿لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ﴾ ''تا کہ لوگوں کے مالوں میں سے ایک حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ'' اور وہ فریق جو باطل طریقے سے مال کھانا چاہتا ہے کوئی ایسی دلیل پیش کرے جو اصل حق دار پر غالب آجائے اور حاکم اس کے مطابق فیصلہ کر دے تو عدالتی فیصلے کے باوجود وہ باطل ہی رہے گا اس لیے کہ کسی حاکم کا فیصلہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کر سکتا۔

(14)﴿وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''حالانکہ تم جانتے ہو'' یعنی تم جانتے ہو کہ جس بات کا تم دعویٰ کر رہے ہو وہ جھوٹی ہے۔

(15) اگر وکیل کو پتہ چل جائے کہ موکل دعوے میں جھوٹا ہے تو اس خائن کے لیے وکالت کرنا جائز نہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا﴾ ''اور آپ خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والے نہ ہوں۔'' (النساء:105)

(16) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں انسان ہوں میرے پاس لوگ جھگڑا لے کر آتے ہیں شاید ایک دوسرے سے زیادہ حجت باز ہو اور میں اس کی چکنی چپڑی تقریر سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (حالانکہ در حقیقت میرا فیصلہ واقعہ کے خلاف ہو) تو سمجھ لو کہ جس کے حق میں اس طرح کے فیصلہ سے کسی مسلمان کے حق کو میں دلواؤں وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے خواہ اٹھا لے خواہ نہ اٹھائے۔'' (ترمذی:1339)

سوال 2: روزے کے حکم کے فوراً بعد یہ حکم کہ ﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ''اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ'' کیا اہمیت رکھتا ہے؟

جواب:﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ''اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ'' یہ حکم بتاتا ہے کہ روزے کی حقیقت کیا ہے۔ روزے کا اصل مقصد انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرنا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکنے کا حکم ہو وہاں انسان رک جائے، رکنے کا حکم ہو تو جائز چیز سے بھی رک جائے۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کے حکم پر حلال کمائی تک سے رک جائے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بناء پر حرام کمائی سے خود کو کیوں نہ روکے گا۔

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ

''وہ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لئے وقت معلوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَلْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ

کرنے کے ذریعے ہیں اور نیکی یہ نہیں کہ تم گھروں میں ان کے پیچھے سے آؤ بلکہ نیکی اس کی ہے جو ڈرے

مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴿

اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ" (189)

سوال 1: نئے چاند کے بارے میں وضاحت ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ ... وَالْحَجِّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ﴾ "وہ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں" سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور سیدنا ثعلبہ بن عنمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ چاند چھوٹا بڑا کیسے ہوجاتا ہے؟ اول باریک دھاگے کی طرح ظاہر ہوجاتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے بڑا ہوجاتا ہے اور گول ہوجاتا ہے پھر گھٹتے گھٹتے باریک ہوجاتا ہے اور شروع میں جیسا تھا ویسا ہی آخر میں ہوجاتا ہے، ان کے سوال پر آیت بالا نازل ہوئی۔ (الدر المنثور: 203/1)

(2) اہل عرب چاند کے بارے میں دوسری قوموں کی طرح توہمات میں مبتلا تھے مثلاً (i) بڑھتے چاند کے دن مبارک ہیں۔

(ii) گھٹتے چاند کے دن منحوس ہیں۔ (iii) بعض تاریخیں سعید ہیں (شادی کے لیے، کاروبار کے لیے)۔

(iv) بعض تاریخیں منحوس ہیں (شادی کے لیے، کاروبار کے لیے)۔

(v) چاند کے نکلنے اور ڈوبنے، اس کی حرکت اور اس کے گہن کے بارے میں یہ تصور تھا کہ اس کا اثر انسانی قسمتوں پر پڑتا ہے۔ ان ہی چیزوں کی حقیقت نبی ﷺ سے دریافت کی گئی۔

(3) رب العزت نے ان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ﴾ "آپ کہہ دیں وہ لوگوں کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے یہ نظام تخلیق کیا ہے۔ مہینے کے آغاز میں چاند باریک ہوتا ہے۔ مہینے کے درمیان تک مکمل ہوجاتا ہے پھر گھٹتا جاتا ہے اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(4) چاند کے گھٹنے بڑھنے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کے ذریعے عبادات کے اوقات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے اوقات جان لیں۔ (5) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے ہلال کے اوقات بتائے ہیں لہٰذا چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر ہی چھوڑ دو۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن پورے کرلو۔" (حاکم: 423/1)

(6) چاند کے ذریعے مقررہ مدت پر ادا کئے جانے والے قرض، عدت طلاق، وفات، حمل کی مدت اور اجارات کے اوقات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلوم کئے جاتے ہیں جو سب کی ضرورت ہیں۔

(7)﴿وَالْحَجِّ﴾ ''اور حج کے لئے'' چونکہ حج خاص مہینوں میں ہوتا ہے اور بہت زیادہ وقت اس میں صرف ہوتا ہے اس لئے خصوصی طور پر اس کا ذکر کیا۔ یعنی چاند کے ذریعے حج کے مہینوں کا علم ہو۔

(8) خصوصی طور پر حج کا ذکر یہاں اس لیے بھی کیا گیا کہ عربوں کی مذہبی، معاشی اور معاشرتی زندگی میں حج کی اہمیت سب سے بڑھ کر تھی۔ ہر سال کے چار ماہ حج اور عمرے کے لیے مخصوص تھے۔ ان مہینوں میں لڑائیاں بند رہتی تھیں، راستے محفوظ ہوتے تھے اور کاروبار چمکتے تھے۔

سوال 2: نیکی کا دارومدار تقویٰ پر ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ ... تُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب لوگ جاہلیت میں احرام باندھ لیتے تو گھروں میں پیچھے کی طرف سے چھت پر چڑھ کر داخل ہوتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ ''اور نیکی یہ نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پیچھے سے آؤ لیکن البتہ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔'' (صحیح بخاری: 4512)

(2) اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ بے معنی رسمیں جن کا انسان کی خوش بختی یا بدبختی سے کوئی تعلق نہیں، نیکی نہیں ہیں۔ نیکی کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔

(3) ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا﴾ ''اور نیکی یہ نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پیچھے سے آؤ'' یعنی حج کا احرام باندھنے کے بعد گھر کے پچھواڑے سے داخل ہونے کو نیکی نہ سمجھو، یہ نیکی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مشروع نہیں کیا۔

(4) اللہ رب العزت نے اس کی وضاحت اس لئے فرمائی کہ عربوں کے یہاں ان ہی ظاہری کاموں کو نیکی سمجھا جاتا تھا۔

(5) ﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى﴾ ''بلکہ نیکی اس کی ہے جو ڈرے'' نیکی گھروں کے پیچھے سے آنے میں نہیں بلکہ نیکی کی بنیاد تقویٰ ہے۔ (6) تقویٰ سے مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کی جائے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے رکا جائے۔

(7) (i) نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے۔ (ii) نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا خوف اختیار کرے۔ (iii) حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اس سے نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8)انسان کے دل میں داخل ہونے والا تقویٰ نیکی کے لیے دل کے دروازے کھول دیتا ہے۔

(9)﴿وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾''اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ''اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔

(10)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ''تقویٰ ہی اصل نیکی ہے۔

(11)﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾''تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ''تقویٰ فلاح کی ضمانت ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس کو پورا کرو، جس سے روکا ہے اس سے رک جاؤ، اس طرزِ عمل یعنی تقویٰ کے ساتھ تم کامیاب ہوجاؤ گے۔

(12)اللہ تعالیٰ کے احکامات میں تبدیلی کرنے سے بچو اور اس کے افعال پر اعتراض کرنے سے ڈرو تاکہ تم ہدایت اور نیکی کو پالو۔(تفسیر بیضاوی:475/1)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا﴾''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا وہ اس کی برائیاں دور کردے گا اور اسے اس کا بڑا اجر دے گا۔''(الطلاق:5)

﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا''(190)

سوال1: قتال کے حکم کی وضاحت﴿وَقَاتِلُوْا ... الْمُعْتَدِيْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)مسلمانوں کو مدینہ آنے کے بعد قتال کا حکم دیا گیا جب کہ اس سے پہلے انہیں روکا گیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان سے لڑو''یعنی اخلاص کے ساتھ لڑو اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے سوا تمہارا کوئی اور مقصد نہ ہو۔

(2)﴿الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ﴾''جو تم سے لڑتے ہیں''یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے جو مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں۔ان میں بوڑھے، بچے، عورتیں، بے عقل لوگ اور راہب شامل نہیں ہیں۔اس سے مراد ذمہ دار لڑنے کی اہلیت رکھنے والے کافر مرد ہیں۔انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''مشرکوں سے اپنے اموال، اپنی جانوں اور زبانوں سے جہاد کرو۔''(ابوداؤد:2504)

(3)اس میں فتنوں کے دور میں مسلمانوں کے آپس میں لڑنے کی ممانعت بھی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَلَا تَعْتَدُوْا﴾ ''اور زیادتی نہ کرو'' یعنی عورتوں، بچوں، راہبوں، بوڑھوں اور بے عقل لوگوں جنہوں نے جنگ میں حصہ نہ لیا ہو ان کو قتل نہ کرو، مقتولین کا مثلہ نہ کرو یعنی اعضاء نہ کاٹو، جانوروں کو قتل نہ کرو، بغیر مصلحت کے درخت نہ کاٹو اور اگر کافر جزیہ دے چکے ہوں تو ان کے خلاف لڑنا بھی زیادتی ہے۔

(5)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' زیادتی کے کاموں سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ وہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

سوال 2: جہاد کا مقصد کیا ہے؟

جواب: (1) جہاد کا مقصد شر کو دفع کرنا اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا ہے۔ اس کے لیے قوت کا استعمال صرف ان ہی طبقوں کے خلاف ہوگا جو عملاً جنگ کریں باقی تمام انسانوں کو اس سے محفوظ رہنا چاہیے۔

(2) اسلام نے جہاد کے لیے رائج الوقت اصطلاحات کو چھوڑ کر فی سبیل اللہ کی اصطلاح وضع کی جو وحشیانہ جنگ کے تصورات سے اس کے تصور کو بالکل جدا کر دیتی ہے۔ (الجہاد فی الاسلام: 177) اسلام نے جو تصور دیا اس کو اس دور کے انسانوں کی عقلیں سمجھنے سے قاصر تھیں کہ جنگ نہ مال و دولت کے لیے ہوگی، نہ زمین ہتھیانے کے لیے، نہ شہرت اور ناموری کے لیے ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے ہوگی۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آدمی دولت کے لئے لڑتا ہے اور آدمی نام کے لئے لڑتا ہے اور آدمی اپنا مرتبہ دکھانے کو لڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا کون سا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اس لئے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے۔'' (مسلم: 4919، بخاری: 2810)

(3) سیدنا سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لوگ دور ہو گئے تو ان سے اہل شام میں سے ایک آدمی نے کہا: اے شیخ! آپ ہمیں ایسی حدیث بیان فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن سب سے پہلے جس کا حساب لیا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی، وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیرے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو تو اس لیے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے۔ تحقیق وہ کہا جا چکا۔ پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (مسلم: 4923)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) اسلام کی تعلیم جنگ کو ہر قسم کے دنیاوی مقاصد سے پاک کر دیتی ہے۔ اسلام میں جنگ کا مقصد عقیدے کی آزادی کی حفاظت اور اس کی دعوت و تبلیغ کے حق کی آزادی کے لیے امن و امان قائم رکھنا ہے۔ نیز اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ مسلم علاقوں پر خارجی ظلم و جور کا استیصال ہوتا رہے۔ (الرسول القائد:19)

سوال 3: دنیا میں کن معروف مقاصد کے لیے جنگیں لڑی جاتی ہیں؟

جواب: (1) خاندانی عزت کے لیے۔ (2) زمین میں اپنی برتری قائم کرنے کے لیے۔

(3) دولت کے حصول کے لیے۔ (4) منڈیوں اور خام اشیاء پر قبضے کے لیے۔

(5) ایک طبقے پر دوسرے طبقے کی حکمرانی کے لیے۔ (6) ایک نسل پر دوسری نسل کی حکومت کے لیے۔

سوال 4: جہاد کن لوگوں کے ساتھ کیا جائے؟

جواب: (1) آئمہ کفر سے یعنی وہ افراد جو اپنے قائدانہ مقام کی وجہ سے اسلام کے خلاف اٹھنے والی تحریک کی قیادت کر رہے ہوں۔ ﴿وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾ ''اور اگر اپنے عہد کے بعد وہ اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ بلاشبہ ان لوگوں کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، تاکہ وہ باز آ جائیں۔'' (التوبہ:12)

(2) جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی بندگی کرتے ہیں۔

(3) جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حرام کردہ کو حرام نہیں ٹھہراتے۔ (4) جو سچے دین کو نہیں اپناتے۔

(5) اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر کسی اور کے قانون پر چلتے ہیں۔

(6) اسلام کے سوا کسی اور کے اقتدار اعلیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

سوال 5: اسلام نے جنگ کے لیے کیا آداب مقرر کیے ہیں؟

جواب: (1) سیدنا سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی آدمی کو کسی لشکر یا سریہ کا امیر بناتے تو وصیت فرماتے: ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کے راستے میں جہاد کرو۔ جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اس سے جنگ کرو اور خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو اور مثلہ نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔'' (مسلم:4522)

(2) امام مالک رحمہ اللہ نے سیدنا یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجا تو ان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: (i) ''تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے آپ کو (دنیا سے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الگ کر رکھا ہے، انہیں ان کی حالت میں چھوڑ دو۔ (ii) عورت کو قتل نہ کرنا۔ (iii) بچے اور زیادہ بوڑھے کو بھی قتل نہ کرنا۔
(iv) پھل دار درخت نہ کاٹنا۔ (v) بستی نہ اجاڑنا۔ (vi) اذیت دے کر قتل نہ کرنا۔
(vii) کھیتوں اور باغوں کو خراب نہیں کرنا۔ (سوائے مصلحت جنگی کے)۔
(viii) جانوروں کو ضائع نہیں کرنا۔ (ix) خیانت نہ کرنا۔ (x) دوران جنگ بزدلی نہ دکھانا۔" (موطا امام مالک)

(3) ایک مرتبہ ایک غزوے میں ایک عورت قتل کی ہوئی پائی گئی رسول اللہ ﷺ نے اسے بہت برا مانا اور عورتوں اور بچوں کے قتل کو منع فرما دیا۔ (ابن کثیر: 269/1)

(4) رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ نے دیکھا کہ لوگ کسی چیز کے پاس اکٹھے ہیں تو ایک آدمی کو بھیجا اور فرمایا: "جاؤ، دیکھو یہ لوگ کس چیز کے پاس اکٹھے ہیں" وہ دیکھ کر آیا اور اس نے بتایا کہ لوگ ایک مقتول عورت کے پاس اکٹھے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ تو ایسی نہیں تھی کہ قتال کرے" مقدمۃ الجیش (فوج کے اگلے حصہ) پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقرر تھے تو آپ ﷺ نے ایک شخص سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ ہرگز کسی عورت کو نہ ماریں اور نہ کسی مزدور کو۔ (ابوداؤد: 2669)

﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ

"اور انہیں قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ اور انہیں بھی نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور فتنہ قتل سے بھی

مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ

زیادہ سخت ہے اور تم مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں پھر اگر وہ تم سے لڑیں

قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾

تو تم انہیں قتل کرو، کافروں کی ایسی ہی سزا ہے" (191)

سوال 1: قتال کے حکم کی وضاحت ﴿وَاقْتُلُوْهُمْ ... مِنَ الْقَتْلِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ﴾ "اور انہیں قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ" اللہ تعالیٰ نے قتال کا حکم دیا ہے کہ ہر وقت ہر دور میں جہاں وہ پائے جائیں ان کے خلاف مدافعانہ اور جارحانہ جنگ جاری رہے۔
(2) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جب تمہارے اور ان کے درمیان جنگ ہے تو انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) یہ کفار کے خلاف ہر وقت اور دائمی جہاد ہے یہاں تک کہ وہ کفر چھوڑ کر اسلام قبول کر لیں۔

(4)﴿وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ﴾ ''اور انہیں بھی نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مشرکین کو وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے یعنی مکہ سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا حکم عادلانہ ہے۔

(5)﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ ''اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے'' اللہ تعالیٰ نے فتنے یعنی شرک کو قتل سے زیادہ برا قرار دیا ہے۔ فتنہ سے مراد کفر اور شرک ہے۔ (6) قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شرک قتل سے بڑھ کر ہے۔ (جامع البیان: 210/2)

(7) شرک کو کسی کی زندگی ختم کر دینے سے زیادہ گھناؤنا فعل قرار دیا گیا ہے۔

(8) جہاد میں چونکہ انسانی جانوں کا خاتمہ اور مردوں کو قتل کرنا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک کرتے اور اس کی راہ سے روکتے ہیں تو یہ قتل سے بھی بڑھ کر شدید اور سنگین جرم ہے۔ (المصباح المنیر: 411/1)

سوال 2: مسجد حرام کے پاس جنگ نہ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ ... جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ﴾ ''اور تم مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں'' یعنی مسجد حرام کے پاس جنگ نہ کی جائے۔ مسجد حرام کو دار الامان قرار دیا گیا تھا۔ اسے عوام الناس کے لیے مرکز قرار دیا گیا تھا۔ چونکہ جنگ کی صورت میں مرکز متاثر ہونے کا خدشہ تھا اس لیے اس کے قریب جنگ کرنے سے روکا گیا۔

(2) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو آسمان و زمین کی پیدائش کے دن ہی سے حرام قرار دیا ہے لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی حرمت پر قیامت تک قائم ہے۔ بس میرے لیے ایک دن تھوڑی ہی دیر کے لیے حلال کیا گیا تھا پھر اس کی حرمت حسب سابق لوٹ آئی لہٰذا نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ اس کی گھاس اکھیڑی جائے۔ اگر کوئی میرے جہاد کی وجہ سے اس میں جواز جنگ کا قائل ہو تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی تمہیں نہیں دی۔'' (بخاری و مسلم)

(3)﴿فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو تم انہیں قتل کرو، کافروں کی ایسی ہی سزا ہے'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ حرم میں جنگ نہ کرنے کا حکم اس وقت تک ہے جب تک مشرک تم سے جنگ نہ کریں۔ اگر وہ تم سے جنگ کریں تو پھر آپ بھی انہیں مارو کیونکہ کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ یعنی حرم میں مدافعت کے لیے جنگ کا جواز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)فقہ کا قاعدہ ہے کہ دو برائیوں میں سے ایک کو اختیار کرنا ضروری ہے تو کم تر برائی کو اختیار کیا جائے گا تا کہ بڑی برائی کا سد باب کیا جائے۔(تفسیر سعدی:237/1)

سوال3: کیا اسلام صرف دفاعی جنگ کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: دفاعی جنگ صرف مسجد حرام کے آس پاس حرم مکہ کے ساتھ مخصوص ہے۔دوسرے مقامات میں جیسے دفاعی جہاد ضروری ہے اسی طرح ابتدائی جہاد وقتال بھی درست ہے۔(معارف القرآن:471/1)

﴿فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''پھر اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''(192)

سوال: جنگ بندی کی صورت میں کافروں سے کیا وعدہ کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِنِ انْتَهَوْا ... رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)جنگ بندی کی صورت میں کافروں سے مغفرت اور رحمت کا وعدہ کیا گیا ہے۔فرمایا:﴿فَاِنِ انْتَهَوْا﴾ ''پھر اگر وہ باز آجائیں'' یہاں باز آجانے سے مراد جنگ بندی ہے مگر اس صورت میں جب:

(i)مسلمانوں پر تشدد سے باز آجائیں۔(ii)جنگ سے باز آجائیں۔(iii)کفر سے باز آجائیں۔

(2)یعنی اگر وہ حرم میں قتال کو ترک کر دیں اور اسلام کی طرف رجوع کر کے توبہ کر لیں۔(المصباح المنیر:412/1)

(3)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرما دیں گے۔

(4)اللہ تعالیٰ کی صفت غفور سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے شرک اور جرم کو معاف کر کے ان کی مغفرت فرماتا ہے۔(زادالمسیر:182/1)

(5)اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے ایمان اور توبہ کو قبول کر کے ان پر رحمت فرماتا ہے۔(الاساس فی التفسیر:444/1)

(6)اللہ تعالیٰ نے جنگ بندی کی صورت میں مغفرت اور رحمت کا وعدہ کیا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کو سلامتی اور رحمت کی طرف بلاتا ہے۔جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا:﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے۔''(یونس:25)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا

''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو

عُدْوَانَ اِلَّا عَلَي الظّٰلِمِيْنَ﴾

ظالموں کے سوا کسی پر کوئی زیادتی نہ ہوگی''(193)

سوال: اسلامی جہاد کب تک جاری رہے گا، اس کی وضاحت ﴿وَقٰتِلُوْهُمْ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ﴾ ''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے'' اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک شرک کا فتنہ مٹ نہ جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین تمام دینوں پر غالب نہ آ جائے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں، اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دیں، جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیں گے۔ سوائے اسلام کے حق کے (رہا ان کے دل کا حال تو) ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔'' (صحیح بخاری:25)

(2) جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد خون بہانا اور مال لوٹنا نہیں ہے، فتنے اور فساد کی صورت حال کو ختم کرنا یعنی دین سے روکنے والوں کی رکاوٹیں دور کرنا اور دین کو غالب کرنا ہے۔

(3) یعنی اللہ تعالیٰ کا دین تمام ادیان پر غالب آ جائے اور شرک وغیرہ اور ان تمام نظریات کا قلع قمع کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے دین کے منافی ہیں اور فتنہ سے بھی یہی مراد ہے۔ جب یہ مقصد حاصل ہو جائے تو قتل کرنا اور لڑائی کرنا جائز نہیں۔

(تفسیر سعدی:273/1)

(4) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے پاس سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے فتنے کے زمانے میں (جب ان پر حجاج ظالم نے حملہ کیا اور مکہ کا محاصرہ کیا) دو آدمی (علاء بن عرار اور حبان سلمی) آئے اور کہا کہ لوگ آپس میں لڑ کر تباہ ہو رہے ہیں آپ عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں پھر آپ رضی اللہ عنہ کیوں خاموش ہیں؟ اس فساد کو رفع کیوں نہیں کرتے؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میری خاموشی کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے کسی بھی مسلمان بھائی کا خون مجھ پر حرام قرار دیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے: ''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے" سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم (قرآن کے حکم کے مطابق) لڑے ہیں یہاں تک کہ فتنہ یعنی شرک وکفر باقی نہیں رہا اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو گیا لیکن تم لوگ چاہتے ہو کہ تم اس لیے لڑو کہ فتنہ اور فساد پیدا ہو اور دین اسلام ضعیف ہو، کافروں کو جیت ہو اور خدا کے برخلاف دوسروں کا حکم سنا جائے۔ (بخاری:4513)

(5) ﴿فَاِنِ انْتَهَوْا﴾ "پھر اگر وہ باز آجائیں" پھر اگر مشرک باز آجائیں۔

(6) ﴿فَلَا عُدْوَانَ﴾ "تو کوئی زیادتی نہ ہوگی" تو انہیں چھیڑنے کی اور ان سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی جنگ کرے تو وہ ظالم ہے اور ظالموں سے ہی جنگ کی جائے۔

(7) ﴿اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ "سوائے ظالموں پر" یعنی تمہاری جانب سے کسی پر زیادتی نہیں ہونی چاہئے سوائے ظالموں کے کیونکہ وہ اپنے ظلم کی وجہ سے سزا کے مستحق ہیں۔

(8) یعنی اگر یہ شرک اور مسلمانوں کے ساتھ مقاتلہ سے باز آجائیں تو اس کے بعد جو شخص ان سے جنگ کرے گا وہ ظالم ہے اور اسے اس زیادتی کی سزا ملے گی۔ یہاں "عدوان" کا لفظ ایسی ہی سزا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (ابن کثیر)

﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ

"حرمت والا مہینہ، حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور تمام حرمتوں کا قصاص ہے، چنانچہ جو تم پر زیادتی کرتا ہے

فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی کہ اس نے تم پر زیادتی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾

اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے" (194)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: عکرمہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، نیز ضحاک، سدی، قتادہ، مقسم، ربیع بن انس اور عطاء رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ تفسیر سے مروی ہے کہ جب 6ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کے لئے تشریف لے گئے اور مشرکوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھ جانے والے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے اور بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا تو یہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا جو حرمت کا مہینہ ہے اور انہوں نے تقاضا کیا کہ آپ اگلے سال تشریف لائیں تو آپ اور مسلمان اگلے سال تشریف لائے اور اس طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں سے بدلہ لے لیا تو اسی سلسلے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ﴾ ''(تم پر) ماہ حرام (کی پابندی) ماہ حرام (کی پابندی) کے بدلے میں ہے اور حرمتیں بدلے کی چیزیں ہیں۔'' (تفسیر طبری:1/268-270)

سوال 2: حرام مہینے کون سے ہیں اور حرام مہینوں میں جنگ کے بارے میں کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ ... الْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب یہ چار مہینے ماہ حرام ہیں۔ ان چار مہینوں میں جنگ وجدال اور غارت گری منع تھی تاکہ بیت اللہ آنے والے زائرین امن کے ساتھ آئیں اور اپنے گھروں کو واپس جائیں، اسی وجہ سے انہیں حرمت والے مہینے کہا جاتا تھا۔

(2) ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ ''حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے'' یہاں حرام مہینوں میں جنگ کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے کہ اگر کوئی حرمت والے مہینے کی حرمت کو پامال کر کے تم سے جنگ کرتا ہے تو تم بھی بھرپور بدلہ لو۔ اگر وہ حرمت والے مہینے کا خیال نہ رکھیں تو تم بھی نہ رکھو۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حرمت والے مہینے میں جنگ نہیں کرتے تھے تاوقت یہ کہ آپ ﷺ سے جنگ نہ کی جاتی۔ اگر پہلے سے آپ ﷺ جہاد میں مصروف ہوتے تو ان مہینوں کے آتے ہی جہاد بند کر دیتے تھے۔ (مسند احمد:14725)

(3) ﴿وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ﴾ ''اور تمام حرمتوں کا قصاص ہے'' یعنی ہر وہ چیز قابل احترام ہے جس کی حرمت کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ جو کوئی حرمتوں کو پامال کرے گا اس سے بدلہ لیا جائے گا۔ جو حرام مہینے میں قتال کرے گا اس سے قتال کیا جائے گا۔ جو بلد امین کی بے حرمتی کرے گا اس پر حد جاری کی جائے گی۔ جو حرم میں کسی کو قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ جو کسی کا مال لے گا اس کا بدلہ لیا جائے گا۔

(4) ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''چنانچہ جو تم پر زیادتی کرتا ہے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی کہ اس نے تم پر زیادتی کی ہے'' اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے ساتھ بھی عدل کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اور اگر تم بدلہ لو تو جتنی تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اسی قدر بدلہ لو اور اگر آپ صبر کریں تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔'' (النحل:126)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) زیادتی پر بدلے کا حکم عین عدل ہے۔ ظلم زیادتی کے برابر نہیں اس سے بڑھ کر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص کو تکلیف پہنچے تو وہ دوسرے کو اتنی تکلیف پہنچا سکتا ہے جتنی اس کو پہنچی ہے زیادہ کی اجازت نہیں۔

(6) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حرام مہینوں میں ان سے قتال کی ابتدا نہ کرو۔ (زاد المسیر: 183/1)

(7) اللہ تعالیٰ نے قتال کے احکامات کے درمیان بھی تقویٰ کا حکم دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

(8) ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے'' یعنی اچھی طرح سے جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تقویٰ والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھ اس لیے دیتے ہیں کہ متقی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور وہ گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں۔

(9) اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ ہمیشہ کی کامیابی کا راز تقویٰ میں ہے۔

﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور نیکی کرو،

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (195)

سوال: انفاق فی سبیل اللہ کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَنْفِقُوْا ... يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انفاق سبیل اللہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو'' انفاق فی سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے اور قائم کرنے کے لیے مالی قربانیاں دینا ہے۔

(2) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو'' اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (بخاری: 4516)

(3) اس آیت میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے انفاق کا حکم ہے۔ (فتح القدیر: 245/1)

(4) اسلم ابوعمران کہتے ہیں کہ ہم مدینہ سے جہاد کے لیے چلے، ہم قسطنطنیہ کا ارادہ کر رہے تھے، اور جماعت (اسلامی لشکر) کے سردار عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے، اور رومی شہر (قسطنطنیہ) کی دیواروں سے اپنی پیٹھ لگائے ہوئے تھے تو ہم میں سے ایک دشمن پر چڑھ دوڑا تو لوگوں نے کہا: رکو، رکو، اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، یہ تو اپنی جان ہلاکت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈال رہا ہے، ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آیت تو ہم انصار کی جماعت کے بارے میں اتری، جب اللہ نے اپنے نبی کی مدد کی اور اسلام کو غلبہ عطا کیا تو ہم نے اپنے دلوں میں کہا (اب جہاد کی کیا ضرورت ہے) آؤ اپنے مالوں میں رہیں اور اس کی دیکھ بھال کریں، تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ''اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو'' (سورۃ البقرہ: 195) اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا یہ ہے کہ ہم اپنے مالوں میں مصروف رہیں، ان کی فکر کریں اور جہاد چھوڑ دیں۔ ابوعمران کہتے ہیں: ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔ (ابوداؤد: 2512)

(5) اسلم ابوعمران تجیبی کہتے ہیں کہ ہم روم شہر میں تھے، رومیوں کی ایک بڑی جماعت ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے نکلی تو مسلمان بھی انہی جیسی بلکہ ان سے بھی زیادہ تعداد میں ان کے مقابلے میں نکلے، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اہل مصر کے گورنر تھے اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فوج کے سپہ سالار تھے۔ ایک مسلمان رومی صف پر حملہ آور ہو گیا اور اتنا زبردست حملہ کیا کہ ان کے اندر گھس گیا۔ لوگ چیخ پڑے، کہنے لگے: سبحان اللہ! اللہ پاک و برتر ہے اس نے تو خود ہی اپنے آپ کو ہلاکت میں جھونک دیا ہے۔ (یہ سن کر) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: لوگو! تم اس آیت کی یہ تاویل کرتے ہو، یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں اتری ہے، جب اللہ نے اسلام کو طاقت بخشی اور اس کے مددگار بڑھ گئے تو ہم میں سے بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپا کر رازداری سے آپس میں کہا کہ ہمارے مال برباد ہو گئے ہیں (یعنی ہماری کھیتی باڑیاں تباہ ہو گئی ہیں) اللہ نے اسلام کو قوت و طاقت بخش دی۔ اس کے (حمایتی) و مددگار بڑھ گئے، اب اگر ہم اپنے کاروبار اور کھیتی باڑی کی طرف متوجہ ہو جاتے تو جو نقصان ہو گیا ہے اس کمی کو پورا کر لیتے، چنانچہ ہم میں سے جن لوگوں نے یہ بات کہی تھی اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ نے فرمایا: ﴿وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو'' (البقرہ: 195) تو ہلاکت یہ تھی کہ مالی حالت کو سدھارنے کی جدوجہد میں لگا جائے، اور جہاد کو چھوڑ دیا جائے (یہی وجہ تھی کہ) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد کی ایک علامت و ہدف کی حیثیت اختیار کر گئے تھے یہاں تک کہ سرزمین روم میں مدفون ہوئے۔ (ترمذی: 2972)

(6) ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ''اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو'' ﴿التَّهْلُكَةِ﴾ اور ہلاک کے ایک ہی معنی ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر) ہلاکت سے مراد ہے: انفاق کو چھوڑ دینا، جہاد کو ترک کرنا، گناہ پر گناہ کیے جانا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) جہاد کو نہ چھوڑو، اگر چھوڑ دو گے تو تمہارا دشمن قوی ہو جائے گا جس کا نتیجہ تباہی ہے۔ جہاد کے لئے مال لگانے سے گریز کرو گے تو تمہارا دشمن مضبوط ہوگا اور تم کمزور ہو جاؤ گے، یہ ہلاکت کا راستہ ہے۔

(8) سعید بن منصور نے کہا: وہ فقیری کے ڈر سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ (فتح القدیر:246/1)

(9) اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور تقرب وطاعت الٰہی کے دیگر تمام کاموں میں خصوصاً دشمنوں سے جہاد کے لئے مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو تقویت حاصل ہو، پھر بتایا گیا ہے کہ ایسا نہ کرنے میں تباہی و بربادی اور ہلاکت ہے۔ (المصباح المنیر:419/1)

(10) اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے مراد "بخل" ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنا۔ انسان خرچ کر دینے کو ہلاکت سمجھتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے۔ خرچ کرنے سے انسان کا دل تنگ ہوتا ہے۔ یہ دل کی تنگی دنیا اور آخرت کی ہلاکت ہے۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے اگر وہ اس کو اللہ تعالیٰ کے حوالے نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ آخر کیوں اس کو آدمی کے حوالے کر دے؟

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں، دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! روک کر رکھنے والے (کے مال) کو ضائع فرما دے۔" (بخاری:1442)

(12) ﴿وَاَحْسِنُوْا﴾ "اور نیکی کرو" (i) احسان سے مراد اخلاص ہے۔

(ii) احسان سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے۔ (ابو اسحٰق) (iii) احسان سے مراد اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا ہے۔ (مکرمہ، جامع البیان)

(13) یہاں احسان کے معنی کسی کام کو خوبی کے ساتھ کرنے کے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں فیاضی اور خوش دلی کے ساتھ خرچ کرو اور وہ مال خرچ کرو جو تمہیں عزیز و محبوب ہو۔ انفاق کے معاملے میں اس احسان کی تاکید قرآن حکیم نے جگہ جگہ فرمائی ہے۔ سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے بارے میں خوبی اختیار کرنے کا حکم فرمایا سو جب تم (کسی کو شریعت کی اجازت سے) قتل کرو تو قتل کرنے میں خوبی اختیار کرو (مثلاً ہاتھ پاؤں نہ کاٹ دو، چہرہ نہ بگاڑ دو) اور جب تم ذبح کرنے لگو تو خوبی کے ساتھ ذبح کرو، اپنی چھری کو تیز کر لو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔" (مسلم:152/2)

(14) اس آیت کے معنی میں ہر قسم کا احسان شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کسی صفت اور شرط وغیرہ سے مقید نہیں کیا۔ پس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں مالی احسان بھی شامل ہے۔اپنے جاہ ومنصب کی بنیاد پر (کسی حق دار کی) سفارش کرنے کا احسان بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔امر بالمعروف نہی عن المنکر اور علم نافع کی تعلیم بھی احسان میں داخل ہے۔لوگوں کی ضروریات پوری کرنا،ان کی تکالیف کو دور کرنا،ان کی مصیبتوں کا ازالہ کرنا،ان کے مریضوں کی عیادت کرنا،ان کے جنازوں کے ساتھ جانا،ان کے بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتانا،کسی کے کام میں ہاتھ بٹانا اور کسی ایسے شخص کے لیے کام کر دینا جسے کام نہ آتا ہو۔یہ تمام امور اس احسان کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔اور اس احسان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت احسن طریقے سے کرنا بھی داخل ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''احسان یہ ہے کہ تو اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو کہ تو اسے دیکھ رہا ہے تب وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔'' (بخاری:50) جو کوئی ان صفات سے متصف ہو جاتا ہے وہ ان لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے۔'' (یونس:26) اللہ تعالیٰ کی معیت اسے حاصل رہتی ہے،اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے، اس کی راہ نمائی کرتا ہے اور ہر معاملے میں اس کی مدد کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:240/1)

(15) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو احسان کی ترغیب اس طرح دلائی ہے کہ وہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔مومن اللہ تعالیٰ کی محبت میں شدید ہوتے ہیں۔جو چیز اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اس کو اختیار کرتے ہیں۔اس لیے وہ احسان کی روش اختیار کرتے ہیں۔

﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ

''اور حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو،پھر اگر تمھیں روک دیا جائے تو قربانی کا جو بھی جانور میسر ہو (ذبح کر دو)

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ

اور اپنے سروں کو نہ منڈواؤ جب تک قربانی (کا جانور) اپنے مقام تک نہ پہنچ جائے،پھر تم میں سے جو کوئی بیمار ہو

اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ وقفه

یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی کا فدیہ ہے۔پھر جب تم امن میں ہو تو جو کوئی عمرے سے حج

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

تک ساتھ فائدہ اٹھائے تو قربانی میں سے جو میسر ہو (ذبح کرے) پھر جو قربانی نہ پائے وہ تین دن کے روزے حج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ

میں رکھے اور سات دن کے اس وقت جب تم واپس آؤ، یہ پورے دس ہیں۔ یہ اس کے لیے ہے جس کے

ع 24 8

اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿

اہل وعیال مسجد حرام کے قریب رہائشی نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے" (196)

سوال 1: حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَتِمُّوا ... لِلّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ "اور حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو" حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کریں۔ حج اور عمرہ خواہ نفلی ہو جب شروع کر دیا جائے تو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

(2) حج اور عمرے کو تمام آداب اور شرائط کے مطابق ادا کیا جائے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ نہ کوئی شرط فوت ہو اور نہ کوئی فرض نظر انداز کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿خُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ﴾ "اپنے مناسک حج مجھ سے سیکھو۔" (بیہقی: 125/5)

(3) حج اور عمرے کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ادا کیا جائے، کوئی اور مقصد پیش نظر نہ ہو۔

(4) ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ "اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو۔" (آل عمران: 97) نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ﴾ "حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔" (صحیح مسلم: 3289)

سوال 2: حج اور عمرہ کب قدر و قیمت کا حامل ہوتا ہے؟

جواب: حج اور عمرے کی اصل قدر و قیمت اسی وقت ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ کرنے والا ظاہری طور پر تو وہی مناسک ادا کر رہا ہوتا ہے لیکن اندرونی طور پر وہ ایک ایسی عبادت کا تجربہ کر رہا ہوتا ہے جس میں وہ اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے آگے ڈال دیتا ہے۔ وہی شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر سکتا ہے جس کو آخرت کی پکڑ کا اندیشہ ہو اور یہ (پکڑ کا اندیشہ) اس کی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ بن گیا ہو۔

سوال 3: محرم سفر میں روک لیے جانے کی صورت میں کیا کرے گا، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ ... الْهَدْيِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ﴾ "پھر اگر تمہیں روک دیا جائے" اس سے مراد یہ ہے کہ اگر محرم سفر میں روک لیا جائے، مرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے، راستہ بھول جانے یا دشمن کے روک لینے کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے حج اور عمرے کے لئے بیت اللہ نہ پہنچ پائے تو۔(2)﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾"تو قربانی کا جو بھی جانور میسر ہو(ذبح کردو)"ہدی کا جانور گائے، اونٹ یا بکری جو بھی میسر ہو وہیں ذبح کردے جیسا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمرے سے روک دیئے جانے پر قربانیاں کی تھیں۔

(3) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے سر منڈایا اور ایک گروہ نے آپ ﷺ کے اصحاب سے سر منڈایا اور بعض نے فقط بال کترائے۔ عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ رحم کرے سر منڈانے والوں پر۔" ایک بار دعا کی یا دو بار پھر فرمایا: "کتروانے والوں پر بھی۔" (مسلم:1301)

سوال 4: سر منڈوانا کب تک جائز نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَحْلِقُوْا ... مَحِلَّهٗ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ﴾"اور اپنے سروں کو نہ منڈواؤ جب تک قربانی (کا جانور) اپنے مقام تک نہ پہنچ جائے" یعنی اگر کوئی حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھے یا عمرہ کر کے حلال ہو جائے پھر حج کا احرام باندھے تو جب تک حج اور عمرے کے احکام سے یا صرف حج کے یا عمرے کے احکام سے فارغ نہ ہو جائے سر منڈوانا جائز نہیں۔

(2) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے پوچھا کہ لوگوں نے تو اپنے عمرے کھول ڈالے، آپ ﷺ عمرے سے حلال کیوں نہیں ہوئے؟ فرمایا: "میں نے سر کے بال جما لیے ہیں اور قربانی کے گلے میں نشانی ڈال دی ہے۔ میں جب تک قربانی نہ کروں حلال نہیں ہو سکتا۔" (بخاری:1566)(مختصر ابن کثیر:123/1)

سوال 5: بیماری یا تکلیف کی وجہ سے قبل از وقت سر منڈوانے والے کو کیا فدیہ دینا ہوگا، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ ... اَوْ نُسُكٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾ "پھر تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی کا فدیہ ہے" قبل از وقت سر منڈوانے پر فدیہ دینا ضروری ہے۔ سیدنا عبداللہ بن معقل نے بیان کیا کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس مسجد میں حاضر ہوا، ان کی مراد کوفہ کی مسجد سے تھی، اور ان سے روزے کے فدیے کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے احرام میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لوگ لے گئے اور جوئیں (سر سے) میرے چہرے پر گر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میرا یہ خیال نہیں تھا کہ تم اس حد تک تکلیف میں مبتلا ہو گئے ہو تم کوئی بکری نہیں مہیا کر سکتے؟" میں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: "پھر تین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دن کے روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ ہر مسکین کو آدھا صاع کھانا کھلانا اور اپنا سر منڈوالو۔'' سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: تو یہ آیت خاص میرے بارے میں نازل ہوئی تھی اور اس کا حکم تم سب کے لیے عام ہے۔ (صحیح بخاری: 4517)

(2)(i) حدیث کی رو سے ایسا فرد چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ (ii) یا ایک بکری ذبح کرے۔

(iii) یا تین روزے رکھے۔

(3) مسکینوں کو کھانا کھلانے اور بکری ذبح کرنے کی جگہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے مکہ میں دے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ روزوں کی طرح اس کی جگہ متعین نہیں۔

سوال 6: حج کے ساتھ عمرہ کرنے کی صورت میں قربانی کا کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِذَا ... مِنَ الْهَدْيِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) حج کے ساتھ عمرہ کرنے کی صورت میں قربانی واجب ہے۔

(2) ﴿فَاِذَآ اَمِنْتُمْ﴾ ''پھر جب تم امن میں ہو'' اس سے مراد وہ سبب دور ہو جانا ہے جس کی وجہ سے راستے میں رک جانا پڑا تھا۔ (3) ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ﴾ ''تو جو کوئی عمرے سے حج تک ساتھ فائدہ اٹھائے'' یعنی جو عمرہ کو حج کے ساتھ ملا دے اور پھر عمرے سے فارغ ہو کر احرام کھول دے پھر آٹھویں ذوالحجہ کو احرام باندھ لے۔

(4) ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ ''تو قربانی میں سے جو میسر ہو (ذبح کرے)'' اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ وہ ایسا جانور قربان کرے جو قربانی کے لئے جائز ہو۔ یہ قربانی حج کی قربانی ہے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکرانہ ہے جو ایک ہی سفر میں دو عبادات سے استفادہ کرنے کی صورت میں نصیب ہو گی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ﴿الْهَدْيِ﴾ سے مراد ازواج ثمانیہ ہیں یعنی آٹھ قسمیں دو اونٹ میں سے، دو گائیں میں سے، دو بھیڑ میں سے اور دو بکری میں سے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ان تمام ازواج مطہرات کی طرف سے جنہوں نے عمرہ کیا تھا (حجۃ الوداع کے موقعہ پر) ایک گائے ذبح کی۔ (ابوداؤد: 1751) (5) حج کی تین قسمیں ہیں۔ (i) حج تمتع۔ (ii) حج قران۔ (iii) حج افراد۔

تینوں میں سے کوئی صورت بھی اختیار کی جا سکتی ہے۔

سوال 7: حج تمتع کرنے والا قربانی نہ کر سکتا ہو تو کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ لَّمْ ... كَامِلَةٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ﴾ ''پھر جو قربانی نہ پائے'' جس کے پاس قربانی یا اس کی قیمت نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ﴾ ''پھر تین دن کے روزے حج میں رکھے'' تو ایسا شخص تین روزے ایام حج میں رکھ لے۔(3)یہ روزے عمرے کے احرام کے ساتھ رکھے جائیں اور ان کا آخری وقت یوم النحر کے بعد کے تین دن ہیں۔ افضل یہ ہے کہ ساتویں، آٹھویں اور نویں ذوالحجہ کو رکھے جائیں۔(تفسیر سعدی:243/1)

(4)اگر تینوں یا ان میں سے کچھ روزے عید سے پہلے نہ رکھ سکے تو ایام تشریق میں بھی یہ روزے رکھنے جائز ہیں جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول صحیح بخاری میں ہے کہ ایام تشریق میں روزے رکھنے کی اجازت نہیں ہے ہاں البتہ جس شخص کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو تو وہ ان دنوں میں بھی روزے رکھ سکتا ہے۔(بخاری:1997،1998)(المصباح المنیر :452/1)

(5)﴿وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ﴾ ''اور سات دن کے اس وقت جب تم واپس آؤ'' اگر حج تمتع والے کے پاس قربانی نہ ہو تو وہ اس کے بدلے میں روزے رکھ سکتا ہے تین حج کے دنوں میں اور سات روزے مکہ میں آ کر، واپسی کے سفر میں اور گھر پہنچ کر رکھے جا سکتے ہیں۔(6)﴿تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ ''یہ پورے دس ہیں'' تین حج کے دنوں کے اور سات گھر جا کر رکھنے والے روزوں کو ملائیں تو یہ پورے دس ہو جاتے ہیں۔

(7)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا یعنی عمرہ کر کے پھر حج کیا اور آپ ﷺ ذی الحلیفہ سے اپنے ساتھ قربانی لے گئے۔ نبی کریم ﷺ نے پہلے عمرہ کے لیے احرام باندھا، پھر حج کے لیے لبیک پکارا۔ لوگوں نے بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمتع کیا یعنی عمرہ کر کے حج کیا، لیکن بہت سے لوگ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے گئے تھے اور بہت سے نہیں لے گئے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ تشریف لائے تو لوگوں سے کہا: ''جو شخص قربانی ساتھ لایا ہو اس کے لیے حج پورا ہونے تک کوئی بھی ایسی چیز حلال نہیں ہو سکتی جسے اس نے اپنے اوپر (احرام کی وجہ سے) حرام کر لیا ہے لیکن جن کے ساتھ قربانی نہیں ہے تو وہ بیت اللہ کا طواف کر لیں اور صفا اور مروہ کی سعی کر کے بال ترشوا لیں اور حلال ہو جائیں، پھر حج کے لیے (از سر نو آٹھویں ذی الحجہ کو احرام باندھیں) ایسا شخص اگر قربانی نہ پائے تو تین دن کے روزے حج ہی کے دنوں میں اور سات دن کے روزے گھر واپس آ کر رکھے۔'' (بخاری:1691)

سوال 8: قربانی کس پر واجب ہے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ ... الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یہ قربانی کا حج تمتع کرنے والے پر واجب ہونا۔

(2)﴿لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''اس کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام کے قریب رہائشی نہ ہوں'' یہ صرف ان کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجد حرام سے دور رہتے ہوں یعنی جو نماز قصر کرے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3) حج تمتع کرنے والے پر ایک ہی سفر میں دو عبادات کے ثواب کے حصول کی وجہ سے قربانی واجب ہے۔

(4) جو مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے پاس رہتا ہے اس پر قربانی واجب نہیں۔

سوال 9: قربانی کے احکامات کیا ہیں؟

جواب: (1) قربانی یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو کی جائے گی۔

(2) حج قران اور حج تمتع کرنے والے قربانی کریں گے ان پر واجب ہے۔ حج اِفراد کرنے والے پر قربانی واجب نہیں ہے۔

(3) قربانی اگر خود کرنا چاہیں تو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ کہہ کر جانور ذبح کریں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: نبی کریم ﷺ نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ اپنے پاؤں جانور کے اوپر رکھے ہوئے ہیں اور بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ رہے ہیں۔ اس طرح آپ نے دونوں مینڈھوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔ (بخاری:5558)

(4) (i) قربانی سے خود گوشت کھانا مسنون ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ۔۔ پھر آپ ﷺ نے ہر اونٹ سے (قربانی کے بعد) گوشت کا ایک ٹکڑا لینے کا حکم فرمایا۔ (آپ ﷺ کے حکم کے مطابق لے کر) ایک ہانڈی میں ڈالا اور پکایا گیا پھر آپ ﷺ نے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ دونوں نے اس میں سے گوشت کھایا اور اس کا شوربا پیا۔ (مسلم:2950) (ii) قربانی سے فقراء کو بھی کھلائیں۔

(5) منیٰ میں یا مکہ میں کسی بھی جگہ حدودِ حرم کے اندر قربانی کرنا جائز ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مکہ کے تمام راستے چلنے کی جگہیں ہیں اور ہر جگہ نحر درست ہے۔'' (ابوداؤد:1937)

(6) کسی دوسرے سے قربانی کروانا جائز ہے۔ نبی ﷺ نے خود بھی اونٹ ذبح کئے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی کروائے تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا:۔۔۔ پھر آپ ﷺ نحر کی جگہ آئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر (یعنی قربان) کئے، باقی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیئے کہ انہوں نے نحر کئے اور آپ ﷺ نے ان کو اپنی قربانی میں شریک کیا۔ (مسلم:2950)

(7) اگر 10 ذوالحجہ کو کسی وجہ سے قربانی نہ کر سکیں تو ایامِ تشریق 11، 12، 13 ذوالحجہ کی عصر تک قربانی کر سکتے ہیں۔

(بیہقی، سنن کبریٰ:9/395) (بیہقی الجامع الصغیر:4537)

(8) ایک سے زیادہ قربانیاں کرنا چاہیں تو یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے سات اونٹ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کئے اور مدینہ میں دو چتکبرے سینگ دار مینڈھوں کی قربانی کی۔ (بخاری:1712) (9) قربانی کی رقم مستحقین تک پہنچانے کے لئے بینک میں جمع کروائی جا سکتی ہے۔

(10) جو شخص قربانی کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ ایامِ حج میں تین اور واپس گھر آ کر سات روزے رکھے۔ یہ روزے ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں بھی رکھے جا سکتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) شیخ ابوبکر الجزائری لکھتے ہیں: قربانی اور حجامت کا فلسفہ یہ ہے کہ اپنے اعلیٰ ترین مقصد کو حاصل کرنے پر اس کے ذریعے سے وہ شکر کا اعلان اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے جانور قربان کرتے ہیں اور بیت اللہ کی زیارت کے لیے اپنا میل ختم کرتے اور غبار دور کرتے ہیں۔ (حج مبرور)

سوال 10: تقویٰ کے حکم کی وضاحت ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ... شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کے احکامات کی اطاعت کرتے ہوئے اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس کے احکامات اور فرائض کو پورا کیا جائے۔ (فتح القدیر) یہاں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر حج کے حوالے سے حکم دیا ہے کہ جس کا حکم دیا جائے وہ کرلو اور جس سے روکا جائے رک جاؤ۔

(3) ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے کے لئے اپنے شدید العقاب ہونے کا شعور دلایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کو سخت سزا دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہی (عذاب کا خوف) تقویٰ کا موجب ہے کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہے وہ ان تمام امور سے اجتناب کرتا ہے جو عذاب کے موجب ہیں۔ جیسے جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتا ہے وہ ایسے کام کرتا ہے جو ثواب کے موجب ہیں اور جو کوئی عذاب سے نہیں ڈرتا اور ثواب کی امید نہیں رکھتا وہ حرام میں گھس جاتا ہے اور فرائض کو چھوڑ دینے کی جرأت کا مرتکب ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی)

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ

''حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں، چنانچہ جو شخص ان میں حج فرض کرلے تو حج میں نہ کوئی شہوانی فعل ہو، نہ کوئی نافرمانی،

وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ

اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا اور نیکی میں سے جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا اور اپنے ساتھ

خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زادراہ لے لو تو یقیناً بہترین زادراہ تقویٰ ہے اور اے عقل والو! مجھ ہی سے ڈرتے رہو" (197)

سوال 1: حج کے لیے احرام کب باندھا جائے، اس کی وضاحت ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ "حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں" ارشاد باری تعالیٰ کے معنی یہ ہیں کہ حج کا احرام حج کے مہینوں ہی میں باندھا جاسکتا ہے۔ (المصباح المنیر: 426/1)

(2) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حج کے چند مقرر مہینے ہیں شوال، ذی قعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن۔ (بخاری قبل الحدیث: 1560)

(3) حج کی سنت یہی ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں ہی باندھا جائے۔ (صحیح ابن خزیمہ: 2596)

(4) دوسرے مہینوں میں حج کا احرام نہیں اور دلیل ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی کو یہ لائق نہیں کہ دوسرے مہینوں میں حج کا احرام باندھے۔" (الدر المنثور: 394/1)

(5) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عمرہ سال میں ہر وقت جائز ہے۔

سوال 2: حج کیسی عبادت ہے؟

جواب: (1) حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ "اور اللہ تعالیٰ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو۔" (آل عمران: 97) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا: "اے لوگو! تم پر حج فرض ہوا ہے سو حج کرو۔" (مسلم: 1337)

(2) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر اٹھائی گئی ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، اور زکوۃ دینا، اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔" (بخاری: 8)

(3) حج ساری زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کہا: اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہے، یا صرف ایک بار؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، صرف ایک مرتبہ فرض ہے، البتہ جو (مزید کی) استطاعت رکھتا ہو تو وہ اسے بطور نفل کرے۔" (مسلم: 1337، ابن ماجہ: 2886)

(4) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جس نے قدرت ہونے کے باوجود حج نہ کیا، اس کے لیے برابر ہے یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔ (الحج والعمرۃ والزیارۃ للشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ: 8)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: حج کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) حج مبرور کا بدلہ جنت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ﴾ ''حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔'' (مسلم: 3289)

(2) حج کی نیکی کھانا کھلانا اور سلام پھیلانا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حج مبرور کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں،'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! حج مبرور سے کیا مراد ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کھانا کھلانا اور اچھی گفتگو۔'' (بیہقی، شعب الایمان: 4119، صحیح الترغیب: 1104)

(3) حج مبرور افضل عمل ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ کون سا کام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔'' پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' پھر پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''حج مبرور۔'' (بخاری: 1519)

(4) پے در پے حج سے فقر اور گناہوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حج اور عمرہ ایک کے بعد دوسرے کو ادا کرو اس لیے کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو مٹا دیتی ہے اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔'' (ترمذی: 810)

(5) حج گزشتہ تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا: اپنا داہنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ ﷺ سے بیعت کروں۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے اس وقت اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا ہوا تجھ کو اے عمرو!'' میں نے کہا شرط کرنا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا شرط'' میں نے کہا: یہ شرط کہ میرے گناہ معاف ہوں (جواب تک کئے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمرو! تو نہیں جانتا کہ اسلام بیشتر کے گناہوں کو گرا دیتا ہے اسی طرح ہجرت بیشتر کے گناہوں کو گرا دیتی ہے۔'' (مسلم: 321)

(6) حج اور عمرہ کرنے والوں کو ان کے خرچ اور محنت کے مطابق اجر ملتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! لوگ تو دو نسک (حج اور عمرہ) کر کے واپس ہو رہے ہیں اور میں نے صرف ایک نسک (حج) کیا ہے؟ اس پر ان سے کہا گیا: ''پھر انتظار کریں اور جب پاک ہو جائیں تو تنعیم جا کر وہاں سے (عمرہ کا) احرام باندھیں، پھر ہم سے فلاں جگہ آملیں اور یہ کہ اس عمرہ کا ثواب تمہارے خرچ اور محنت کے مطابق ملے گا۔'' (بخاری: 1787)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) حاجی کو اپنی سواری کی وجہ سے بھی اجر ملتا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''حاجی کا اونٹ (یعنی اس کی سواری کا ہر جانور) جو بھی قدم اٹھاتا ہے اور جو بھی قدم رکھتا ہے ہر ایک کے بدلے اللہ تعالیٰ اس حاجی کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے، یا اس کا ایک گناہ معاف فرماتا ہے، یا اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے۔''

(بیہقی وشعب الایمان:4116، الترغیب والترہیب:1106)

(8) حج کرنے والے کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا، حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بلایا تو انہوں نے حاضری دی، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا تو اس نے انہیں عطا کیا۔'' (ابن ماجہ:2893)

(9) حج کے لئے نکلا ہوا شخص فوت ہو جائے تو اس کے لئے مکمل اجر ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''جو حج کے لئے نکلا اور راستہ میں وفات پا گیا اسے قیامت تک حج کا ثواب ملتا رہے گا۔'' (صحیح الترغیب:622)

(10) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حاجی کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ تلبیہ کہہ رہا ہوگا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی عرفات کے میدان میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا اچانک وہ اپنی سواری پر سے گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اور اسے اس کے دونوں کپڑوں ہی میں کفنا دو، نہ اسے خوشبو لگاؤ، اور نہ اس کے سر کو ڈھانپو، اس لیے کہ اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن لبیک پکارتا ہوا اٹھائے گا۔'' (مسلم:2892)(نسائی:2858)

سوال 4: حج کے وجوب کے لئے کیا شرائط ہیں؟

جواب: حج کے وجوب کے لئے پانچ شرائط ہیں: 1۔ اسلام (بخاری:8) 2۔ بلوغت (ابن خزیمہ:3050، طبرانی اوسط:2752)

3۔ عقل (ابوداؤد:4402) 4۔ آزادی (ابن خزیمہ:3050، طبرانی اوسط:2752) 5۔ استطاعت (آل عمران:97)

خواتین کے لئے دو اور شرائط ہیں: 1۔ محرم کا ساتھ ہونا (بخاری:1862، مسلم:3272) 2۔ عدت میں نہ ہونا (موطا امام مالک:1211)

سوال 5: استطاعت میں کون سی چیزیں شامل ہیں؟

جواب: صحت مند ہونا۔ راستہ پُرامن ہونا۔ زادِ راہ اور سواری کا انتظام ہونا۔

راستے کی رکاوٹ نہ ہونا مثلاً قید، ظالم حکمران کا خوف۔ (فقہ السنۃ:427/1)

سوال 6: اپنے اوپر حج فرض کرنے سے کیا مراد ہے اور حج میں کن کاموں پر پابندی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

..فِي الْحَجِّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ﴾ ''چنانچہ جو شخص ان میں حج فرض کرلے'' اپنے اوپر حج فرض کرنے سے مراد حج کی نیت کرنا اور حج کے لیے احرام باندھنا ہے۔(ایسر التفاسیر:100)

(2) کیونکہ جو حج شروع کرلیتا ہے اس پر پورا کرنا فرض ہوجاتا ہے اور ان مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنا درست نہیں۔

(3) حج میں تین کاموں پر پابندی ہے: رفث، فسوق اور جدال پر۔

(i)﴿فَلَا رَفَثَ﴾ ''تو نہ کوئی شہوانی فعل ہو'' جو شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے تو وہ عورتوں سے رفث یعنی جماع سے اجتناب کرے۔(المصباح المنیر:428/1) رفث سے مراد جماع اور اس کے مقدمات ہیں چاہے قولی ہوں یا فعلی۔ جماع جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے۔ فحش باتیں کرنا، دبی زبان سے ذکر کرنا، اشاروں کنایوں میں ذکر کرنا، چھیڑ چھاڑ کرنا اور چھونا، احرام کی حالت میں یہ سب باتیں حرام ہیں۔(ابن کثیر)

(ii)﴿وَلَا فُسُوقَ﴾ ''اور نہ کوئی نافرمانی'' فسوق سے تمام نافرمانی کے کام مراد ہیں۔ ہر طرح کی نافرمانی اور گالی گلوچ وغیرہ۔ اس میں احرام کے ممنوعات بھی شامل ہیں۔ ابن جریر فرماتے ہیں: احرام کی پابندیاں مثلاً شکار کھیلنا، بال منڈوانا، ناخن کاٹنا، وغیرہ۔(iii)﴿وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ ''اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا حج میں'' جدال سے لڑائی جھگڑا مراد ہے جو شر کا آغاز ہے اور دشمنی پیدا کرنے والا ہے۔ آپس میں جھگڑنا، ایک دوسرے کو غصہ دلانا، گالیاں دینا وغیرہ اس میں شامل ہیں۔

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:﴿مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ وَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ﴾ ''جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حج کیا اور اس دوران کوئی بے ہودہ بات یا گناہ نہ کیا، وہ حج کرکے اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک) ہوجائے گا جس طرح اس کی ماں نے اسے (گناہوں سے پاک) جنا تھا۔''
(صحیح بخاری:1521)

سوال 7: حج کی پابندیوں سے کس طرح کی تربیت مقصود ہے؟

جواب: حج کی پابندیوں سے یہ تربیت مقصود ہے کہ (1) مومن اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے والا بن جائے۔ (2) مومن شہوت کے لیے جینے کی بجائے مقصد کے لیے جینے لگے۔

(3) اجتماعی زندگی میں آپس کی لڑائی سے بچا رہے۔

سوال 8: حج ظاہر میں تو چند مناسک ہیں لیکن اپنی روح کے اعتبار سے کیسی عبادت ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: روحانی اعتبار سے حج ایسی عبادت ہے جس میں انسان نے اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے آگے ڈال دینا ہے، اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے کیونکہ آخرت کی پکڑ کا مسئلہ اسے اپنی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ بنانا ہے۔

سوال 9: حج میں نیک کام کرنے کی ترغیب کیسے دلائی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ ''اور نیکی میں سے جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا'' اللہ تعالیٰ نے پہلے برے کاموں سے روکا اور اب نیک کاموں کی ترغیب دی ہے۔ اس میں مومن کے لیے یہ نصیحت ہے کہ صرف ترک معاصی سے اللہ تعالیٰ کا قرب نہیں ملتا جب تک کہ نیکی کے دوسرے کام انجام نہ دیئے جائیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کی ترغیب کے لئے شعور دلایا ہے کہ ﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ ''اور نیکی میں سے جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا'' تم نیکی کرتے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نیک اعمال کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ پورا پورا بدلہ دینے والا ہے۔ مومن کے لیے یہ بات انتہائی تسکین بہم پہنچانے والی ہے کہ میرا مالک میرے ہر اچھے کام کو ہر وقت دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ احساس دلا رہا ہے کہ اپنے احساس کو جگاؤ، تمہارا مالک دیکھتا ہے، بھلائیاں جمع کرلو، آگے بڑھتے جاؤ۔ یہ احساس آخرت کے انعامات سے پہلے اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے۔

سوال 10: حج میں زادراہ ساتھ لینے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَتَزَوَّدُوْا ... يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَزَوَّدُوْا﴾ ''اور اپنے ساتھ زادراہ لے لو'' اللہ تعالیٰ نے اس مبارک سفر میں زادہ راہ ساتھ لینے کا حکم دیا ہے کیونکہ زادہ راہ مسافر کو لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے اور اسے لوگوں کے مال کی طرف دیکھنے اور سوال کرنے سے روک دیتا ہے۔ ضرورت سے زائد زادراہ ساتھ لینے میں فائدہ اور ساتھی مسافروں کی اعانت ہے اور اس سے اللہ رب العالمین کے تقرب میں اضافہ ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 245/1)

(2) بعض لوگ حج کے لئے زادراہ لئے بغیر نکلتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ پر توکل ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے زادراہ لینے کی تلقین کی تاکہ سوال سے بچ سکیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یمن کے لوگ راستہ کا خرچ ساتھ لائے بغیر حج کے لیے آجاتے تھے کہتے تو یہ تھے کہ ہم توکل کرتے ہیں لیکن جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگنے لگتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''اور زادراہ لے لیا کرو کہ سب سے بہتر زادراہ تو تقویٰ ہی ہے۔'' (صحیح بخاری: 1523)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ ''تو یقینا بہترین زادراہ تقویٰ ہے'' تقویٰ ایسی حالت ہے جس میں ایک انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی عظمت اور اس کے خوف سے بھر جاتا ہے۔ جیسے حج کے لیے زادراہ یعنی سامان سفر ساتھ لینے کا حکم دیا گیا اسی طرح آخرت کے سفر کے لیے تقویٰ کا حکم دیا گیا جو سفر آخرت کے لیے بہترین زادراہ ہے۔

(4)﴿وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''اور اے عقل والو! مجھ ہی سے ڈرتے رہو'' اے اہل عقل ودانش! اس شخص کو میری گرفت، میری سزا اور میرے عذاب سے ڈرنا چاہیے جو میری مخالفت کرتا اور میرے حکم کی اطاعت نہیں بجالاتا۔ (المصباح المنیر :431/1)

(5) عقل اور تقویٰ میں گہرا تعلق ہے کیونکہ عقل والے ہی اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈر کر ہدایت کو چمٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں۔ عقل باندھ کر رکھتی ہے۔ (6) اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقویٰ ہی عقل ہے۔ سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ﴾ ''عقل والا اور ہوشیار وہ ہے جس نے اپنے نفس کو تابعدار بنالیا اور مرنے کے بعد کے لیے عمل کیا۔'' (ترمذی:2459)

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ

''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس

عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور بلاشبہ

وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ﴾

اس سے پہلے یقیناً تم گمراہ لوگوں میں سے تھے'' (198)

سوال 1: کیا سفر حج میں تجارت کی جاسکتی ہے، اس کی وضاحت ﴿لَيْسَ ... مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو'' اس سے مراد ہے کہ سفر حج میں تجارت کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز جاہلیت کے بازار تھے اس لیے لوگوں نے سفر حج میں تجارت کو گناہ سمجھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''تمہیں اس بارے میں کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے پروردگار کے یہاں سے تلاش معاش کرو۔'' یعنی موسم حج میں تجارت کے لیے مذکورہ منڈیوں میں جاؤ۔ (صحیح بخاری:4519)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ہم جانور کرائے پر دیتے ہیں، کیا ہمارا حج بھی ہو جاتا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم بیت اللہ کا طواف نہیں کرتے؟ کیا تم عرفات میں نہیں ٹھہرتے؟ کیا تم شیطانوں کو کنکریاں نہیں مارتے؟ کیا تم سر نہیں منڈواتے؟ اس نے کہا: یہ سب کام تو ہم کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سنو! ایک شخص نے یہی سوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا، اس کے جواب میں سیدنا جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا: ''تمہارا حج ہو گیا۔'' (سنن ابی داود: 1733)

(4)اصل چیز اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے، اگر یہ کیفیت موجود ہے تو حج کے دوران تجارت کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے دنوں میں تجارت بھی کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: لوگوں کی معیشت کا انحصار حج کی تجارت ہی پر تو تھا۔ (تفسیر طبری: 2/388، 389)

سوال 2: وقوف عرفہ کے حکم کی وضاحت ﴿فَإِذَآ ... الْحَرَامِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ ''پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام یعنی مزدلفہ میں ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ (2)﴿فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ﴾ ''پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ'' 9 ذوالحجہ کو زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک میدان عرفات میں وقوف حج کا سب سے اہم رکن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿اَلْحَجُّ عَرَفَةٌ﴾ ''حج عرفات جانے کا نام ہے۔'' (ابوداود: 1949)

(3)عرفات حدود حرم سے باہر ہے اس لیے قریش مکہ عرفات نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ سے ہی لوٹ آتے تھے اس لیے حکم دیا گیا کہ جہاں سے سب لوٹ کر آتے ہیں تم بھی وہیں سے لوٹ کر آؤ یعنی عرفات سے۔

(4)﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ ''تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو'' مشعر حرام سے مراد مزدلفہ ہے۔ عرفات حاجیوں اور احکام حج کا ستون ہے اس لیے مزدلفہ لوٹ کر آنے اور رات گزارنے کی انتہائی اہمیت ہے۔ وقوف عرفہ اور مزدلفہ میں رات گزارنا حج کے ارکان میں سے ہے۔

(5)عمرو بن میمون فرماتے ہیں: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مشعر حرام کے بارے میں پوچھا تو آپ چپ رہے۔ جب آپ ہماری سواریوں کے ساتھ مزدلفہ میں اتر آئے تو پوچھا: مشعر حرام کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟ یہ ہے مشعر حرام، سارا مزدلفہ مشعر حرام ہے۔ (عبدالرزاق)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کے ذکر کی دو صورتیں ہیں: ایک مغرب اور عشاء کی نماز جو کہ ذکر کی اہم صورت ہے اور دوسرے فجر کے بعد ذکر الٰہی۔

(7) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عرفات میں آئے اور وہاں نمرہ کے مقام پر آپ ﷺ کے لیے ایک خیمہ لگا دیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس میں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے اپنی اونٹنی قصوا کو کسنے کا حکم دیا۔ جب وہ کس دی گی تو آپ (اس پر سوار ہو کر) بطن وادی میں آئے اور لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا۔ پھر مؤذن نے اذان دی اور پھر اقامت کہی پھر رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر مؤذن نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا۔ پھر آپ ﷺ سوار ہو گئے یہاں تک کہ موقف میں آئے۔۔۔ وہاں آپ ﷺ نے غروب آفتاب تک وقوف فرمایا۔ پھر جب شفق کی زردی کم ہو گئی تو آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہو کر مزدلفہ پہنچے، وہاں آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ لیٹ گئے یہاں تک کہ جب صبح صادق ہوئی تو آپ ﷺ نے صبح کی نماز اذان اور اقامت کے ساتھ ادا کی پھر آپ ﷺ قصوا پر سوار ہو گئے اور مشعر الحرام پہنچ کر قبلہ رخ ہو گئے پھر آپ ﷺ نے وہاں وقوف فرمایا۔ آپ ﷺ دعا کرتے رہے اور الحمد للہ کہتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خوب روشنی ہو گئی تو آپ ﷺ طلوع آفتاب سے پہلے منیٰ روانہ ہو گئے۔ (مسلم:1218)

سوال 3: اظہار شکر کے حکم کی وضاحت ﴿وَاذْكُرُوْهُ ... الضَّآلِّيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ﴾ ''اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے'' اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے اس کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے وضاحت سے احکام حج بیان کر دیے اور سنت ابراہیمی کے مطابق مناسک حج ادا کرنے کی طرف تمہاری راہ نمائی فرمائی۔

(2) ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً تم گمراہ لوگوں میں سے تھے'' اس راہ نمائی سے، یا رسول ﷺ سے یا قرآن سے پہلے تم کچھ نہیں جانتے تھے۔ (السراج المنیر: 127/1)

(3) اللہ تعالیٰ نے یہاں وضاحت فرمائی ہے کہ اگرچہ اس سے پہلے تم گمراہ تھے یعنی باپ دادا کو یاد کرتے تھے پھر اب تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تو اب اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جس پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔

(4) قریش منیٰ میں جا کر باپ دادا کے جلسے کرنا اپنے لیے کافی سمجھتے تھے۔ اختتام حج کے بعد عرب سوق عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز نامی بازاروں میں جاتے تھے اور ان میں ہر شخص اپنا نسب نامہ بیان کرتا۔ اپنے باپ دادا کے کارناموں کے اظہار کے علاوہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پاس کوئی پروگرام نہیں تھا۔لہٰذا واضح کیا گیا کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے ہیں۔

سوال4: حج کے کتنے ارکان ہیں؟

جواب: حج کے پانچ ارکان ہیں: 1۔نیت (البینہ:5، بخاری:1)

2۔وقوف عرفہ (البقرۃ:198، ابوداؤد:1949) 3۔مزدلفہ میں رات گزارنا (البقرۃ:198، ترمذی:891)

4۔طوافِ زیارۃ/طوافِ اِفاضہ (الحج:29، بخاری:1733) 5۔سعی (مسند احمد:27911، حاکم:70/4)

سوال5: حج کا کوئی رکن رہ جائے تو کیا کرنا ہوگا؟

جواب: حج کا کوئی رکن فوت ہوجائے تو حج نہیں ہوگا آئندہ سال دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

سوال6: حج کے واجبات کون سے ہیں؟

جواب: حج کے واجبات پانچ ہیں: 1۔میقات سے احرام باندھنا۔ (بخاری:1524، نسائی:2654)

2۔رمی جمرات۔جمروں کو کنکریاں مارنا۔ (مسلم:3137، 3140)

3۔حلق یا تقصیر۔سر کے بال منڈوانا یا کتروانا۔ (الفتح:27، بخاری:1727)

4۔ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا۔ (البقرۃ:203) 5۔طواف وداع۔ (مسلم:3219)

سوال7: حج کا کوئی واجب رہ جائے تو کیا کرنا ہوگا؟

جواب: حج کا کوئی واجب عمل رہ جائے تو بطور فدیہ جانور قربان کرنا ہوگا۔اگر جانور قربان کرنے کی طاقت نہ ہو تو 3 روزے حج کے دوران اور 7 گھر جا کر رکھنے ہوں گے۔

﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

"پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (199)

سوال1: عرفات میں وقوف اور وہاں سے واپس آنے کے حکم کی وضاحت ﴿ثُمَّ ... اَفَاضَ النَّاسُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ "پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں" قریش کو حکم دیا گیا کہ جیسے لوگ عرفات جا کر مزدلفہ واپس آتے ہیں ایسے ہی آپ بھی عرفات کے رکن کو پورا کر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزدلفہ کے رکن کو پورا کرو۔

(2) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہاں لوٹنے سے مراد مزدلفہ سے منیٰ کی طرف ''رمی جمار'' کے لیے لوٹنا ہے۔ (بخاری:4521)

(3) یہ عمل ابراہیم علیہ السلام کے دور سے چل رہا ہے۔ اس کا مقصد رمی جمار، قربانی، طواف، سعی، تشریق کے دنوں میں منیٰ میں رات گزارنا اور باقی مناسک کو پورا کرنا ہے۔

(4) قریش نے فخر وتکبر کی وجہ سے اپنے لیے یہ ضروری ٹھہرالیا تھا کہ وہ حدود حرم سے باہر (عرفات) نہ جائیں۔

(5) قریش اور ان کے ہم خیال لوگ مزدلفہ میں رک جایا کرتے تھے اور اپنا نام حمس رکھتے تھے۔ باقی عرب کے لوگ عرفات جا کر ٹھہرتے اور وہاں سے لوٹتے تھے، اسی لیے یہ حکم آیا ''جہاں سے اور لوگ لوٹتے ہیں تم وہیں سے لوٹا کرو'' (صحیح بخاری:1910) نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلْحَجُّ عَرَفَةٌ﴾ ''حج تو عرفات میں ٹھہرنے کا نام ہے'' (سنن نسائی:3019)

(6) اس حکم سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے نسلی، قومی اور لسانی بت توڑے ہیں اور ایک امت کا تصور دیا ہے۔

سوال 2: حج کے بعد استغفار کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ...غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) حج کے بعد استغفار کا حکم دیا گیا ہے، فرمایا: ﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو'' یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ عبادتوں کے بعد دعائے مغفرت کی جاتی ہے اسی لیے نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفر اللہ فرماتے تھے۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے استغفار کو اپنے اوپر لازم کرلیا، اللہ تعالیٰ ہر تنگی میں اس کے لیے کشادگی پیدا کرتا ہے، ہر غم میں راحت کی راہ ہموار کرتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان نہیں ہوتا۔'' (ابن ماجہ:3819)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقینا اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی دعا کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ یقینا اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اس لیے بڑے سے بڑے گناہ پر بھی استغفار کرنے سے نہ ہچکچاؤ۔

(4) اللہ تعالیٰ کی صفت غفور سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے شرک اور جرم کو معاف کر کے ان کی مغفرت فرماتا ہے۔ (زاد المسیر: 182/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے ایمان اور توبہ کو قبول کر کے ان پر رحمت فرماتا ہے۔(الاساس فی التفسیر:444/1)

﴿فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ

''پھر جب تم اپنے حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرنے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ یاد کرنا،

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾

پھر لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں دے'' اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں''(200)

سوال 1: حج کے اعمال پورے کرنے کے بعد ذکر اور دعا کا حکم دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿فَاِذَا قَضَيْتُمْ ... ذِكْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ﴾ ''پھر جب تم اپنے حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنے حج کے اعمال پورے کرنے اور ان سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں پر استغفار کرو اور عبادت کی توفیق ملنے پر شکر ادا کرو اور اسے یاد کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے اعمال قبول ہو جائیں۔

(2)اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا ذکر تو بہت بڑا ہے۔'' (العنکبوت:45) اس لیے ذکر کا حکم دیا گیا۔

(3)اللہ تعالیٰ کا ذکر دلوں کو اس سے جوڑے رکھتا ہے اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے لیے پیدا کیے گئے ہیں تا کہ ہمارے دل محبت اور تعظیم سے اس سے جڑ جائیں۔

(4)﴿كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا﴾ ''اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرنے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ یاد کرنا'' جاہلیت میں لوگ حج کے بعد بھی اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے اس لیے فرمایا کہ جیسے اولاد اپنے ماں باپ کو یاد کرتی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

(5)سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل جاہلیت موسم حج میں کھڑے ہو جاتے اور ان میں سے ایک آدمی کہتا کہ میرا باپ تو لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا، لوگوں کے بوجھ اٹھا لیتا اور ان کی طرف سے دیت ادا کر دیا کرتا تھا الغرض اس موقع پر اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کے ذکر کے سوا ان کا کوئی اور کام نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے پیغمبر محمد ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی۔﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرنے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ یاد کرنا'' (تفسیر ابن ابی حاتم: 2/355، 356)

(6) شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہاں ذکر سے مراد قیام منیٰ کے زمانے کا ذکر ہے۔

(7) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں ہر وقت اور ہر حال میں تکبیر کہتے رہتے تھے، رمی جمار کے وقت تکبیر کہنا اسی میں شامل ہے۔ (بخاری: کتاب العیدین)

سوال 2: حج کے دوران کیسی فضا جاری رہنی چاہئے؟

جواب: (1) حج کے دوران اللہ تعالیٰ کے خوف، اس کی یاد، اس کی نعمتوں پر شکر اور اس کے لیے حوالگی کے جذبوں کی فضا رہنی چاہئے۔ حج کے دوران کوئی ایسا کام نہیں ہونا چاہئے جو ان کیفیات کے خلاف ہو مثلاً (i) کسی گروہ کی عبادت میں امتیاز۔

(ii) آباؤ اجداد کے کارناموں کا بیان۔

(2) حج اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے لیے ہے اور سب انسانوں کے لیے ایک جیسا ہے۔ حج کے دوران یہ فضا قائم رہے تو بعد کی زندگی میں بھی یہ فضا قائم ہو سکتی ہے۔

سوال 3: صرف دنیا کی بھلائی مانگنے والوں کی مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمِنَ النَّاسِ ... مِنْ خَلَاقٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا﴾ ''پھر لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں دے'' اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مذمت فرمائی ہے جو دنیا کی بھلائیاں مانگنے کے لیے تو دعا کرتا ہے مگر آخرت سے غافل ہے۔

(2) دعا انسان کی اندرونی حالت کا اظہار ہے۔ جو شخص دنیا کی چیزوں میں اپنا دل لگا لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ وہ چیز مانگتا ہے جس کی تڑپ لے کر وہاں پہنچتا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ بعض اعراب یہاں ٹھہر کر صرف یہی دعائیں مانگتے ہیں کہ اللہ اس سال بارشیں اچھی برسا تا کہ غلے اچھے پیدا ہوں، اولادیں بکثرت ہوں وغیرہ۔ (تفسیر ابن کثیر: 1/286)

(3) محمد بن احمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جاہلیت میں عرب صرف دنیا کی بہتری کے لیے دعائیں مانگتے تھے وہ اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی کثرت اور دشمن پر فتح و نصرت کی دعائیں کرتے اور آخرت کی طلب نہ رکھتے، اس لیے کہ آخرت پر ان کا یقین نہ تھا اور نہ وہ اس کی حقیقت ہی سے آشنا تھے۔ (قرطبی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)اللہ تعالیٰ سے صرف دنیا مانگنا دنیا کو ترجیح دینے والا عمل ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ الاعلیٰ میں فرماتے ہیں:﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۱۶) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (۱۷)﴾''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔''(الاعلیٰ:17,16)

(5)﴿وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾''اوراس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں''اللہ تعالیٰ سے صرف دنیا مانگنے والے کو آخرت میں کوئی اچھا بدلہ نہیں ملے گا۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

''اوران میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے:''اے ہمارے رب!ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما

وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا''(201)

سوال:دنیا اور آخرت کی بھلائیاں مانگنے کے حکم کی وضاحت﴿وَمِنْهُمْ...عَذَابَ النَّارِ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ﴾''اوران میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے''اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی تعریف فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیوں کی دعا کرتا ہے۔

(2)وہ دعا کرتا ہے:﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾''اے ہمارے رب!ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما''دنیا کی بھلائی سے مراد نیک کام کرنے کی توفیق ہے۔دنیا کا مال واسباب اس طرح سے طلب کرنا کہ اس میں بھلائی ملے مثلاً عافیت کا حصول،نیک بیوی،کشادہ گھر،فراخ روزی،مفید علم،نیک عمل،برکت والی سواری،عزت وآبرو اور دنیا کی تمام آرام دہ چیزیں۔

(3)﴿وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً﴾''اورآخرت میں بھی بھلائی عطا فرما''آخرت کی بھلائی سے مراد اعلیٰ درجے کی جنت یعنی جنت الفردوس ہے۔آخرت کی بھلائی کا آغاز موقف کی گھبراہٹ سے نجات ملنے سے ہوتا ہے،پھر حساب کا آسان ہونا،پھر اعمال نامے کا سیدھے ہاتھ میں ہونا اور آخر میں جنت الفردوس میں پہنچنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

(4)ایسی دعا اس دل سے نکل سکتی ہے جس کے لیے آخرت پہلی ترجیح ہو لیکن دنیا کے معاملات میں بھی رب پر ہی بھروسہ کرتا ہو۔

(5)سب سے بہترین دعا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ جو دنیا میں میرے لیے بہتر ہو وہ دنیا میں عطا کر دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جو آخرت میں میرے لیے آپ کے نزدیک بہتر ہو وہ آخرت میں عطا کر دے اور اپنی ناراضی (عذاب) سے بچا لے۔ رسول اللہ ﷺ ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ کی دعا طواف کے دوران رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان پڑھا کرتے تھے یہی دعا پڑھنی مسنون ہے۔ مختلف چکروں میں جو دعائیں مختص کر لی گئی ہیں وہ خود ساختہ ہیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ دعا کرتے تھے "اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بہتری دے اور آخرت میں بھی بہتری اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچائیے۔" (صحیح بخاری:4522)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ خود بھی جب کبھی دعا مانگتے اس دعا کو نہ چھوڑتے، چنانچہ سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کہا کہ آپ کے یہ بھائی چاہتے ہیں کہ آپ ان کے لیے دعا کریں آپ نے یہی دعا ﴿اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا﴾ پڑھی پھر کچھ دیر بیٹھے اور بات چیت کرنے کے بعد جب وہ جانے لگے تو پھر دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا: کیا تم ٹکڑے کرانا چاہتے ہو، اس دعا میں تو تمام بھلائیاں آ گئیں۔ (ابن کثیر:287/1)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کی عیادت کی جو بیماری سے چوزے کی طرح ہو گیا (یعنی بہت ضعیف اور ناتواں ہو گیا تھا) آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: "تو کچھ دعا کیا کرتا تھا یا اللہ تعالیٰ سے کچھ سوال کیا کرتا تھا؟" وہ بولا: ہاں میں یہ کہا کرتا تھا: یا اللہ! جو کچھ تو مجھ کو آخرت میں عذاب کرنے والا ہے وہ دنیا ہی میں کر لے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سبحان اللہ! تجھے اتنی طاقت کہاں ہے کہ اللہ کا عذاب اٹھا سکے (دنیا میں) تو نے یہ کیوں نہیں کہا: ﴿اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ یا اللہ! مجھ کو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور مجھ کو بچا لے جہنم کے عذاب سے، پھر آپ ﷺ نے اللہ عزوجل سے اس کے لیے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس کو اچھا کر دیا۔" (مسلم:2688)

﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾

"یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے" (202)

سوال: ﴿اُولٰٓئِكَ ... الْحِسَابِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا﴾ "یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انہوں نے کمایا" اس سے مراد یہ ہے کہ جو مانگا اور جو کیا، آج بھی اور کل بھی وہی ملے گا۔

(2) ﴿نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا﴾ "اس میں سے ایک حصہ ہے جو انہوں نے کمایا" یہ اعمال صالحہ اور ان کی صالح دعاؤں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ان کا حصہ ہے۔ (ایسر التفاسیر:101)(انوار البیان:316/1)

(3)﴿وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' انسان جو بھی عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے حساب لینے میں مشکل نہیں۔ وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ کے حساب لینے کی وجہ سے انسان کو اپنے اعمال کے بارے میں فکر دلائی گئی ہے۔

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ

''اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، پھر جو شخص دو دن میں جلدی کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے

تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں، اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً تم اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے'' (203)

سوال 1: ایام تشریق میں ذکر کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ... لِمَنِ اتَّقٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو'' یعنی ایام تشریق میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں کیونکہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اتنا افضل ہے جو دوسرے دنوں میں نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔'' (مسند احمد:76/5)(مسلم:1141)

(2) ایام تشریق یعنی 11، 12 اور 13 ذوالحجہ۔ یہ وہ دن ہیں جن میں حج کے باقی تمام مناسک پورے کیے جاتے ہیں۔

(3) ایام تشریق میں رسول اللہ ﷺ کی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ ان دنوں میں خاص طور پر تکبیرات پڑھا کرتے تھے۔ بلند آواز میں تکبیرات پڑھنا مسنون ہے۔ یہ تکبیرات صرف فرض نمازوں کے بعد ہی نہیں ہر وقت پڑھی جائیں، کنکریاں مارتے وقت ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھنی مسنون ہے، قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت اور فرض نمازوں کے بعد ایام تشریق میں ﴿اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ﴾ پڑھنا چاہیے۔

(4)﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ''پھر جو شخص دو دن میں جلدی کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ ایام تشریق میں منیٰ سے مکہ واپسی خواہ 12 ذوالحجہ کو ہو یا 13 ذوالحجہ کو دونوں صورتوں میں حرج کی کوئی بات نہیں۔

(5)﴿وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ''اور جو تاخیر کرے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں'' اصل اہمیت تعداد میں کمی یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اضافے کی نہیں بلکہ اس کی ہے کہ ان دنوں میں تمہارا رب کے ساتھ کیسا تعلق رہا ہے؟ تم اس کو کیسے یاد کرتے رہے ہو؟ کیسے اس کی بڑائی بیان کرتے رہے ہو؟ کیسے اس سے دعائیں کرتے رہے ہو؟

(6) ﴿لِمَنِ اتَّقٰى﴾ ''اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے'' جس نے ہر معاملے میں تقویٰ اختیار کیا اس کے لیے ہر معاملے میں حرج کی نفی ہوگئی۔

(7) عبدالرحمٰن بن یعمر دیلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، آپ عرفات میں تھے، اتنے میں نجد والوں میں سے کچھ لوگ آئے، ان لوگوں نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے آواز دی: اللہ کے رسول ﷺ! حج کیوں کر ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے پکار کر کہا: ''حج عرفات میں وقوف ہے۔ جو شخص مزدلفہ کی رات کو فجر سے پہلے (عرفات میں) آجائے تو اس کا حج پورا ہو گیا، منیٰ کے دن تین ہیں (گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ)، جو شخص دو ہی دن کے بعد چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تیسرے دن بھی رکا رہے اس پر کوئی گناہ نہیں،'' پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنے پیچھے بٹھا لیا وہ یہی پکارتا جاتا تھا۔ (ابوداؤد: 1949)

سوال 2: تقویٰ کے حکم کی وضاحت ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ... تُحْشَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ اس کے احکامات پر عمل کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کرو۔

(2) ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''اور جان لو کہ یقیناً تم اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے'' حج ختم ہونے کے بعد لوگوں نے گھروں کو واپس جانا ہوتا ہے اس لیے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تمہیں ایک دن اسی کے سامنے جمع ہونا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے میدان عرفات، مزدلفہ کی رات اور حج کے مختلف مقامات کے اجتماعات سے آخرت کے بڑے اجتماع یعنی حشر میں اکٹھے ہونے کو یاد دلایا ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے وہ تمہیں جمع کرے گا اس لیے اس سے خوف کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی شریعت پر کاربند رہو۔

(4) جزا و سزا کا علم تقویٰ کا سب سے بڑا داعیہ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی ترغیب دلائی ہے۔ حج کا سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے پاس اکٹھے کیے جاؤ گے، عرفات کا اجتماع قیامت کے دن کی تمثیل ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا

''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو پسند آتی ہے اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ﴾

کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے" (204)

سوال: منافقوں کے حالات کی وضاحت ﴿وَمِنَ النَّاسِ ... الْخِصَامِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾ "اور لوگوں میں سے کوئی ہے" پچھلی آیات میں دو قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ایک دنیا کا طلب گار اور دوسرا آخرت کا طلب گار۔ اب اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے حال کے بارے میں خبر دی ہے جو زبان سے ایسی بات کرتا ہے کہ اس کا عمل اس کی مخالفت کرتا ہے۔

(2) معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی یہ شخص میٹھی باتیں کرنے والا تھا۔ دیکھنے میں بھی اچھا لگتا تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتا تھا اور پاس بیٹھ کر اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور اس پر قسمیں کھاتا تھا اور اندر سے منافق تھا۔ رسول اللہ ﷺ (اس کی ظاہری باتوں کی وجہ سے) اسے قریب بٹھاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم التنزیل: 179/1)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت ان منافقوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں گفتگو کی تھی اور ان پر عیب لگائے، جو مقام رجیع میں شہید ہو گئے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت اور سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی مدحت میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾ "اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان تک بیچ دیتا ہے" یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیات عام ہیں اور تمام منافقوں اور تمام مومنوں کے لئے ہیں۔ (تفسیر طبری: 425/2-428)

(4) ﴿مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ "جس کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو پسند آتی ہے" یعنی جب بات کرتا ہے تو اس کی بات آپ کو اچھی لگتی ہے اور آپ سمجھتے ہو کہ بڑی نفع مند بات ہے۔

(5) وہ دنیاوی زندگی اور معاش کے بارے میں حیرت انگیز معلومات رکھنے والا ہے۔ (تفسیر منار، اشرف الحواشی: 39)

(6) مصلحت پسند لوگوں کی باتیں سب کو اچھی لگتی ہیں کیونکہ وہ لوگوں کی پسند کو دیکھ کر بات کرتے ہیں۔ ایسے شخص کے سامنے کوئی مستقل معیار نہیں ہوتا اس لیے وہ ہمیشہ دوسرے شخص کو متاثر کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے؟ حق کے ساتھ وفاداری نہ ہونے کی وجہ سے وہ دلی جذبے کے بغیر صرف زبان سے خوب صورت باتیں کرتا ہے جو پسند کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہیں۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ﴾ ''اور جب آپ انہیں دیکھیں تو ان کے جسم آپ کو اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو آپ ان کی بات سنتے رہ جاؤ گے۔'' (المنافقون:4)

(7) امام ابن جریر رحمہ اللہ نے (محمد بن کعب) قرظی سے اور انہوں نے نوف بکالی سے روایت کیا ہے، یہ ان لوگوں میں سے تھا جو سابقہ کتب پڑھا کرتے تھے، اس نے کہا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں اس امت کے کچھ لوگوں کی صفات اس طرح پاتا ہوں کہ یہ لوگ حیلہ بازی کے ساتھ دین کے بدلے دنیا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی مگر دل ایلوے سے بھی زیادہ کڑوے ہوں گے، لوگوں کے سامنے تو بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے مگر ان کے دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا یہ لوگ میرے بارے میں جرأت کرتے اور مجھے دھوکا دیتے ہیں، مجھے اپنی ذات کی قسم! میں انہیں ایسے فتنے میں مبتلا کردوں گا جو عقل مند اور دانشور لوگوں کو بھی حیران و پریشان کر دے گا۔ قُرظی بیان کرتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید میں غور کر کے اس کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ یہ منافقوں کے حالات کا ذکر ہے، چنانچہ یہ آیت کریمہ ان کے مناسب حال ہے:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰي مَا فِيْ قَلْبِهٖ﴾ ''اور لوگوں میں کوئی تو ایسا ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں آپ کو دلکش معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتا ہے۔'' قُرظی کی یہ بات بہت اچھی اور بالکل صحیح ہے۔ (تفسیر طبری:427/2)(المصباح المنیر)

(8)﴿وَيُشْهِدُ اللّٰهَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے'' سدی نے کہا: وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور میرا ارادہ ہے کہ اسلام لے آؤں وغیرہ۔ (جامع البیان:354/2)

(9)﴿عَلٰي مَا فِيْ قَلْبِهٖ﴾ ''جو اس کے دل میں ہے'' اس کے بارے میں وہ خبر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ دل میں ہے اسی کا زبان سے اظہار کر رہا ہوں حالانکہ وہ اس بارے میں جھوٹا ہوتا ہے اگر وہ سچا ہوتا تو اس کی بات اس کے عمل کی مخالفت نہ کرتی۔

(10) یعنی وہ آپ کے سامنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے دل میں جو کفر اور نفاق ہے اللہ تعالیٰ اسے کھول دیتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی:168/3)

(11) دو چہروں والے انسان قسمیں کھاتے ہیں تا کہ خود کو سچا ثابت کر سکیں۔ ان کی جھوٹی قسموں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ''جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً منافقین جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈھال بنا رکھا ہے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔ یقیناً بہت برا ہے جو وہ کرتے ہیں۔" (المنافقون:2,1)

(12) منافق کے پاس چونکہ کردار کی حجت نہیں ہوتی اس وجہ سے ہر قدم پر قسم کو بطور دلیل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے، جھوٹا آدمی اپنی نفسیاتی کمزوری کی وجہ سے سمجھتا ہے کہ مخاطب اس کی بات اس وقت تک باور نہیں کرے گا جب تک کہ وہ اس کو قسم کھا کر یقین نہ دلائے۔ (تدبر القرآن:494)

(13) اپنی نیک نیتی پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے خلوص میں کسی کو کوئی شبہ نہ رہے۔

(14) ﴿وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ "حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے" ﴿اَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ کے معنی ٹیڑھے کے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾ "اور ان لوگوں کو اس کے ساتھ ڈرائیں جو سخت جھگڑالو ہیں۔" (مریم:97)

(15) منافق بھی جھگڑے میں سیدھی بات پر نہیں رہتے، حق سے ہٹ جاتے ہیں اور الزام تراشی کرتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے، جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔" (بخاری:34)

(16) یعنی ایسے کسی شخص سے جب بحث کریں تو اس میں تعصب، کج بحثی، سرکشی، اور سخت جھگڑالو پن نظر آتا ہے جب کہ ان کے مقابلے میں مومن بردبار، نرم مزاج اور آسان ہوتا ہے۔

(17) سخت جھگڑالو سے مراد ایسا شخص ہے جو جھگڑے میں بدکلامی پر اتر آئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہے۔" (صحیح بخاری:4523)

﴿وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ

"اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں کوشش کرتا ہے کہ فساد پھیلائے اور وہ کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرتا ہے

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾

اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا" (205)

سوال: منافق کی عملی سرگرمیوں کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... الْفَسَادَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) منافق کی باتیں ٹیڑھی اور جھوٹی ہوتی ہیں۔ اس کا عقیدہ گندا اور اعمال گھناؤنے ہوتے ہیں۔ منافق کی دو عملی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرگرمیاں ہوتی ہیں: (i) زمین میں فساد پھیلانا۔ (ii) کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرنا۔

(2) ﴿وَاِذَا تَوَلّٰى﴾ ''اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے'' یعنی جب آپ کے پاس ہوتا ہے تو اس کی باتیں آپ کو اچھی لگتی ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے لوٹ کر جاتا ہے۔

(3) ﴿سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا﴾ ''تو زمین میں کوشش کرتا ہے کہ فساد پھیلائے'' وہ گناہ اور نافرمانی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتا ہے جن سے زمین میں فساد پھیلتا ہے۔

(4) (i) شرک۔ (ii) پروپیگنڈا۔ (iii) ذاتی فائدے کی خاطر دوسروں کا استحصال کرنا جیسے اشتہارات میں ہر چیز کو مفید، ضروری، ناگزیر اور بہترین بنا کر دکھایا جاتا ہے، یوں وہ چیز بنانے اور بیچنے والوں کا فائدہ ہوتا ہے اور باقی سب دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ (iv) اپنی قیادت کی خاطر پوری قوم کو داؤ پر لگا دینا، اپنے اقتدار کے دوام کے لیے قوم کو بے راہ رو اور غلام بنا دینے تک سے گریز نہ کرنا۔ (v) اپنے مفاد کی خاطر ایسی سرگرمیاں جاری رکھنا جو صرف تخریب پیدا کرنے والی ہوں، مثلاً اخبار بیچنے کے لیے ایسے مضامین، ایسی خبریں، ایسے اشتہارات دینا جو قوم کو اس کے نظریے سے دور ہٹا دینے والے ہوں۔ اسی طرح کسی چینل پر ایسے پروگرام دینا کہ لوگوں کو بھلی باتوں کا ہوش ہی نہ رہے۔ خیر، نیکی اور خدمت خلق کے کاموں کی بجائے صرف شہوت پرستی میں مبتلا رہیں۔ اپنے اقتدار کی خاطر عوام کو ایسی سرگرمیوں میں مصروف رکھنا جیسے مختلف قسم کے تہوار، بسنت، ویلنٹائن ڈے وغیرہ تاکہ لوگوں کی توجہ قیادت کی طرف سے ہٹ جائے، ان کی سرگرمیوں اور ان کے فیصلوں کی طرف سے ہٹ جائے اور یوں قیادت کو دوام ملے چاہے قوم کے نقصان کی بنیاد پر ملے۔ (vi) کسی مصیبت پر فلاح و بہبود کے نام پر بے حیائی کو فروغ دینے والے پروگرام کروانا، یہ سب فساد پھیلانے کے طریقے ہیں۔

(5) ﴿وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ﴾ ''اور وہ کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرتا ہے'' منافق کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (6) زمین میں فساد کے باعث کھیتیاں، باغات اور مویشی تباہ ہو جاتے ہیں یا ان میں کمی ہو جاتی ہے۔

(7) عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ﴾ میں نسل سے مراد جانور ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(8) گناہوں کے سبب بھی کھیتوں اور نسلوں سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب زمین میں فساد برپا کیا جائے تو اللہ تعالیٰ باران رحمت سے محروم کر دیتا ہے تو اس سے کھیتی اور نسل ہلاک ہو جاتی ہے۔ (المصباح المنیر: 444/1)

(9) آج کے دور میں آبادی کی منصوبہ بندی کے ذریعے نسل انسانی کی تعمیر کرنے والی ماؤں کی ذہنی اور جسمانی صحت کو متاثر کر کے نسل انسانی کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ (10) اسی طرح انسانوں کے اخلاق برباد کر کے اور تعمیری کاموں کی طرف سے توجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہٹا کر بھی نسل انسانی کو تباہ کیا جا رہا ہے۔

(11)﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا یعنی شرک اور کھیتوں کو نسلوں کی تباہی کو کیونکہ ان پر مخلوق کی زندگیوں کا انحصار ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو یہ کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی ناپسند کرتے ہیں خواہ زبان سے کتنی ہی اچھی باتیں کرے۔

(12)انسان کے قول کی تصدیق اس کا عمل کرتا ہے جب تک عمل گواہی نہ دے زبان کی بات قبول نہیں کی جا سکتی۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ

''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو اس کی عزت اسے گناہ کے ساتھ پکڑ لیتی ہے، چنانچہ اس کے لیے جہنم کافی

وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾

ہے اور یقیناً وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' (206)

سوال 1: انسانوں کے برے کردار منافق کو نصیحت کی جائے تو اس کا کیا طرز عمل ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ﴾ ''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' جب زمین میں گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعے فساد پھیلانے والے منافق سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو تکبر کرنے لگتا ہے۔

(2)﴿اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ﴾ ''اس کی عزت اسے گناہ کے ساتھ پکڑ لیتی ہے'' جب اسے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور عزت کا احساس یعنی غرور، انانیت اور تکبر اسے گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔

(3)نصیحت میں اسے اپنی عزت کا بت ٹوٹتا نظر آتا ہے۔وہ سخت بگڑتا ہے کہ اس پر کسی کو اعتراض کرنے کی جرأت کیسے ہوئی!

(4)گناہ اور نافرمانی اکٹھی ہو جاتی ہیں اس کے اندر نصیحت کرنے والوں کے خلاف متکبرانہ رویے، اپنی ذات کی بڑائی کا احساس، حق کی دعوت دینے والے کے سامنے جھکنے سے روکتا ہے، اس لیے کہ داعی کو وہ اپنے سے چھوٹا سمجھتا ہے۔

(5)رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور جب انہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو آپ ان کے چہروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جن لوگوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لیں گے وہ قریب ہیں کہ اُن لوگوں پر حملہ کر دیں جو اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں، آپ کہہ دیں تو کیا میں تمہیں اس سے بُری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کا اُن سے وعدہ کر رکھا ہے جنہوں نے کفر کیا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔'' (الحج:72)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غرور اور گھمنڈ یہ ہے کہ انسان حق کو ناحق کرے (یعنی اپنی بات کی پچ یا نفسانیت سے ایک بات واجبی ہو اور صحیح ہو اس کو رد کرے اور نہ مانے) اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔'' (مسلم:91)

(7) ﴿فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ﴾ ''چنانچہ اس کے لیے جہنم کافی ہے'' جہنم تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ ہے۔

(8) ﴿وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ''اور یقیناً وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' جو لوگ گناہ کو وطیرہ بنالیں، حق کے ساتھ دشمنی کریں اور فساد برپا کریں، ان کے بارے میں رب کا فیصلہ ہے کہ بس جہنم ہی ان کے لیے کافی ہے جو دل کو جلا ڈالے گی، اس کی جلن دل سے چیخیں نکالے گی، جلا کر راکھ کر دے گی۔ یہی آگ ان کا علاج ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ جہاں وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے اور اس میں کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں جنت والوں کی خبر نہ دوں؟ ہر کمزور و تواضع کرنے والا اگر وہ (اللہ کا نام لے کر) قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کر دے۔ کیا میں تمہیں دوزخ والوں کی خبر نہ دوں؟ ہر تند خو، اکڑ کر چلنے والا اور متکبر۔'' (بخاری:6071)

سوال 2: اپنے وقار کا خیال انسان کو گناہ پر کیسے جما دیتا ہے؟

جواب: ایسا انسان جو متکبر ہے، اسے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سوچتا ہے کہ اسے نیکی کی طرف متوجہ کرنے والے ہیں کون؟ کیا یہ لوگ اسے ہدایت دے رہے ہیں؟ یہ سوچ اسے نیکی پر، انصاف پر، حق پر نہیں بلکہ گناہ پر جما دیتی ہے۔ وہ گناہ کو نیکی سمجھنے لگتا ہے، حق کے مقابلے میں اکڑنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ڈھٹائی پر اتر آتا ہے۔

سوال 3: انسانیت کی بری تصویر کیسے لوگوں پر منطبق ہوتی ہے؟

جواب: (1) جو دو چہروں والا ہو۔ (2) چرب زبان ہو۔ (3) سخت جھگڑالو ہو۔ (4) جس کی فطرت خراب ہو چکی ہو۔ (5) نمائش کے لیے سب کچھ کرنے والا ہو۔ (6) اپنی ذات اور اپنی زندگی کو محور و مرکز بنانے والا ہو۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان تک بیچ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے'' (207)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیت سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ مکہ میں اسلام لائے، ہجرت کی تیاری کی تو لوگوں نے کہا: تم اپنی دولت کے ساتھ نہیں جاسکتے، اگر جانا چاہتے ہو تو دولت یہاں چھوڑ دو اور انہوں نے تمام دولت ان کے حوالے کر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ان کے حق میں نازل کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ملاقات ان سے حرہ کے گرد و نواح میں ہوئی، انہوں نے کہا: سودا نفع بخش ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ''صہیب رضی اللہ عنہ نے اس سودے میں بہت ہی نفع کمایا۔'' (ابن کثیر: 290/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دینا مخلص مومن کی نشانی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمِنَ النَّاسِ ... بِالْعِبَادِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے برے اوصاف کا ذکر فرمایا ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اعلیٰ اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان تک بیچ دیتا ہے'' لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور ثواب کی امید پر اپنی جانوں کا سودا کر لیا۔ یہ مخلص مومن ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دیتے ہیں۔

(2) اس کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ سیدنا جابر بن انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ احد کے موقع پر پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں قتل کر دیا گیا تو میں کہاں جاؤں گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں'' انہوں نے کھجور پھینک دی جو ان کے ہاتھ میں تھی لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (صحیح بخاری: 4046)

(3) قیس نے بیان کیا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر آپ نے مجھے اپنے لئے خریدا ہے تو پھر اپنے پاس ہی رکھئے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لئے خریدا ہے تو پھر مجھے آزاد کر دیجیے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں عمل کرنے دیجیے۔ (صحیح بخاری: 3755)

(4) اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان کو بیچنے والے کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے جس کی تلاش میں وہ اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتا ہے۔

(5) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔'' (التوبہ:111) اس معاہدے میں خریدار اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور معاوضے میں سب سے جلیل القدر چیز جنت ہے اور معاوضے کے بدلے میں خرچ کی گئی قیمت وہ جان ومال ہے جو انسان کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم کتابوں میں یہ معاہدہ تحریر کیا گیا ہے۔

(6)(i) اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنے خیالات کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو قبول کر کے اپنی مرضی کو فروخت کیا جاتا ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی من پسند عادات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ عادات اپنا کر اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنا مال اس کے کلمے کی بلندی کے لیے لگا کر اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔(iv) اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خالص دین اختیار کر کے اور ان رسوم ورواج کو چھوڑ کر جن کو دین کے نام پر جاری رکھا ہوا تھا، اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔(v) اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں مصلحت پرستی چھوڑ کر اعلانیہ حق کو اپنا کر اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔(vi) اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خالص دین اختیار کرنے کے لیے لوگوں کے عتاب کا نشانہ بن کر، اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔(vii) اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو تلاش کرنے والا اپنی سوچ، اپنے جذبوں اور اپنے عمل کا محور ومرکز اللہ تعالیٰ کی ذات کو بناتا ہے۔ اس کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہنے میں گزرتی ہے۔

(7) ﴿يَّشْرِيْ نَفْسَهٗ﴾ ''اپنی جان تک بیچ دیتا ہے'' ﴿يَّشْرِيْ نَفْسَهٗ﴾ کا مفہوم اگر ''اپنی جان کا خریدنے والا'' لیا جائے تو اس سے مراد یہ بنتی ہے کہ اس نے دنیا کے غلام نفس کو خرید لیا اور خرید کر آزاد کر دیا، اللہ تعالیٰ کے سامنے خالص کر کے پیش کر دیا۔ اب اس نفس پر اس کا نہیں اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ ایسا شخص دنیا کی ساری اغراض اور تمام مقاصد کو قربان کر دیتا ہے اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر دیتا ہے۔

(8) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی خواہشات کو قربان کر دیا تو رب العزت نے فرمایا: ﴿رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔'' (المجادلہ:22)

(9) ﴿وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں کے لیے جو اس کی رضا کے لیے اپنی جانیں بیچ ڈالتے ہیں اپنی شفقت ورحمت کی خبر دی ہے جو اس نے اپنے اوپر واجب کر لی ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

یقیناوہ تمہارا کھلا دشمن ہے" (208)

سوال 1: مومنوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ مکمل اسلام پر عمل کریں، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ...مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ" اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے مکمل دین اسلام کو اپنالو، اسلام کے تمام احکامات پر عمل کرو اور پوری کوشش کر کے ان تمام کاموں کو چھوڑ دو جن سے اسلام میں منع کیا گیا ہے۔

(2) یہ بھی کہا گیا کہ یہاں ایمان والوں سے مراد اہل کتاب مومن ہیں، اگرچہ وہ مومن ہو چکے تھے لیکن تورات کی چند باتوں اور سابقہ شریعت پر عمل پیرا تھے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمان ہوئے ہو تو شریعت محمد یہ ﷺ کی ہر چھوٹی اور بڑی بات مانو۔ (ابن ابی حاتم)

(3) اسلام میں پورے کے پورے داخل ہونے سے مراد یہ بھی ہے کہ جو دین چھوڑا ہے اس کی باتوں کو اسلام میں شامل نہ کریں۔

(4) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ جو احکامات مصلحت اور خواہشات کے مطابق نہ بھی ہوں ان کو بھی اپنالیں۔

(5) اسلام میں پورے داخلے کے حکم سے ہر مسلمان سے یہ مطالبہ ہے کہ (i) وہ مخلص ہو جائیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے ہو جائیں۔ (iii) دلی جذبات اور شعور کے میلانات و رجحانات کو اللہ تعالیٰ کے ارادے کے آگے جھکا دیں۔ (iv) ہر چھوٹا بڑا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیں۔ (v) بغیر کسی مصلحت کے اسلام کو اپنائیں۔ (vi) تحفظات کی پرواہ کئے بغیر اسلام کو اپنائیں۔ (vii) اسلام جسے اپنانے کے لیے کہے اسے اپنائیں، جسے چھوڑنے کے لیے کہے اسے چھوڑ دیں۔

(6) (i) مومن شرح صدر کے ساتھ جب پورے طور پر اسلام میں قدم رکھتا ہے تو وہ ایسے جہان میں داخل ہو جاتا ہے جس میں اطمینان ہے، سکون ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، جہاں نہ فساد ہے، نہ گمراہی ہے، نہ حیرانی ہے، نہ پریشانی ہے، جہاں انسانی نفس کے چھپے ہوئے حصوں تک میں بھی سکون ہوتا ہے، جہاں انسان کی ظاہری اور اجتماعی زندگی میں سکون ہوتا ہے۔

(ii) جب مومن ایک اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرتا ہے تو وہ مستقلاً اس پر جم جاتا ہے، اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ اب اس کا ایک راستہ ہے، ایک قبلہ ہے۔ اب اسے کسی جھوٹی قوت کا کوئی ڈر نہیں، کسی چیز کا خوف نہیں، نہ کسی چیز کی محرومی کا اور نہ کسی طاقت کا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ ''اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری کرو اور ان کاموں سے اجتناب کرو جن کا شیطان تمہیں حکم دیتا ہے کیونکہ وہ صرف بے حیائی اور برائی کے کاموں ہی کا حکم دیتا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہو جو تم نہیں جانتے۔'' (البقرہ:169)

(8) شیطان کے قدم اس کے ڈالے ہوئے وسوسے ہیں۔ بندہ جب دین کے سارے احکامات پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ انسان کے دل میں اپنی خواہش کی محبت کو بے دار کرتا ہے اور بندہ اس خواہش کی طرف مائل ہو جاتا ہے، پھر یوں ہوتا ہے کہ جو حکم خواہش کے مطابق ہوتا ہے انسان اس پر عمل کر لیتا ہے اور جو خواہش کے خلاف ہوتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لیے رب العزت نے فرمایا شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو یعنی دل میں ابھرنے والے وسوسوں کے پیچھے نہ چلو۔ اس کے ڈالے ہوئے وسوسوں اور شبہات کی وجہ سے قرآن وسنت کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار نہ کرو کیونکہ وہ شیطان کا راستہ ہوگا۔

(9)﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''یقیناوہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' شیطان سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (10) دشمن سے ہر کوئی بچنا چاہتا ہے اس لیے اپنے دشمن سے بچ جاؤ، اپنی خواہشات کو دین کے تابع کر لو، بھلائی کے کام کرو، جن کاموں پر قدرت نہ ہو ان کے لیے بھی کوشش کرو۔

(11) دین میں مکمل طور پر داخل ہونا شیطان کی دشمنی کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے کہ وہ تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے اپنا دشمن بنالو۔

سوال 2: شیطان کے قدموں کے پیچھے کیسے چلا جاتا ہے؟

جواب: (1) شیطان کے قدم ہمیشہ اسلام کے مخالف اٹھتے ہیں خواہ وہ رسوم ورواج کی پابندی ہو یا خلاف اسلام کوئی جدید سلسلہ ہو اس لئے اسلام کے خلاف کوئی کام کرنا دراصل شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنا ہے۔

(2) شیطان انسان کو برائیاں خوب صورت بنا کر دکھاتا ہے۔ برائی کی طرف راغب ہونے والی ہر سوچ دراصل شیطان کا جال، شیطان کا قدم ہے۔ اس لئے برائی سوچنا اور برائی کرنا دراصل شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنا ہے۔

(3) شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنے والا اسلام کو چھوڑ کر دوسرے نظام ہائے زندگی کی پیروی کرتا ہے۔

(4) شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنے والا اسلامی طریقوں کو چھوڑ کر غیر اسلامی طریقوں کو اپناتا ہے۔

(5) شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنے والا اسلامی طرز زندگی کی بجائے غیر مسلموں کا لائف سٹائل اپناتا ہے۔

(6) شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنے والا عبادات کو سنت کے مطابق انجام نہیں دیتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

"پھر اگر اس کے بعد تم پھسل گئے کہ تمہارے پاس واضح دلائل آ چکے تھے تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" (209)

سوال: واضح دلائل آنے کے بعد بھی صحیح راستے پر نہ چلنے والوں کو وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ ... عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) واضح دلائل آنے کے بعد بھی صحیح راستے پر نہ چلنے والوں کو وعید دی گئی ہے کہ: ﴿فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾ "پھر اگر اس کے بعد تم پھسل گئے کہ تمہارے پاس واضح دلائل آ چکے تھے" یعنی واضح دلائل آنے کے بعد ان پر یقین کرنے کے بعد بھی اگر تم حق سے منہ موڑو گے اور صحیح راستے پر نہ چلو گے۔

(2) ﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ "تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ اپنے انتقام میں غالب ہے۔ کوئی اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا اور نہ کوئی اسے عاجز کر سکتا ہے۔ اس کے احکام حکمتوں سے معمور اور اس کی ہدایات مصلحتوں سے بھرپور ہیں۔ (السراج المنیر: 132/1)

(3) اس آیت میں سخت وعید اور تخویف ہے جو لغزشوں کو ترک کرنے کی موجب ہے کہ جب نافرمان لوگ اس غالب اور حکمت والی ہستی کی نافرمانی کرتے ہیں تو وہ نہایت قوت کے ساتھ انہیں پکڑتی ہے اور اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق انہیں سزا دیتی ہے کیونکہ نافرمانوں اور مجرموں کو سزا دینا اس کی حکمت کا تقاضا ہے۔ (تفسیر سعدی: 252/1)

(4) اللہ تعالیٰ ﴿عَزِيْزٌ﴾ سب پر غالب ہے۔ (i) اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی خلاف ورزی کی، مصلحتوں کے پیچھے بھاگے تو اس کی قوت اور غلبے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (ii) اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے خلاف دینی ذمہ داریوں سے فرار کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (iii) اگر تم نے دینی ذمہ داریوں سے رکنے کے لئے تحفظات کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبے کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(5) اللہ تعالیٰ ﴿حَكِيْمٌ﴾ "کمال حکمت والا ہے" اس نے تمہارے لیے وہ نظام زندگی تجویز کیا ہے جو بہتر ہے اور جس سے اس نے تمہیں روکا ہے وہ دراصل تمہارے لیے برا ہے۔

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ﴾

"وہ انتظار نہیں کرتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آئیں اور کام پورا کر دیا جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾

اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں'' (210)

سوال 1: قیامت سے پہلے پہلے ایمان لانے کی دعوت کی وضاحت ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ ... الْاُمُوْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ﴾ ''وہ انتظار نہیں کرتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آئیں اور کام پورا کر دیا جائے'' اس آیت میں کافروں کو ڈرایا گیا کہ نبی رحمت ﷺ پر ایمان کیوں نہیں لاتے، کیا قیامت کا انتظار ہے جس دن اگلے پچھلے لوگوں کے فیصلے کر دیئے جائیں گے اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (۲۱) وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (۲۲) وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى (۲۳)﴾ ''ہرگز نہیں! جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ اور تمہارا رب آئے گا اور فرشتے بھی صف در صف آ جائیں گے۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور اب اس کے لیے نصیحت کہاں؟'' (الفجر: 21-23)

(2) کافروں کو ڈرایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو نیک اعمال کا وقت ختم ہو جائے گا۔

(3) ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ﴾ لوگوں کے انتظار سے مراد قیامت کا انتظار ہے۔

(4) ﴿اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ''مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آئیں'' دنیا میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی آمد کا انتظار ہے۔

(5) ﴿وَقُضِيَ الْاَمْرُ﴾ ''اور کام پورا کر دیا جائے'' غیبی حقائق کے ظاہر ہونے کے بعد کا اسلام قابل قبول نہیں۔ یعنی ایسی نشانی کے انتظار میں جس سے انہیں قطعی اور حتمی طور پر بات کا یقین آ جائے، ایسا یقین جیسے ہر انسان کو یہ یقین ہے کہ اسے موت آ کر رہے گی تو اسے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جب ایسی نشانی آ جائے گی تو پھر ایمان لانے کی کچھ قدر و قیمت نہ ہوگی، ایمان لانے کی قدر و قیمت تو بس اسی وقت تک ہے جب تک کہ امور غیب حواس ظاہری سے پوشیدہ ہیں۔ (تیسیر القرآن)

(6) ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۭ قُلِ انْتَظِرُوْٓا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ﴾ ''وہ انتظار نہیں کر رہے ہیں مگر یہ کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کا رب آجائے یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں، جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی، کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہ دے گا جو پہلے ہی سے ایمان نہ رکھتا تھا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی آپ کہہ دیں: ''تم بھی انتظار کرو بلاشبہ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔'' (الانعام:158)

(7) اللہ تعالیٰ نے ﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں'' سے توجہ دلائی ہے کہ سارے کام چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے پورا پورا حساب لینا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دینی ہے اس لئے فوراً اسلام قبول کرلو، اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاؤ تاخیر نہ کرو۔ یہ سخت وعید ہے۔ کیا شیطان کی پیروی کرنے والے اس دن کے انتظار میں ہیں جو ہولناک ہوگا اور ظالموں کے دل دہلا دے گا اور جس میں فساد کرنے والوں کو پورا بدلہ دیا جائے گا؟

سوال 2: جو لوگ پورے کے پورے اسلام میں داخل نہیں ہوتے، ان کے احساس کو مہمیز لگانے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جھنجھوڑا ہے کہ کس چیز کا انتظار ہے؟ کسی خوف ناک دن کا انتظار ہے کیا؟ کیا ایسے دن کا انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کا چتر لگائے ہوئے آئے، فرشتے صفیں باندھے ہوئے آئیں، کوئی بات نہ کر پائے مگر جسے بات کرنے کی اجازت ملے اور وہ بات بھی صحیح کر رہا ہو اور وہ دن دور ہی کب ہے؟

لو آن پہنچا _____ فیصلہ ہو گیا _____ فرصت کا وقت ختم ہو گیا _____ کامیابی مشکل ہو گئی۔

سوچ لو _____ آخر کار سارے معاملات کو پیش تو اسی کے حضور ہونا ہے _____ کب تک پیچھے رہو گے؟

کب تک سلامتی میں داخل نہ ہو گے _____ دیکھو سلامتی قریب ہے _____

یہ دنیا کی سلامتی بھی ہے اور آخرت کی سلامتی بھی۔

آؤ! _____ قدم بڑھاؤ! _____ خوف نہ کھاؤ! _____ ہاتھ تھاموں گا _____ تمہیں چلا لوں گا۔

﴿سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ

''آپ بنی اسرائیل سے پوچھو: ہم نے انہیں کتنی ہی کھلی نشانیاں دیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

اس کے بعد کہ وہ اس کے پاس آ چکی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا والا ہے'' (211)

سوال 1: ناشکری مطالبہ عذاب ہے، اس کی وضاحت ﴿سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ... الْعِقَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''آپ بنی اسرائیل سے پوچھو'' آپ بنی اسرائیل سے سوال کریں۔

(2) ﴿كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ﴾ ''ہم نے انہیں کتنی ہی کھلی نشانیاں دیں'' ہم نے انہیں کتنی ہی نشانیاں دیں جو حق پر دلیل تھیں، رسولوں کی صداقت پر گواہ تھیں اور انہوں نے پہچان لیا، انہیں یقین آ گیا مگر انہوں نے نعمت کی ناشکری کی، ایمان سے منہ موڑا اور کفر کیا۔

(3) سوال سے توجہ دلائی گئی ہے تاکہ مسلمان بنی اسرائیل کی تاریخ سے عبرت حاصل کریں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ان کے پاس کس قدر دلائل بھیجے گئے لیکن وہ ان سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے ان کو تبدیل کر کے گمراہی اور ہلاکت میں پڑ گئے جس کے نتیجہ میں انہیں دنیا میں بھی سزا ملی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔

(4) ﴿وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل دے'' اور جو اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی اسلام کو بدل دے۔

(5) بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفران نعمت سے بدل ڈالا۔ انہوں نے اسلام کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا۔ نہ دلائل نے انہیں مطمئن کیا، نہ ہی معجزات نے اور نہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے ایمان کے بدلے کفر کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن گئے۔

(6) کفران کو ''نعمت کی تبدیلی'' اس لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو کوئی دینی یا دنیاوی نعمت عطا کرتا ہے اور وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا اور اس کے واجبات کو ادا نہیں کرتا تو یہ نعمت اضمحلال کا شکار ہو جاتی ہے اور اس کے پاس سے چلی جاتی ہے اور کفر اور معاصی اس کی جگہ لے لیتے ہیں اس طرح گویا ''کفر'' نعمت کا بدل ہو گیا اور جو کوئی اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا ہے اور اس کے حقوق کو ادا کرتا ہے تو نعمت نہ صرف ہمیشہ برقرار رہتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس نعمت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 255/1)

(7) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا والا ہے'' نعمت بدلنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سخت سزا والا ہے۔

(8) یہاں اس سزا سے مراد آخرت سے پہلے دنیا کی سزا ہے، چاہے یہ بے چینی اور بے اطمینانی کی صورت ہو یا کسی اور نوعیت کے عذاب کی صورت ہو۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (۲۸) جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ (۲۹)﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتار دیا؟ جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت بری قرار گاہ ہے۔'' (ابراہیم:29,28)

(9) ﴿شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''بہت سخت سزا والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایمان کی نعمت چھوڑ کر کفر اختیار کرنے سے روکنے کے لئے اپنے ''بہت سخت سزا والا'' ہونے کا شعور دلایا ہے۔

سوال 2: سوال کے لیے بنی اسرائیل کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

جواب: (1) آثار قدیمہ کی نسبت ایک جیتی جاگتی قوم زیادہ بہتر سامان عبرت و نصیحت ہے۔

(2) بنی اسرائیل کو کتاب اور نبوت عطا کر کے قوموں کی راہ نمائی کا فریضہ سونپا گیا تھا لیکن انہوں نے دنیا پرستی کی، علم اور عمل کا راستہ چھوڑ دیا، امت مسلمہ کو ان سے بہتر سبق کسی اور سے نہیں مل سکتا۔

﴿زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا

''دنیا کی زندگی ان کے لئے خوشنما بنا دی گئی جنہوں نے کفر کیا اور وہ ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو ایمان لائے، حالانکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ

فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

سے ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے بلند ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے'' (212)

سوال 1: دنیا اور آخرت میں کافروں کے حالات کی وضاحت ﴿زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ ... حِسَابٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں کافروں کے بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ کافروں کے لیے دنیا کی زندگی مزین کر دی گئی ہے، وہ دنیا میں ہی گم ہیں، اور وہ ان ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی فکر کرتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن حال یہ ہوگا کہ مومن جنت کی نعمتوں میں ہوں گے اور کافر جہنم کی ہولناک آگ میں جل رہے ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ''دنیا کی زندگی ان کے لئے خوشنما بنادی گئی جنہوں نے کفر کیا'' اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو ان لوگوں کے لیے خوش نما بنا دیا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسولوں کا کفر کیا اور اس کے احکامات کے مطابق زندگی بسر نہیں کی۔ وہ اسی دنیا میں مگن رہتے ہیں، ان کی خواہشات، ارادے اور اعمال دنیا کے لیے ہو جاتے ہیں۔ انہیں دنیا کی چیزیں بھلی لگنے لگتی ہیں، نظر دنیا کی چیزوں پر ٹکی رہتی ہے آگے بلند مقاصد تک نہیں جاتی، وہ اللہ تعالیٰ کا مال جمع کرتے ہیں اور اس کے راستے میں خرچ کر کے اس کی رضا حاصل نہیں کرتے۔

(3)﴿وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور وہ ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو ایمان لائے'' کافر دنیا کے لیے بھاگتے ہیں، دنیاداروں کی عزت وتکریم کرتے ہیں اور ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا ہے۔

(4) کافر مالی اعتبار سے مسلمانوں کے مقابلے میں مضبوط تھے اس وجہ سے وہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے۔

(5) اہل ایمان، ایمان کی محبت میں آخرت کے حصول کے لیے کوششیں کرتے ہیں، ان کے سامنے مقصد زندگی واضح ہوتا ہے۔ دنیا سے محبت کرنے والے ان مقاصد کو سمجھ نہیں سکتے، اس لیے وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

(6)﴿وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''حالانکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے بلند ہوں گے'' جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے بچتے رہے وہ قیامت کے دن بلند درجات پر ہوں گے، طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور کفار ان کے نیچے جہنم کی کھائی میں ذلت، رسوائی اور بدبختی میں مبتلا ہوں گے۔

(7)﴿وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ یہ کہہ کر اہل ایمان کی ذہنی تیاری کی گئی ہے تاکہ اہل ایمان آخرت کا مقام سامنے رکھتے ہوئے مذاق اڑانے والوں کی طرف دھیان نہ دیں۔

(8) دنیا تو مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ اس دنیا میں تو مومن اور کافر سبھی کو آزمائش برداشت کرنی پڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اجر پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان اور صبر کی وجہ سے اس کی تکلیف کم کر دیتے ہیں۔

(9)﴿وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ اسی کا اختیار ہے، جسے چاہے دنیا میں دے اور جسے چاہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیاوآخرت دونوں میں دے دے۔دنیا کا سامان تو یہیں رہ جائے گا،کام آنے والا سرمایہ آخرت ہے۔لہٰذا صرف یہ زندگی نہیں،آخرت کی زندگی کا بھی خیال رکھنا ہے۔دنیا کا رزق اس بات کی علامت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ایک حدیث قدسی میں ہے:سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندو!(میری راہ میں)خرچ کرو تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا''اور فرمایا:''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔رات اور دن کے مسلسل خرچ سے بھی اس میں سے کم نہیں ہوتا''اور فرمایا:''تم نے دیکھا نہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے،مسلسل خرچ کئے جارہا ہے لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔''(صحیح بخاری:4684)

(10)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اس کے مال میں سے اس کا اتنا حصہ ہے کہ اس نے کھایا کھا کر ختم کر دیا،پہنا پہن کر پرانا کر دیا،اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیا وہ بچالیا۔''(صحیح مسلم:7420)

(11)ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ!خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے۔اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ!ممسک اور بخیل کے مال کو تلف کر دے۔''(بخاری:1442)

سوال 2:کیا اللہ تعالیٰ کے بے حساب رزق کا تعلق صرف آخرت سے ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے بے حساب رزق کا تعلق آخرت کے علاوہ دنیا سے بھی ہے جیسا کہ مسلمانوں کو فتوحات کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بے حساب رزق دیا حتیٰ کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم!مٹی میں بھی ہاتھ ڈالتا ہوں تو سونا بن جاتی ہے۔

(2)دنیا کا رزق تو وہ مومن اور کافر سب کو دیتا ہے۔سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اہم ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے۔''(جامع ترمذی:2320)

(3)اس کے مقابلے میں علم،ایمان،توکل،اخلاص،محبت الٰہی،اللہ تعالیٰ کا خوف،اس پر امید اور صبر وشکر تو دلوں کا رزق ہے جو اللہ تعالیٰ صرف اسے دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪

''لوگ ایک ہی امت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا

کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کردے جن میں انہوں نے اختلاف کیا

اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ

اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آ چکے

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ

تھے، آپس میں ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، حق میں سے ہدایت دی،

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿

جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے" (213)

سوال 1: توحید قدیم ہے، شرک کا آغاز بعد میں ہوا، اس کی وضاحت ﴿كَانَ النَّاسُ ... فِيْهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ "لوگ ایک ہی امت تھے" شروع میں سب لوگ توحید پر تھے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے توسط سے دی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا نوح علیہ السلام تک دس پشتیں ہیں، ان دس زمانوں کے لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے پابند تھے۔ پھر اختلاف ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء مبعوث فرمائے۔ (ابن جریر) (2) یعنی وہ سب کے سب ایک ہی دین پر تھے اور وہ دین اسلام ہے۔ (فتح القدیر)

(3) اختلاف شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے پیدا ہوا۔ ابلیس کی کوششوں کی وجہ سے شرک عام ہو گیا۔

(4) ﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ﴾ "پھر اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا" اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف انبیاء بھیج کر رحم فرمایا۔

(5) ﴿مُبَشِّرِيْنَ﴾ "خوش خبری دینے والے" انبیاء کی خوش خبریاں اطاعت کرنے والوں کے لیے ہوتی ہیں وہ اطاعت کے انجام کو واضح کرتے ہیں کہ دنیا میں جسم و روح کی قوت، رزق اور پاکیزہ زندگی ملے گی اور آخرت میں سب سے بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔

(6) ﴿وَمُنْذِرِيْنَ﴾ "اور ڈرانے والے" ڈراوے نافرمانی کرنے والوں کے لیے ہوتے تھے۔ ڈراوے نافرمانی کے کاموں سے بچانے کے لیے تھے کہ اگر نافرمانیوں والی زندگی بسر کرو گے تو دنیا میں ذلت و رسوائی پاؤ گے، رزق میں تنگی ہوگی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخرت میں بدترین عذاب کے مستحق بنو گے۔

(7) اللہ تعالیٰ نے اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لئے نبیوں کو خوش خبریاں دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ وہ توحید کو قائم کریں اور شرک ختم کریں۔

(8) ﴿وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ﴾ ''اور ان کے ساتھ کتاب کو نازل کیا'' اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو کتابیں عطا کیں۔

(9) ﴿بِالْحَقِّ﴾ ''حق کے ساتھ'' یعنی کتابوں میں سچی خبریں اور عدل پر مبنی احکامات ہیں۔

(10) ﴿لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾ ''تا کہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دے جن میں انہوں نے اختلاف کیا'' کتاب کے احکامات کے ذریعے انبیاء اصول وفروع کے اختلافات میں فیصلے کرتے رہے۔

سوال 2: لوگوں کے درمیان اختلاف کیوں ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا اخْتَلَفَ ... بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾ ''اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے'' لوگوں کے درمیان اختلاف ہمیشہ حق کا راستہ چھوڑ دینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(2) ﴿بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ ''آپس میں ضد کی وجہ سے'' اختلاف آپس میں زیادتی کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اس اختلاف اور فرقہ بندی کے اصل محرکات کچھ اور ہوتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد بار ایک جامع لفظ ﴿بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ سے تعبیر فرمایا ہے۔ (تیسیر القرآن: 162/1)

(3) بغیاً سے مراد ظلم اور حسد ہے۔ (ایسر التفاسیر: 106) جو کہ اختلاف اور فرقہ بندی کے اصل محرکات ہیں۔

(4) اس آخری ٹکڑے کے اندر اس عظیم ذمہ داری کی طرف اشارہ بھی ہے جو اس امت پر دین حق کی امانت سے متعلق عائد ہوتی ہے کہ اس حق کو پا کر تم بھی اس میں اس طرح کے اختلافات برپا کرنے والے نہ بن جانا جس طرح دوسرے تم سے پہلے بن گئے۔ (تدبر القرآن: 504)

(5) حق کا راستہ چھوڑ دینے کا سبب بغض اور عناد بنتا ہے جو تقلید اور بدعات کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

(6) حق کا راستہ چھوڑ دینے سے اختلافات بڑھتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ امت کے اتحاد کا معاملہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

سوال 3: اختلاف کی صورت میں کیا فرض ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اختلاف اور جھگڑا ہونے کی صورت میں فرض ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹایا جائے۔اگر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں ان اختلاف اور جھگڑا کرنے والوں کا فیصلہ موجود نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے جھگڑوں کو ان کی طرف لوٹانے کا حکم نہ دیتا۔

(2)اختلاف میں سیدھے راستے کی ہدایت کی دعائیں کرنے کی ضرورت ہے جیسے نبی ﷺ دعا کیا کرتے تھے۔ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: نبی ﷺ جب رات کو اٹھتے تو اپنی نماز کے شروع میں کیا پڑھتے؟ انہوں نے فرمایا کہ ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ یعنی ''یا اللہ! پالنے والے جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل کے (جبرائیل اور میکائیل دونوں رحمت کے فرشتے ہیں اور اسرافیل ان کے اور اللہ کے بیچ میں رسول ہیں) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ظاہر اور پوشیدہ کے جاننے والے تو اپنے بندوں میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔سیدھی راہ بتا جس میں لوگ اختلاف کرتے ہیں اپنے حکم سے بیشک تو ہی جسے چاہے سیدھی راہ بتاتا ہے۔'' (مسلم:770)

سوال 4:اللہ تعالیٰ نے اختلافات میں اپنی مشیت سے راہ نمائی کیسے فرمائی،اس کی وضاحت ﴿فَهَدَى اللّٰهُ ... صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے،ہدایت دی'' اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ایمان والوں کی راہ نمائی فرمائی۔

(2)﴿لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا حق میں سے'' جس میں اہل کتاب اختلافات کا شکار ہو کر حق سے دور ہو گئے اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں ان کی راہ نمائی فرمائی۔

(3)﴿بِإِذْنِهٖ﴾ ''اپنے حکم سے'' اپنی رحمت سے ان کے لیے معاملہ آسان کر دیا۔

(4)اللہ تعالیٰ نے اختلافات میں اپنی مشیت سے یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان جن امور میں اختلاف تھا ان میں مسلمانوں کی حق کی طرف راہ نمائی کی مثلاً سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے جھٹلایا اور سیدہ مریم علیہا السلام پر بہتان باندھے۔اس کے برعکس عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ اور سیدہ مریم علیہا السلام کو مادر خدا کا درجہ دے دیا۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حق کی طرف راہ نمائی کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور فرماں بردار بندے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہم دنیا میں تمام امتوں کے بعد ہونے کے باوجود قیامت میں سب سے آگے رہیں گے فرق صرف یہ ہے کہ کتاب انہیں ہم سے پہلے دی گئی تھی۔یہی (جمعہ) ان کا بھی دن تھا جو تم پر فرض ہوا ہے۔لیکن ان کا اس کے بارے میں اختلاف ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتا دیا اس لیے لوگ اس میں ہمارے تابع ہوں گے ،یہود دوسرے دن ہوں گے اور نصاریٰ تیسرے دن۔''(بخاری:876)

(6)﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے''اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر حجت قائم کرنے کے لیے انہیں سیدھے راستے کی طرف دعوت دی ہے تا کہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جسے چاہا ہدایت سے نواز دیا۔

(7)اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو صراط مستقیم کے لیے چن لیتا ہے:(i)جو حق پر چلتے ہیں۔

(ii)جو لوگوں کی خواہشات کے مطابق ادھر ادھر نہیں ہٹتے۔(iii)جو حق پر جمتے ہیں۔

(iv)جو انسانوں کی پسند اور رجحانات کے مطابق کھلونا نہیں بنتے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم دکھاتا ہے۔اُس نے مسلمانوں کو کیسے صراطِ مستقیم دکھائی؟

جواب:(1)یہودیوں اور عیسائیوں نے اختلاف کئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صراط مستقیم دکھائی جیسے مقدس دن کے بارے میں یہودیوں نے ہفتے کو اور عیسائیوں نے اتوار کو اپنے لئے مناسب قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جمعۃ المبارک کا دن اختیار کرنے کی ہدایت دی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہم دنیا میں سب سے پیچھے تھے لیکن جنت میں سب سے پہلے جائیں گے ۔اہل کتاب کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں قرآن سب سے آخر میں دیا گیا۔اہل کتاب مختلف فرقوں میں بٹ گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے سے اختلافات میں ہماری صحیح صحیح راہ نمائی فرمائی۔اہل کتاب میں ہفتے کی چھٹی منانے میں اختلاف ہو گیا کوئی ہفتہ مناتا ہے کوئی اتوار۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحیح دن بتا دیا جو جمعہ ہے۔اہل کتاب اس حیثیت سے بھی ہم سے پیچھے ہیں۔''(مصنف عبدالرزاق)

(2)سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی صراطِ مستقیم کی طرف راہ نمائی کی اور بتایا کہ وہ حنیف یعنی یکسو اور مسلم یعنی فرماں بردار تھے۔

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ

''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ

چکے، ان کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿

جو اس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اٹھے: اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو! یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے" (214)

سوال 1: فتح و نصرت اور جنت آزمائش کے بعد ہی ملتی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ ... قَرِيْبٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ "یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے" اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہاری آزمائش نہیں ہوگی جس طرح تم سے پہلی امتوں کو آزمائش سے گزرنا پڑا اور تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ فتح و نصرت اور جنت آزمائش کے بعد ہی ملتی ہے۔

(2) ﴿وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ "حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے" یعنی آزمائش تو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ پہلے لوگوں کو بھی آزمایا گیا۔ اس سنت جاریہ میں تبدیلی نہیں آسکتی۔

(3) دنیا میں مومن کی آزمائش ضرور ہوتی ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے دین پر چلنے کا دعویٰ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے آزماتا ہے۔ اگر وہ اس راستے میں آنے والے مصائب اور مشکلات کی پرواہ نہیں کرتا تو وہ سچا ہے اور اگر مشکلات اسے راستے سے ہٹا دیتی ہیں تو وہ اپنے ایمان کے دعوے میں جھوٹا ہے۔

(4) ایمان محض دعووں اور تمناؤں کا نام نہیں۔ ایمان کی تصدیق اعمال کرتے ہیں۔ جنت میں داخلے کی تمنا کے لیے آزمائش بھی ہوگی اور ثبات بھی مطلوب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آزمائش اور امتحان سے پہلے جنت کی آرزو ٹھیک نہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں کے حالات کے بارے میں فرمایا: ﴿مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ﴾ "ان کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی" یعنی ان کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں۔ وہ فاقوں میں مبتلا ہوئے، انہیں مختلف بیماریوں نے گھیر لیا۔

(6) ﴿وَزُلْزِلُوْا﴾ "اور وہ بری طرح ہلائے گئے" یعنی قتل و غارت، خانہ جنگیاں، جلاوطنی، مال لوٹ لینے اور دیگر نقصانات کے ذریعے انہیں دہشت میں مبتلا کیا گیا۔ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ ﷺ اس وقت اپنی ایک چادر پر ٹیک لگائے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے؟ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ (ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کافروں کی ایذا دہی سے تنگ آ چکے ہیں۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا، پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے، پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقامِ صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا (لیکن راستوں کے پرامن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہو گا یا صرف بھیڑیے کا خوف ہو گا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔'' (صحیح بخاری:3612)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ان کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ جان لے صبر کرنے والوں کو۔'' (آل عمران:142) ﴿الٓمّٓ (۱) اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (۲) وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ (۳)﴾ ''الم۔ کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ اور یقیناً ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا جو ان سے پہلے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقیناً وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا۔'' (العنکبوت:1-3)

(8) ﴿حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ﴾ ''یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اٹھے'' حالات کی شدت نے انہیں ایسے مقام تک پہنچا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین رکھنے کے باوجود رسول اور ایمان والے پکار اٹھے۔

(9) ﴿مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہو گی'' یعنی وہ اپنے دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے تھے اور اس سختی سے جلد نکلنے کی دعائیں کرتے تھے۔

(10) ﴿اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ ''سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے'' جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (۵) اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ ''پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔'' (الانشراح:5،6) یعنی جس طرح کی مشکل اور سختی ہوتی ہے فتح و نصرت بھی اسی حساب سے نازل ہوتی ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ (المصباح المنیر:455/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) جب اہل ایمان مصائب کو برداشت کر لیتے ہیں، وہ ثابت قدم رہتے ہیں، جب وہ مصیبتوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد اہل ایمان کے لیے یقینی طور پر آتی ہے اس لیے قریب ہے۔

سوال 2: جنت کی قیمت کیا ہے؟

جواب: جنت کی قیمت انسان کا اپنا وجود اور اس کا مال ہے جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔'' (التوبہ:111)

سوال 3: کون سے حالات جنت کی طرف لے جاتے ہیں؟

جواب: (1) جن حالات سے گھبرا کر انسان ان میں جینا نہیں چاہتا وہی حالات جنت کی طرف لے جاتے ہیں۔

(2) زندگی کے نقشے کو بدلنے والے حالات، مشکلات اور مصائب، آزمائشیں اور امتحانات، اللہ تعالیٰ کے لیے یک سو اور خالص کرنے والے حالات ہیں۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی رضا، نبی ﷺ کی اتباع اور دین اسلام کے مطابق چلنا جنت کے راستے کا مسافر بنا دیتا ہے۔

سوال 4: جنت کا راستہ کیسا راستہ ہے؟

جواب: (1) جنت کا راستہ زندگی کے نقشے کو بدلنے کا راستہ ہے۔ جنت کا راستہ اپنی شخصیت کو بدلنے کا راستہ ہے۔ جنت کا راستہ مشکلات کو برداشت کرنے کا راستہ ہے۔

(2) جنت کا راستہ تنگی اور مصیبت میں صبر کرنے کا راستہ ہے۔

(3) جنت کا راستہ آزمائشوں اور امتحان کے بعد اللہ تعالیٰ کے لیے یک سو اور خالص ہو جانے کا راستہ ہے۔

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو وہ والدین اور رشتے داروں

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾

اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور جو بھلائی تم کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' (215)

سوال 1: نفلی صدقات کن لوگوں کو دیئے جائیں، اس کی وضاحت ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟'' سیدنا عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ بہت مال دار تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا: ہم کیا خرچ کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں خرچ کرنے کی جگہیں بتادی گئیں۔

(2) یہ آیت نفلی خیرات کے بارے میں نازل ہوئی۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''والدہ پر، والد پر، بہن پر، بھائی پر پھر درجہ بدرجہ قریبی عزیزوں پر خرچ کرے۔'' (صحیح ابن حبان: 6562)

(3)﴿قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ﴾ ''آپ کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو وہ والدین کے لیے ہے'' (i) آپ تھوڑا خرچ کرو یا زیادہ سب سے پہلے مستحق والدین ہیں جن کی نافرمانی حرام ہے اور جن کے ساتھ نیکی کرنا فرض ہے۔ (ii) والدین کی سب سے بڑی فرماں برداری ان پر مال خرچ کرنا اور سب سے بڑی نافرمانی ان پر مال خرچ نہ کرنا ہے۔ وسعت رکھنے والے بیٹے کے لیے والدین پر خرچ کرنا فرض ہے۔

(4)﴿وَالْاَقْرَبِيْنَ﴾ ''اور رشتہ داروں (کے لیے)'' والدین کے بعد رشتہ داروں پر، ہر رشتے کی حیثیت کے مطابق خرچ کیا جائے۔ اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے ﴿اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ﴾ جو زیادہ قریبی ہے وہ زیادہ مستحق ہے۔ جو بھی زیادہ قریبی اور ضرورت مند ہے اسے دیا جائے یہی صدقہ اور صلہ رحمی ہے۔ (تفسیر سعدی: 260,259/1) قریبی رشتہ داروں کا خیال رکھنے سے خاندان کے اندر امن اور محبت میں اضافہ ہوگا اور خاندان کے افراد کے درمیان رابطے مضبوط ہوں گے۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک اشرفی تم نے اللہ کی راہ میں دی اور ایک اپنے غلام پر خرچ کی (یا کسی غلام کے آزاد ہونے میں دی) اور ایک مسکین کو دی اور ایک اپنے گھر والوں پر خرچ کی تو ثواب کی رُو سے بڑی وہی اشرفی ہے جو اپنے گھر والوں پر خرچ کی۔'' (مسلم: 995)

(6)﴿وَالْيَتٰمٰى﴾ ''اور یتیموں (کے لیے)'' یتیموں سے مراد چھوٹے بچے ہیں چونکہ ان کا کوئی کمانے والا نہیں ہوتا اور وہ خود اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کے حق میں وصیت کی ہے۔

(7) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے'' اور آپ نے شہادت اور درمیانی انگلیوں کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔ (بخاری: 6005)

(8)﴿وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ ''اور مساکین (کے لیے)'' مساکین سے مراد ضرورت مند لوگ ہیں۔ ان پر ان کو ضرورت سے بے نیاز کرنے کے لیے خرچ کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ ''اور مسافروں کے لیے'' ابن سبیل سے مراد اجنبی مسافر ہے جو سفر خرچ کے ختم ہو جانے کی وجہ سے مشکلات میں گھر گیا ہو۔ ان پر خرچ کر کے ان کے ساتھ تعاون کرنے کا حکم ہے۔

(10) کمزوروں اور محروموں کی مدد کرنے سے انسان کو خود فائدہ ہوتا ہے۔ انسان کے اندر جذبہ رحمت ابھرتا ہے اور اشتراک کے جذبے کی تسکین ہوتی ہے۔

(11) یتیم چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی ان کی مدد کرنے سے انسان کے اندر جذبہ رحمت ابھرتا ہے۔

(12) مساکین کے پاس اخراجات کے لیے کچھ نہیں ہوتا، اپنی شرافت اور سفید پوشی کی وجہ سے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ ان پر خرچ کرنے سے انسان کے جذبۂ اشتراک اور جذبہ رحم کو تسکین ملتی ہے۔

(13) مسافروں کے لیے گھر سے دور بہت ساری رکاوٹیں ہوتی ہیں ان پر خرچ کرنے سے انسان کے جذبۂ رحمت اور اشتراک کے جذبے کو تسکین ملتی ہے۔

(14)﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ﴾ ''اور جو بھلائی تم کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے خاص مدات کا ذکر کرنے کے بعد حکم کو عام کر دیا ہے کہ جو بھی تم دوسرے لوگوں پر خرچ کرتے ہو سب خیر ہیں۔

(15)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ انفاق سے بھی باخبر ہے، اس کے مقصد سے بھی باخبر ہے، اس کے پیچھے نیت کو بھی جانتا ہے۔ اس لیے یہ انفاق ہرگز ضائع نہیں ہوگا۔ تمہیں اس خرچ کا بدلہ دے گا۔ جتنی کسی کی نیت خالص ہوگی اتنا ہی اجر میں اضافہ ہوگا۔

(16) اللہ تعالیٰ نے بھلائی کے لیے خرچ کرنے پر اپنی صفت ''علیم'' کا شعور دلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم کی وجہ سے انسان کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور اجر کا یقین آتا ہے جس کی وجہ سے خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ رب العزت نے واضح فرمایا کہ وہ تمہاری ہر نیکی کا علم رکھتا ہے، قیامت کے دن تمہیں اس کا پورا پورا اجر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔

سوال 2: صدقہ کب شروع ہوتا ہے؟

جواب: (1) صدقہ تب شروع ہوتا ہے جب انسان اپنی ضروریات پوری کر لے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنی ذات سے ابتدا کر اور اس پر خرچ کر۔ اگر اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے رشتے داروں کے لیے اور اگر تیرے رشتے داروں سے بھی کچھ بچ جائے تو اس اس طرح'' اور اپنے ہاتھوں سے آپ ﷺ اپنے دائیں اور بائیں اشارہ کرتے تھے۔ (صحیح مسلم:2313)

(2) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن آدم! اپنی ضروریات سے زائد مال خرچ کر دینا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیرے لیے بہتر ہے۔اگر تو اس کو روک لے گا تو تیرے لیے برا ہوگا اور بقدر کفایت تو ملامت نہیں کیا جائے گا اور دینے کی ابتدا اپنے اہل وعیال سے کر اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' (صحیح مسلم:2388)

سوال3: کیا خرچ کا یہ حکم زکوٰۃ سے متعلق ہے؟

جواب: یہ حکم زکوٰۃ سے متعلق نہیں کیونکہ اس میں ماں باپ کا تذکرہ ہے جن پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنی جائز نہیں۔

سوال4: خرچ کرنے کی ان مدات اور آج کے دور میں مسلمانوں کے خرچ میں کیا فرق ہے، وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا میمون بن مہران رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ خرچ کرنے کی ان جگہوں میں نہ طبلہ سارنگی کا ذکر ہے اور نہ چوبی تصویروں اور دیواروں پر لٹکائے جانے والے آرائشی پردوں کا'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان چیزوں پر مال خرچ کرنا اسراف ہے اور ناپسندیدہ ہے۔آج کے دور میں یہ ناپسندیدہ اخراجات ہماری زندگی کا حصہ بن گئے ہیں حتیٰ کہ ان سے کوئی نفرت بھی محسوس نہیں کرتا۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ

''تم پر قتال فرض کر دیا گیا حالانکہ وہ تمہارے لیے ناپسندیدہ ہے اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے

لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بدتر ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (216)

سوال1: جہاد فرض ہے، اس کی وضاحت ﴿كُتِبَ ... لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ﴾ ''تم پر قتال فرض کر دیا گیا'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر قتال کو فرض کیا ہے۔ پہلے مسلمان کمزور تھے پھر وہ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تو انہیں قتال کا حکم دیا گیا۔

(2) ﴿وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ ''حالانکہ وہ تمہارے لیے ناپسندیدہ ہے'' خوف اور ہلاکت کے خطرے کی وجہ سے نفس جہاد کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ قتال خالص نیکی ہے جس کا بڑا اجر وثواب ہے اور دشمن پر فتح کی صورت میں مال غنیمت بھی ملتا ہے۔

(3) انسان اپنی جان اور اپنے مال پر اپنا حق سمجھتا ہے اور اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ اسے دوسروں پر بھی خرچ کرو۔ یہ دونوں کام بالکل مختلف ہیں اس لیے انسان کو ناگوار لگتا ہے۔

(4) ﴿وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو" اللہ تعالیٰ نے جہاد کی مثال دے کر مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ اگرچہ تمہارے لیے دشوار ہو مگر اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرو کیونکہ ہر کام کے انجام اور نتیجے کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، ہوسکتا ہے اس میں تمہارے لیے بہتری ہو جیسے جہاد کے نتیجے میں عزت، مال اور فتح نصیب ہوسکتی ہے۔

(5)﴿وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ﴾ "اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بدتر ہو" یعنی گھر بیٹھنا تمہیں پسند ہے تو اس کے نتیجے میں دشمن غالب آسکتا ہے، ذلت کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ اس کا انجام دنیا میں شکست، کفار کا تسلط اور آخرت میں جہنم کا عذاب ہے۔

(6)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے" اس سے انسان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ معاملات کی اصل حقیقت تک تمہارا علم نہیں پہنچ سکتا جب کہ رب سب کچھ جاننے والا ہے لہٰذا اس کے حکم پر لبیک کہو، اس میں تمہاری بھلائی ہے۔

(7) یہ سمجھایا گیا ہے کہ علم والے پر اعتماد کرنا چاہئے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کے ساتھ چلو خواہ تمہیں اچھا لگے یا برا لگے۔ (تفسیر سعدی:261/1)

سوال 2: قتال فی سبیل اللہ کی فضیلت بیان کریں؟

جواب:(1) سیدنا ابوہریرہ، سیدنا سہل بن سعد، سیدہ انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام کو نکلنا ساری دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے۔" (بخاری:392/1)

(2) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور میری خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔" (بخاری)

(3) سیدنا عبدالرحمن بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس کسی بندے کے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اسے دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی۔" (بخاری)

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں کبھی جہاد کا خیال آیا تو وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا۔" (صحیح مسلم:4931)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ اس کی راہ میں کون زخمی ہوتا ہے تو وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا۔ رنگ تو خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔" (بخاری:313/2)

سوال 3: قتال فی سبیل اللہ کیوں واجب ہے؟

جواب: دنیا میں رہنے کے دو طریقے ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا طریقہ جو وحی کے ذریعے سے انسانوں کے علم میں آیا اور دوسرے وہ تمام طریقے جو رب نے نہیں بتائے، یہ انسانوں کے خود ساختہ طریقے ہیں۔ دو علیحدہ علیحدہ طریقہ ہائے زندگی کو اختیار کرنے والوں کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ اختلاف نفرت اور دشمنی میں بدل جاتا ہے، پھر انسان انسانوں کے طریقوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ عام طور پر اللہ والوں کا طرز عمل اللہ تعالیٰ کے مخالفوں کو پسند نہیں آتا۔ جب کبھی خدا مخالف قوتیں دلیل کے میدان میں ہار جاتی ہیں تو تشدد کا بازار گرم کر دیا جاتا ہے اور اللہ والوں کے لیے سچے اور فطری طریقہ زندگی پر عمل کرنا ناممکن بنا دیا جاتا ہے۔ ایسے میں اپنے نظریے پر قائم رہنے اور انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے قتال فی سبیل اللہ واجب ہو جاتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لیے بھی بھلائی ہے اور پوری انسانیت کے لیے بھی بھلائی ہے۔ یہ فرض سچائی کے لیے ہے، بھلائی کے لیے ہے، اصلاح کے لیے ہے۔

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ

"وہ آپ سے حرمت والے مہینے میں قتال کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں اس میں قتال کرنا کبیرہ گناہ ہے

وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۫ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ

اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا (گناہ) ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے۔ اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے حتیٰ

عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ

کہ اگر وہ استطاعت پائیں تو تمہیں تمہارے دین ہی سے پھیر دیں، اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے پھر وہ مر جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

اس حال میں کہ وہ کافر ہو تو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ آگ والے ہیں

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿

وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں" (217)

سوال 1: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ﴾ یہ آیت کس موقع پر نازل ہوئی؟

جواب: (1) ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ﴾ "وہ آپ سے حرمت والے مہینے میں قتال کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں" متعدد روایات میں آیا ہے کہ یہ آیات سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ نبی ﷺ نے آٹھ آدمیوں کا ایک قافلہ بطن نخلہ کی طرف بھیجا تھا (جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام تھا)۔ ان کو ہدایت فرمائی تھی کہ قریش کی نقل و حرکت اور ان کے آئندہ ارادوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں، جنگ کی اجازت آپ ﷺ نے نہیں دی تھی لیکن ان لوگوں کو راستے میں ایک چھوٹا سا تجارتی قافلہ ملا، اس پر انہوں نے حملہ کیا، ایک آدمی کو قتل کر دیا اور باقی لوگوں کو ان کے مال سمیت مدینہ گرفتار کر کے لے آئے۔ یہ کاروائی ایسے وقت ہوئی جب کہ حرام مہینے کا آغاز ہو گیا تھا یعنی رجب کا پہلا دن تھا اور دستے کا خیال یہ تھا کہ جمادی الاخریٰ کا آخری دن ہے۔

(2) عرب حرام مہینوں کا احترام کرتے تھے اور اسلام نے بھی ان کا احترام برقرار رکھا تھا۔ جب یہ دستہ قافلے اور قیدیوں کو لے کر مدینہ پہنچا، نبی ﷺ کے سامنے مال غنیمت پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہیں حرام مہینوں میں لڑنے کا حکم کب دیا تھا؟ قیدی کھڑے کر دیئے گئے اور آپ ﷺ نے لینے سے انکار کر دیا۔ یہ لوگ گھبرا گئے، مسلمان بھائیوں نے انہیں برا بھلا کہا۔ قریش مکہ نے کہا: محمد ﷺ کے ساتھیوں نے حرام مہینوں کی حرمت کو ختم کر دیا ہے۔ یہودیوں نے گمراہ کن پروپیگنڈا کیا، اس میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو ایسے پیش کیا گیا جو عربوں کے تمام مقدسات کا انکار کرتے ہیں اور صدیوں کی روایات کو پامال کر رہے ہیں۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں، معاملے کا سچائی کے ساتھ فیصلہ ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں اور مال غنیمت کو قبول کر لیا۔ (ابن کثیر: 298/1)

سوال 2: حرام مہینوں میں لڑنا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں رب العزت نے جو فرد جرم عائد کی، اس سے کیا ثابت کرنا مقصود ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... مِنَ الْقَتْلِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں اس میں قتال کرنا کبیرہ گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا (گناہ) ہے'' اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا، مسجد حرام کی حرمت کو توڑا، اس میں مسلمانوں کو اذیت دی اور پورے تیرہ سال اذیتیں دے کر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکتے رہے اور پھر مسجد حرام کے باشندوں کو ان کے گھروں سے نکالا۔ انہوں نے حرم کے تقدس کا کوئی خیال نہ رکھا اور اس کے احترام کے کسی اصول پر عمل نہ کیا۔ مسلمان تو ان لوگوں سے برسر پیکار ہیں جو حرم مقدس کا بھی خیال نہیں کرتے، انہوں نے حرم اور حرام مہینوں کو ایک پردہ بنالیا ہے، یہ حقیقی احترام نہیں ہے۔

(2) وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر چلنے والے اور اس کی طرف بلانے والے تھے یعنی نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو مشرکوں سے زیادہ مسجد حرام پر حق رکھتے ہیں انہیں وہاں سے نکالنا اور اس گھر تک نہ پہنچنے دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بڑا جرم ہے۔ ان تمام برائیوں میں سے ہر ایک برائی کی قباحت حرام مہینوں میں قتل کی قباحت سے بڑھ کر ہے۔ تب ان کا کیا حال ہے جن کے اندر یہ تمام ہی برائیاں جمع ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ یہ فاسق وفاجر لوگ ہیں اور اہل ایمان کو عار دلانے میں زیادتی سے کام لے رہے ہیں۔ (تفسیر سعدی:262/1)

(3)﴿وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ ''اور فتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا، شرک کرنا، غیر اللہ کی عبادت کرنا، ایمان والوں کو کعبہ میں نہ جانے دینا اور ان کو گھروں سے بے گھر کرنا ایسا فتنہ ہے جو قتل سے زیادہ بڑا ہے۔

سوال 3:﴿وَلَا يَزَالُوْنَ ... خٰلِدُوْنَ﴾ آیت کے اس حصے میں مسلمانوں کو کیسے خبردار کیا گیا ہے؟

جواب:(1) یہاں مسلمانوں کو کافروں کے حقیقی مقصد سے خبردار کیا گیا ہے اور دین سے پھرنے کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

(2)﴿وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ﴾ ''اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے'' وہ ہمیشہ جنگ کی آگ بھڑکائے رکھیں گے۔ اسلام کے دشمن مسلمانوں کے خلاف کئی طرح کی جنگ کرتے رہے ہیں، کئی قسم کے ہتھیار استعمال کرتے رہیں گے لیکن ان کا مقصد ایک ہی ہے کہ کسی طرح انہیں ان کے دین سے پھیر دیں۔ مسلمانوں کو خبردی جارہی ہے کہ ان سازشوں میں ثابت قدم رہیں۔

(3)﴿حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا﴾ ''حتیٰ کہ اگر وہ استطاعت پائیں تو تمہیں تمہارے دین ہی سے پھیر دیں'' ان کا اصل مقصد ایمان والوں کو قتل کرنا اور مال لوٹنا نہیں بلکہ انہیں کفر کی طرف لوٹانا ہے۔ اس وجہ سے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین سے پھیرنے کے لیے پوری قوت استعمال کر رہے ہیں۔

(4) تمام کفار کا عام طور پر یہی رویہ ہے۔ وہ دوسرے لوگوں سے ہمیشہ برسرپیکار رہیں گے جب تک کہ ان کو اپنے دین سے پھیر نہ دیں۔ خاص طور پر یہود و نصاریٰ نے اس مقصد کے لیے جماعتیں تشکیل دیں، اپنے داعی بھیجے، طبیب پھیلائے اور مدارس قائم کیے تاکہ دوسری قوموں کو اپنے مذہب میں جذب کر لیں۔ ان کے اذہان میں ہر وہ شبہ ڈال دیں جو ان کے دین میں شک پیدا کرے مگر امید ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نے اہل ایمان کو اسلام جیسی نعمت عطا کر کے احسان فرمایا اور اپنے اس دین قیم کو ان کے لیے چن لیا اور اپنے دین کو ان کے لیے مکمل کیا ان پر اپنی نعمت کو قائم کرے گا، پوری طرح اس کا اتمام کرے گا اور ہر اس طاقت کو پسپا کر دے گا جو اس کے دین کی روشنی کو بجھانے کی کوشش کرے گی۔ وہ ان کی چالوں کو ان کے سینوں ہی میں کچل کر رکھ دے گا اور وہ اپنے دین کی مدد اور اپنے کلمہ کو ضرور بلند کرے گا اور سورۃ الانفال کی یہ آیت کریمہ جس طرح پہلے کفار پر صادق آتی تھی اسی طرح یہ موجودہ کفار پر بھی پوری طرح صادق آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ﴾ ''بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں۔ چنانچہ ابھی وہ اور خرچ کریں گے، پھر وہ ان پر حسرت بن جائے گا، پھر وہ مغلوب ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کو جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔'' (الانفال:36) (تفسیر سعدی:263/1)

(5) ﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے پھر وہ مر جائے اس حال میں کہ وہ کافر ہو تو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے'' مرتد ہونے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کے دنیوی اور اخروی سب اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ مرتد ہونے کے بعد اگر کوئی توبہ نہ کرے تو اس کی سزا قتل ہے۔

(6) مرتد کے اعمال دنیا میں اس طرح ضائع ہو جاتے ہیں کہ اسلام کی حالت میں اس کے جو حقوق ہوتے ہیں وہ اسے نہیں دیے جاتے مثلاً (i) اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ (ii) مسلمانوں کی میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا۔

(iii) مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا۔ (iv) مرد ہو تو قتل کر دیا جائے گا، عورت ہو تو ساری زندگی قید میں رکھی جائے گی۔ ان کے اعمال کی قبولیت کی شرط یعنی اسلام کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ﴾ ''جو اپنے دین کو بدل ڈالے تو اسے قتل کر دیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(صحیح بخاری:6923,6922) مرتد کے اعمال آخرت میں اس طرح ضائع ہو جائیں گے کہ (i) مسلمان ہوتے ہوئے جو نمازیں پڑھیں ان کا اجر نہیں ملے گا۔ (ii) مسلمان ہوتے ہوئے جو روزے رکھے ان کا اجر نہیں ملے گا۔

(iii) مسلمان ہوتے ہوئے جو زکوٰۃ دی اس کا اجر نہیں ملے گا۔

(iv) مسلمان ہوتے ہوئے جو حج کیا اس کا اجر نہیں ملے گا۔ (v) مسلمان ہوتے ہوئے جو نیک اعمال کیے وہ ضائع ہو جائیں گے۔ (vi) سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ مرتد کو آخرت میں ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(8) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے لیے بھی ظلم نہ کرے گا، اس کا بدلہ دنیا میں دے گا اور آخرت میں بھی دے گا اور کافر کو اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب آخرت ہوگی تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ رہے گی جس کا وہ بدلہ دیا جائے۔'' (مسلم:2808)

(9) ﴿وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' مرتد ہونے والا آگ میں جائے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

(10) جو مرتد ہونے کے بعد دین اسلام کی طرف لوٹ آئے تو اس کے پچھلے اعمال اس کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (218)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن اسحاق نے لکھا ہے نزول قرآن کے بعد جب عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی یہ مشکل دور ہو گئی تو انہیں اجر و ثواب کی بھی امید ہو گئی اور انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم یہ امید رکھیں کہ ہمارا یہ عمل جہاد ہے اور ہمیں مہاجرین کا اجر و ثواب ملے گا؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت کے عظیم ترین امیدوار قرار دیا۔ (السیرۃ النبویہ:2/601-605)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: کون لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ ... رَّحِیْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جو لوگ ایمان، ہجرت اور جہاد جیسے اعمال کو سختیوں کے باوجود بجالاتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار بن سکتے ہیں۔

(2) اس آیت میں تین اعمال ہیں جو عبودیت کا مرکز ومحور ہیں۔ ان ہی اعمال سے انسان کی سعادت یا شقاوت کی پہچان ہوتی ہے۔

(3) اس آیت سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنے کے لیے تین کاموں کا ذکر ملتا ہے: ایمان، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ، جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اعمال سے ہی امید باندھی جاسکتی ہے لیکن اعمال پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہر انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔

(4) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے'' یعنی جنہوں نے سب سے بڑی بھلائی ایمان کو پالیا جس کی بنیاد پر اعمال قبول کیے جاتے ہیں اور اس کے بغیر فرض ہو یا نفل کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔

(5) ﴿وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا﴾ ''اور جنہوں نے ہجرت کی'' یعنی جنہیں ہجرت جیسا عمل نصیب ہوا کہ انہوں نے اپنے رب کی خاطر اپنے وطن سے جدائی گوارا کی جن کو اللہ تعالیٰ کے قرب کی خاطر اپنا وطن، اپنا مال، اہل وعیال اور دوست چھوڑنے نصیب ہوئے۔

(6) ﴿وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا'' یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اعمال صالحہ میں سب سے بڑا عمل انجام دینا نصیب ہوا۔

(7) ﴿اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ﴾ ''وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں'' (i) آیت میں اشارہ ہے کہ مومن خواہ کتنے ہی بڑے بڑے اعمال کرلے تب بھی اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ان اعمال پر بھروسہ کرے بلکہ وہ اپنے رب کی رحمت کی امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال قبول فرمائیں گے، اس کے گناہ بخش دیں گے اور اس کے عیوب کی پردہ پوشی کریں گے۔ (ii) یہ آیت دلیل ہے کہ سعادت کے اسباب کو عمل میں لاکر ہی رحمت کی امید کی جاسکتی ہے۔ وہ امید جس سے پہلے اسباب کو عمل میں نہ لایا گیا ہو تو وہ فریب ہے، ایسی امید کم عقلی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بیج بوئے بغیر ہی فصل کی امید رکھتا ہو۔ (iii) جو ان تینوں اعمال کو مشقتوں کے باوجود بجالاتا ہے وہ دیگر اعمال صالحہ کی تکمیل پر قادر ہے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حق دار ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ایسا سبب پیش کیا ہے جو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی رحمت کا موجب ہے۔

(8) ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو اپنی وسیع مغفرت اور بے پایاں رحمت کا شعور اس لئے دلایا ہے تا کہ وہ ہجرت اور جہاد جیسے اعمال کریں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار بن جائیں۔

سوال 3: مجاہد کون ہے؟

جواب: (1) مجاہد وہ شخص ہے جو ہر وقت اپنے مقصد کی دھن میں لگا ہوا ہو، دماغ سے اس کے لیے تدبیریں سوچے، زبان و قلم سے اس کی تبلیغ کرے، ہاتھ پاؤں سے اس کے لیے دوڑ دھوپ کرے، اپنے تمام وسائل اس مقصد کو فروغ دینے میں صرف کرے اور اس مزاحمت کا پوری قوت سے مقابلہ کرے جو اس راستے میں پیش آئے حتیٰ کہ جان کی بازی لگانی پڑے تو بھی دریغ نہ کرے۔ اسی کا نام جہاد ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو، اس کے دین کو قائم کرنے کے لیے ہو تو جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ (تفہیم القرآن)

(2) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری فرماتے ہیں کہ ایک گنوار (لاحق بن ضمیرہ باہلی) آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ کوئی شخص لوٹ حاصل کرنے کے لیے لڑتا ہے، کوئی ناموری کے لیے، کوئی اپنی بہادری جتانے کے لیے، اور کوئی حمیت (قومی یا قبائلی) کے لیے لڑتا ہے تو ان میں سے کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا (کیونکہ آپ ﷺ بیٹھے تھے اور وہ کھڑے کھڑے سوال کر رہا تھا) اور فرمایا: ''جو کوئی اس نیت سے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہی لڑتا ہے۔'' (بخاری، کتاب الجہاد)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ

''وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ

وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ۭ

فائدے بھی ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیں کہ جو

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾

ضرورت سے زائد ہو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم غور و فکر کرو'' (219)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: شراب اور جوئے کے بارے میں ﴿يَسْئَلُوْنَكَ ... نَّفْعِهِمَا﴾ کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَسْئَلُوْنَكَ﴾ ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں'' یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

(2) ﴿عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ ''شراب اور جوئے کے بارے میں'' شراب اور جوئے کے بارے میں سوال اس لیے کرتے تھے کہ زمانہ جاہلیت اور اسلام کے آغاز میں شراب استعمال کرتے تھے۔ انہوں نے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو حرام کرنے سے پہلے ان کے اندر پائے جانے والے نقصانات، ان کے فوائد اور گناہ کو واضح کر دیا اور ان کے اثرات سے آگاہ کر دیا۔ جوئے کا مال حرام کی نذر ہو جاتا ہے۔ جواری بے یار و مددگار رہ جاتا ہے۔

(3) ﴿اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ﴾ عقل کو ڈھانپ لینے والی ہر چیز خمر ہے۔ اس سے مراد ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔

(4) ﴿وَالْمَيْسِرِ﴾ وہ ہے جس میں مال آسانی سے ہاتھ آئے، اس سے مراد جوا ہے۔

(5) ﴿قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے'' ہر نقصان پہنچانے والی چیز فاسد ہے جس سے نفس، عقل، بدن، مال یا عزت کو نقصان پہنچے۔ (ایسر التفاسیر: 111)

(6) شراب کے دینی نقصانات: شراب پینا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔ شراب پینے کی صورت میں انسان عبادت نہیں کر سکتا۔ شراب پینا آخرت کے نقصان کا باعث بنتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ ''بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟'' (المائدہ: 91) شراب پینے سے وقتی طور پر انسان اپنے آپ سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ (7) معاشرتی نقصانات: دشمنی، نفرت، بغض جیسی برائیاں پروان چڑھتی ہیں۔

(8) شراب سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ ایک جرمن ڈاکٹر نے بیان کیا ہے کہ ''جو شخص شراب کا عادی ہو چالیس سال کی عمر میں اس کے بدن کی ساخت ایسی ہو جاتی ہے جیسے ساٹھ سالہ بوڑھی کی۔ وہ جسمانی اور قوت کے اعتبار سے سٹھیائے ہوئے بوڑھوں کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ شراب جگر اور گردوں کو خراب کر دیتی ہے۔ سل کی بیماری شراب کا خاص اثر ہے یورپ کے شہروں میں سل کی کثرت کا بڑا سبب شراب ہی کو بتلایا جاتا ہے۔ وہاں کے بعض ڈاکٹروں کا قول ہے کہ یورپ میں آدھی اموات مرض سل میں ہوتی ہیں اور آدھی دوسرے امراض میں اور اس بیماری کی کثرت یورپ میں اسی وقت سے ہوئی جب سے وہاں شراب کی کثرت ہوئی۔ اطباء اور ڈاکٹروں کا اتفاق ہے کہ شراب نہ جزو بدن بنتی ہے اور نہ اس سے خون بنتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کی وجہ سے بدن میں طاقت آتی بلکہ اس کا فعل صرف یہ ہوتا ہے کہ خون میں ہیجان پیدا کر دیتی ہے جس سے وقتی طور پر قوت کی زیادتی محسوس ہونے لگتی ہے اور یہی خون کا دفعتاً ہیجان بعض اوقات اچانک موت کا سبب بھی بن جاتا ہے جس کو ڈاکٹر ہارٹ فیل ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔شراب سے شرائین یعنی وہ رگیں جن کے ذریعے سارے بدن میں روح پہنچتی ہے سخت ہو جاتی ہے جس سے بڑھاپا جلدی آجاتا ہے۔شراب کا اثر انسان کے حلقوم اور تنفس پر بھی خراب ہوتا ہے جس کی وجہ سے آواز بھاری ہو جاتی ہے اور کھانسی دائمی ہو جاتی ہے اور وہی آخر کار سل تک نوبت پہنچا دیتی ہے۔شراب کا اثر نسل پر بھی پڑتا ہے شرابی کی اولاد کمزور رہتی ہے اور بعض اوقات اس کا نتیجہ قطع نسل تک پہنچتا ہے۔(معارف القرآن:1/527,528)

(9) جرمنی کے ایک ڈاکٹر کا مقولہ ضرب المثل کی طرح مشہور ہے کہ اس نے کہا کہ اگر آدھے شراب خانے بند کر دیئے جائیں تو میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ آدھے شفاخانے اور آدھے جیل خانے بے ضرورت ہو کر بند ہو جائیں گے۔(تفسیر منار:2/226)

(10) مالی نقصانات: کسی بستی میں اگر ایک شراب خانہ کھل جاتا ہے تو وہ پوری بستی کی دولت کو سمیٹ لیتا ہے۔اس کی قسمیں بے شمار ہیں اور بعض اقسام تو بے حد گراں ہیں بعض اعداد و شمار لکھنے والوں نے صرف ایک شہر میں شراب کا مجموعی خرچہ پوری مملکت فرانس کے مجموعی خرچ کے برابر بتلایا ہے۔(تفسیر مراغی:1/304,305)

(11) شراب کا ایک مفسدہ یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو ایک کھلونا بنا دیتی ہے جس کو دیکھ کر بچے بھی ہنستے ہیں کیونکہ اس کا کلام اور اس کی حرکات سب غیر متوازن ہو جاتی ہیں۔شراب کا ایک عظیم تر مفسدہ یہ ہے کہ وہ ام الخبائث ہے انسان کو تمام برے سے برے جرائم پر آمادہ کر دیتی ہے، زنا اور قتل اکثر اس کے نتائج ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عام شراب خانے زنا اور قتل کے اڈے ہوتے ہیں۔(تفسیر مراغی:1/304,305)

(12) (i) جوا انسان کی تباہی اور بربادی کا باعث بنتا ہے۔

(ii) جوئے کی وجہ سے شیطان انسان کے دل و دماغ پر چھایا رہتا ہے۔

(iii) جوئے سے ہاتھ آنے والے مال کی وجہ سے انسان بہت سی برائیوں میں غرق ہو جاتا ہے۔

(iv) جوئے کا مال حرام کی نذر ہو جاتا ہے۔(v) جواری بے یار و مددگار رہ جاتا ہے۔

(13) ﴿وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ ''اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں'' شراب اور جوئے کے فوائد: (i) شراب سے بدن میں چستی آجاتی ہے۔(ii) بعض ذہنوں میں تیزی آجاتی ہے۔ (iii) جنسی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(iv) اس کی خرید و فروخت میں کافی نفع ہوتا ہے۔(v) جوئے سے جیتنے کی صورت میں انسان کو کچھ مال مل جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(14)﴿وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ ''اوران دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے'' یہ بات اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کہی گئی ہے کہ ان دونوں کے نقصانات بڑے ہیں۔

(15) شراب اور جوئے میں بڑا گناہ دین کے اعتبار سے ہے کیونکہ دونوں ہی انسان کے اخلاق اور کردار کو تباہ کر دیتے ہیں۔

(16) شراب اور جوئے سے انسان کی عقل اور اس کے دین کو جو نقصان پہنچتا ہے اس اعتبار سے اس کا گناہ اس کے نفع سے بڑا ہے۔ علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الجواہر میں اس سلسلے کی چند اہم معلومات لکھی ہیں ان میں سے بعض یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ ایک فرانسیسی محقق ہنری اپنی کتاب ''خواطر وسوانح فی الاسلام'' میں لکھتے ہیں: ''بہت زیادہ مہلک ہتھیار جس سے اہل مشرق کی بیخ کنی کی گئی اور وہ دودھاری تلوار جس سے مسلمانوں کو قتل کیا گیا ہے یہ شراب تھی۔ ہم نے الجزائر کے لوگوں کے خلاف ہتھیار آزمایا لیکن اس کی اسلامی شریعت ہمارے راستہ میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہوگئی اور وہ ہمارے اس ہتھیار سے متاثر نہیں ہوئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی نسل بڑھتی ہی چلی گئی۔ یہ لوگ اگر ہمارے اس تحفہ کو قبول کر لیتے جس طرح ان کے ایک منافق قبیلے نے اس کو قبول کر لیا ہے تو یہ بھی ہمارے سامنے ذلیل وخوار ہو جاتے۔ آج جن لوگوں کے گھروں میں ہماری شراب کے دور چل رہے ہیں وہ ہمارے سامنے اتنے حقیر وذلیل ہو گئے ہیں کہ سر نہیں اٹھا سکتے۔'' ایک انگریز قانون دان بنتام لکھتے ہیں کہ: ''اسلامی شریعت کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں شراب حرام ہے ہم نے دیکھا کہ جب افریقہ کے لوگوں نے اسے استعمال کرنا شروع کیا تو ان کی نسلوں میں پاگل پن سرایت کرنے لگا اور یورپ کے جن لوگوں کو اس کا چسکہ لگ گیا ان کی بھی عقلوں میں تغیر آنے لگا لہٰذا افریقہ کے لوگوں کے لئے بھی اس کی ممانعت ہونی چاہئے اور یورپین لوگوں کو بھی اس پر شدید سزائیں دینی چاہئیں۔'' غرض (جس) بھلے مانس نے بھی ٹھنڈے دل سے غور کیا وہ بے اختیار پکار اٹھا کہ یہ رجس ہے، شیطانی عمل ہے، زہر ہے، تباہی اور بربادی کا ذریعہ ہے۔ اس ام الخبائث سے باز آجاؤ۔﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ (معارف القرآن: 530,529)

(17) اسلامی معاشیات کا اہم اصول یہ ہے کہ ہر ایسے معاملے کو حرام قرار دیا جس کے ذریعہ دولت پوری ملت سے سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے حوالے ہو سکے۔ قرآن کریم نے اس کا علاج تقسیم دولت کا اصول بیان کرتے ہوئے اس طرح فرما دیا ہے۔﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ﴾ یعنی مال فے کی تقسیم مختلف طبقوں میں کرنے کا جو اصول قرآن نے مقرر کیا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ دولت سمٹ کر صرف سرمایہ داروں میں جمع نہ ہو جائے۔ (معارف القرآن: 535/1)

(18) صحیح مسلم میں بروایت بریدہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نرد شیر (چوسر) کھیلتا ہے وہ گویا خنزیر کے گوشت اور خون میں اپنے ہاتھ سے رنگتا ہے'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شطرنج میسر یعنی جوئے میں داخل ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شطرنج تو نرد شر سے بھی زیادہ بری ہے۔ (ابن کثیر)

(19) اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر بری چیز میں بھی کچھ فوائد ہوتے ہیں لیکن انسان کو محض کسی چیز کے چند فوائد نہیں دیکھنے چاہئیں بلکہ نفع اور نقصان میں موازنہ کر کے دیکھنا چاہئے کہ خاص طور پر دین، ایمان اور اخلاق کا فائدہ کہاں ہے؟ اور نقصان کہاں ہے؟ (20) اصول ہے کہ جس کے نقصانات فوائد سے بڑے ہوں، اس کام کو ترک کر دیا جائے۔

(21) اللہ تعالیٰ نے شراب چھوڑ دینے کے لئے آمادہ کیا ہے۔

(22) تھوڑے سے دنیوی فائدوں کی خاطر جس چیز سے ایمانی، اخلاقی، دینی اور اخروی نقصانات ہوں اسے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سوال 2: ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ ... تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا حکم دیا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کس قسم کے نفقہ کا ہمارے اموال میں حکم دیا گیا ہے سو ہم کیا خرچ کریں۔ اس پر آیت نازل ہوئی ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ اور ابن ابی حاتم نے یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ ان تک بات پہنچی ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اور ثعلبہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس غلام بھی ہیں اور گھر والے بھی ہیں تو ہم اپنے اموال میں سے کیا خرچ کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ اتاری۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

(2) ﴿قُلِ الْعَفْوَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ جو ضرورت سے زائد ہو'' ﴿الْعَفْوَ﴾ کے معنی زائد از ضرورت ہیں جو عیش اور نمائش کے زمرے میں نہیں آتی۔ ﴿الْعَفْوَ﴾ زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ﴾ ''بے شک مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے۔'' (جامع ترمذی: 659)

(3) یہ ایسا حق ہے جو مال والا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خود مناسب جگہ خرچ کرتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے انفاق کے معاملے کو آسان بنا دیا ہے کہ وہی خرچ کریں جو ضرورت سے زائد ہو۔ اس حکم سے مال دار اور فقیر سبھی کو خرچ کرنے کا موقع مل گیا خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔

(5) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: ''بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضرورت پوری ہونے کے بعد ہو اور ابتدا اس آدمی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کروجس کی کفالت تمہارے ذمے ہو۔'' (بخاری:1426)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ حکم فرضیت زکوٰۃ والی آیت کے ذریعے منسوخ ہو گیا۔ اور عطاء خراسانی اور سدی وغیرہ کا خیال ہے کہ آیت زکوٰۃ کے ذریعے اس حکم کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے کہ آدمی اپنے مال میں سے کیا خرچ کرے اور کن لوگوں پر خرچ کرے۔ (تیسیر الرحمن:121/1)

(7) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدم کے بیٹے! بے شک تو (ضرورت) سے زائد مال خرچ کر دے، یہ تیرے لیے بہتر ہے اور تو اسے روک رکھے تو یہ تیرے لیے برا ہے اور گزر بسر جتنا رکھنے پر تمھیں کوئی ملامت نہیں کی جائے گی اور خرچ کا آغاز ان سے کرو جن کے (خرچ کے) تم ذمہ دار ہو، اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' (مسلم:1036)

(8) ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ﴾ ''اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے اوامر و نواہی کھول کر بیان کر دیئے ہیں یعنی یہ آیات حق اور باطل کے درمیان فرق کرتی ہیں۔

(9) ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''تاکہ تم غور و فکر کرو'' تاکہ تم شریعت کے احکامات کو جاننے کے لیے غور و فکر کرو۔

(10) اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں پر واضح کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

(11) اللہ تعالیٰ اپنے تمام احکامات وعدے اور وعیدیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ دنیاوی زوال اور اخروی بقا میں غور و فکر کریں۔ اس آیت میں غور و فکر کرنے والا جان لیتا ہے کہ دنیا دکھوں کا گھر ہے اور آخرت عیش کا گھر ہے۔ جس کو دل سے یہ یقین حاصل ہو جائے وہ دنیا کو آخرت کے مقابلے میں کبھی ترجیح نہیں دے سکتا۔

﴿فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْـَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ

''دنیا اور آخرت کے بارے میں اور وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دو کہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ

رہنا بھلائی کا کام ہے اور اگر تم انہیں ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے خوب

وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

جانتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ضرور مشقت میں ڈال دیتا، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (220)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: ﴿فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''دنیا اور آخرت کے بارے میں'' تاکہ تم دنیا و آخرت میں غور و فکر کرو۔ دنیا کے تیزی کے ساتھ ختم ہونے اور آخرت کے باقی رہنے پر غور و فکر کرو جو کہ جزا و سزا کا جہان ہے۔

سوال 2: یتیموں کے مال کی اصلاح کے حکم کی وضاحت ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ ... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى﴾ ''اور وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں بھی سوال کرتے ہیں'' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جب اللہ عزوجل نے آیت کریمہ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ ''اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو مستحسن ہے'' (سورۃ الانعام: 152) اور ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا﴾ ''جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں'' (سورۃ النساء: 10) نازل فرمائی تو جن لوگوں کے پاس یتیم تھے انہوں نے ان کا کھانا اپنے کھانے سے اور ان کا پانی اپنے پانی سے جدا کر دیا تو یتیم کا کھانا بچ رہتا یہاں تک کہ وہ اسے کھا تا یا سڑ جاتا، یہ امر لوگوں پر شاق گزرا تو انہوں نے اس بات کو رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو اللہ نے یہ آیت ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ﴾ ''اور وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں بھی سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دو کہ ان کے لئے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بھلائی کا کام ہے، اور اگر تم انہیں ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں'' (سورۃ البقرہ: 220) اتاری تو لوگوں نے اپنا کھانا پینا ان کے کھانے پینے کے ساتھ ملا لیا۔ (ابوداؤد: 2871)

(2) ﴿قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دو کہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بھلائی کا کام ہے'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اصل مقصد تو یتیم کے مال کی اصلاح اور حفاظت ہے۔

(3) ﴿وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ﴾ ''اور اگر تم انہیں ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں'' اگر یتیم کا مال دوسرے مال میں اس طرح ملا لیا جائے کہ یتیم کے مال کو نقصان نہ پہنچے تو جائز ہے جیسے بھائی مل جل کر رہتے ہیں۔ اصل معاملہ نیت اور عمل کا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1/268)

(4) ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے خوب جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کس کی نیت اصلاح کی ہے اور کس کی نیت میں فساد ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا ڈر آپ کے دل میں ہے، وہ دل اللہ تعالیٰ کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ اگر دل کے اندر بگاڑ ہے تو وہ اسے بھی جانتا ہے۔ اگر دل پاک ہیں تو اللہ تعالیٰ سے وہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھپے ہوئے نہیں۔لہٰذا آپ یتیموں سے حسن سلوک جاری رکھیں۔

(6)﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ضرور مشقت میں ڈال دیتا'' اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یتیم کے معاملے میں تمہیں مشقت میں ڈال دیتا اور تم گناہ گار ہو جاتے۔

(7)اللہ تعالیٰ اصلاح اور بہتری کی غرض سے بھی ان کا مال اپنے مال میں ملانے کی اجازت نہ دیتے تو تم مشقت میں پڑ جاتے۔(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے،کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔(9) لیکن وہ حکیم ہے،وہی فعل انجام دیتا ہے جس کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے۔

(10)اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے افعال اس کی حکمت کے تابع ہوتے ہیں۔

(11)وہ اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں فائدہ غالب ہو اور اسی سے روکتا ہے جس کا نقصان غالب ہو۔

سوال 3:اللہ تعالیٰ نے اپنی کن صفات کے شعور سے یتیموں کی بھلائی کے لئے کام کرنے کی ترغیب دلائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''عزیز'' سب پر غالب سے یتیموں کے ساتھ بھلائی کرنے کی ترغیب دلائی ہے کہ اگر تم یتیموں پر آج غلبہ رکھتے ہو تو تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ غالب ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حکیم سے بھلائی کرنے کی ترغیب دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت ہے اور یقیناً یتیموں کے ساتھ بھلائی میں ان کے لئے تو فائدہ ہے لیکن بھلائی کرنے والے کے لئے آخرت کے اجر کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''علیم'' کا شعور دلا کر بھلائی کی ترغیب دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اصلاح کرنے والے کو بھی جانتا ہے اور فساد کرنے والے کو بھی خوب جانتا ہے۔

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ

''اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں اور مومن لونڈی ایک مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ

اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ

مشرک تمہیں اچھی لگے اور نہ ہی اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور مومن غلام

مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى

مشرک مرد سے بہتر ہے اگرچہ مشرک تمہیں اچھا لگے۔وہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

27 ع 5 11

﴿الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور وہ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں" (221)

سوال 1: مشرک مردوں اور عورتوں سے نکاح کا کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَنْكِحُوا ... يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے یہ حرام قرار دیا ہے کہ وہ بت پرست مشرکوں سے نکاح کریں، فرمایا: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ﴾ "اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو" جو مشرکہ عورتیں اپنے شرک پر قائم ہوں ان سے نکاح نہ کریں۔

(2) ﴿حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ "جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں" یعنی مشرکوں اور بت پرستوں سے رشتہ حرام ہے۔

(3) اس حکم سے اہل کتاب کی عورتیں مستثنیٰ ہیں، اس کی دلیل رب العزت کا یہ فرمان ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ "اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے۔" (المائدہ:5)

امام ابن جریر نے زید بن وہب سے روایت کیا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان تو نصرانی عورت سے شادی کر سکتا ہے لیکن کوئی نصرانی مرد کسی مسلمان عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔ (تفسیر طبری: 2/514)

(4) ﴿وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ﴾ "اور مومن لونڈی ایک مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ مشرکہ تمہیں اچھی لگے" اللہ رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ مومنہ عورت بدصورت بھی ہو حسین مشرکہ عورت سے بہتر ہے۔ یہ حکم تمام مشرک عورتوں کے بارے میں عام ہے۔

(5) آیت کا یہ ٹکڑا سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اترا ہے۔ ان کے پاس ایک سیاہ لونڈی تھی۔ ایک دن اس پر ناراض ہوئے اسے طمانچہ مارا پھر گھبرا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے: آج مجھ سے یہ قصور ہو گیا ہے۔ پوچھا: "لونڈی کیسی ہے؟" بولے: موحدہ ہے، نماز روزے کی پابند ہے اور اچھی طرح وضو کرتی ہے۔ فرمایا: "ابو عبداللہ یہ تو ایمان والی ہے۔" بولے: اللہ کی قسم میں اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ اس پر کچھ مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ انہوں نے اپنی لونڈی سے نکاح کر لیا۔ مسلمان چاہتے تھے کہ ان کا نکاح مشرکوں میں کرا دیں اور اپنی بیٹیاں بھی دیں تا کہ شرف نسب قائم رہے اس پر یہ آیت اتری۔ (مختصر ابن کثیر: 1/142)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "دنیا متاع یعنی سامان ہے اور دنیا کا بہترین مال و متاع نیک بیوی ہے۔" (مسلم: 3649)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾ ''اور نہ ہی اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں'' یہ حکم عام ہے کہ مسلمان عورتوں کے نکاح مشرکوں سے نہ کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۤ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہارے پاس ہجرت کر کے مومن عورتیں آئیں تو اُن کی جانچ پڑتال کر لیا کرو، اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے پھر اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ مومنہ ہیں تو اُنہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ، یہ اُن کے لئے حلال نہیں اور وہ کافر اِن کے لئے حلال نہیں ہوں گے اور جو (مہر) اُنہوں نے خرچ کیا اُنہیں دے دو اور تم پر کوئی گناہ نہیں یہ کہ تم ان سے نکاح کرو جب ان کے مہر تم انہیں دے دو اور تم خود بھی کافر عورتوں کی عصمتوں کو روک کر نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے تم مانگ لو اور چاہیے کہ جو اُنہوں نے خرچ کیا ہے وہ مانگ لیں، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' (الممتحنۃ:10)

(8)﴿تُنْكِحُوْا﴾ کا مطلب ہے تم یعنی مرد اپنے نکاح نہ کرو اور ﴿تُنْكِحُوْا﴾ کا مطلب ہے ''تم اپنی عورتوں کے نکاح کر کے نہ دو'' یہاں نکاح کے بارے میں اس اصول کا پتہ چلتا ہے کہ کوئی عورت ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسلمان تو نصرانی عورت سے شادی کر سکتا ہے لیکن کوئی نصرانی مرد مسلمان عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔ (تفسیر طبری:514/2)

(9)﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ﴾ ''اور مومن غلام مشرک مرد سے بہتر ہے اگرچہ مشرک تمہیں اچھا لگے'' رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ ایمان ایسی خوبی ہے کہ ایک غلام کو بھی اعلیٰ درجے تک پہنچا دیتی ہے اگرچہ وہ بدصورت ہو۔ (10) مومن غلام، مشرک، حسین وجمیل اور مال دار مرد سے بہتر ہے۔

(11)﴿اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ﴾ ''وہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کا تذکرہ کیا جو مسلمان عورت کے مشرک کے ساتھ نکاح کے حرام ہونے میں پائی جاتی ہے۔ ﴿اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ﴾ وہ اپنے اقوال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے حالات سے آگ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یہ ابدی خطرہ ہے اس لیے اس سے بچ جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)اس آیت کریمہ کی علت سے مشرک اور بدعتی سے اختلاط کی ممانعت مستفاد ہوتی ہے۔جب مشرکین سے نکاح جائز نہیں حالانکہ اس میں بہت سے مصالح ہیں تو مجرد اختلاط تو بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا۔خاص طور پر جب کہ مشرک مسلمان پر معاشرتی طور پر فوقیت رکھتا ہو مثلاً مسلمان مشرک کا خادم ہو۔(تفسیر سعدی:269/1)

(13)﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ﴾"اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے" اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے یعنی اس کے حصول کے لیے کوشش کرنے کی طرف بلاتا ہے۔

(14)یہ دعوت سچی توبہ،اخلاص،علم نافع،عمل صالح اور توکل کی دعوت ہے۔

(15)﴿بِاِذْنِهٖ﴾یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اس کے آسان کرنے سے یا اس کی قضا اور اس کے ارادے سے۔
(تفسیر بیضاوی:508/1)

(16)﴿وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾"اور وہ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں" اللہ تعالیٰ اپنی آیات لوگوں کے سامنے اس لئے بیان کرتا ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

(17)اللہ تعالیٰ کی آیات وہ علم عطا کرتی ہیں جسے انہوں نے بھلا دیا تھا۔

(18)اللہ تعالیٰ کی آیات اطاعت اور فرماں برداری کی عکاس ہیں جو جنت اور مغفرت کے حصول کے اسباب ہیں۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے دین کو نظر انداز کر کے محض حسن و جمال کی بنیاد پر نکاح کرنے کو کیسا عمل قرار دیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے دین کو نظر انداز کر کے حسن و جمال کی بنیاد پر نکاح کرنے کو آخرت کی بربادی قرار دیا ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:"عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے:اس کے مال کی وجہ سے،اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے،اس کی خوب صورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (یعنی آخرت میں تجھ کو ندامت ہوگی)۔"(صحیح بخاری:5090)

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ

"اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں،آپ کہہ دو وہ گندگی ہے،چنانچہ حیض میں عورتوں سے الگ رہو

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ پھر جب وہ غسل کر لیں تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے

﴿اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾

ان کے پاس آؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے" (222)

سوال 1: حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ ... يَطْهُرْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ﴾ "اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے حیض کے بارے میں مسلمانوں کے سوال سے آگاہ فرمایا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود میں سے جب کسی عورت کو حیض آتا تو وہ اس کو نہ تو اپنے ساتھ کھلاتے اور نہ ان کو گھروں میں اپنے ساتھ رکھتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ﴾ "آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ ﷺ فرما دیں کہ وہ گندگی ہے پس عورتوں سے حیض میں جدا رہو" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جماع کے علاوہ ہر کام کرو" یہود کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اس آدمی (نبی ﷺ) کا کیا ارادہ ہے؟ ہمارا کوئی کام نہیں چھوڑتا جس میں ہماری مخالفت نہ کرتا ہو۔ یہ سن کر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہودی اس طرح کہتے ہیں۔ کیا ہم عورتوں سے جماع ہی نہ کریں؟ تو رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ کو ان دونوں پر غصہ آیا ہے۔ وہ دونوں اٹھ کر باہر نکل گئے۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے دودھ کا ہدیہ ان دونوں کے ہاں سے آیا تو آپ ﷺ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا اور ان کو دودھ پلایا تو ہم نے معلوم کیا کہ آپ ﷺ کو ان پر غصہ نہ تھا۔ (صحیح مسلم: 694)

(2) ﴿قُلْ هُوَ اَذًى﴾ "آپ کہہ دو وہ گندگی ہے" اللہ تعالیٰ نے حیض کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ ایک نجاست یعنی گندگی ہے۔

(3) ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ﴾ "چنانچہ حیض میں عورتوں سے الگ رہو" اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ تقاضا تھا کہ گندگی سے روک کر اس کی حدود مقرر کر دیں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حیض کی جگہ سے دور رہو۔ اس سے مراد شرم گاہ میں جماع ہے جو حیض میں حرام ہے۔

(5) اس تخصیص سے جو حیض میں حرام ہے پتہ چلتا ہے کہ شرم گاہ میں مجامعت کے سوا عورت کو چھونا اور اس سے اختلاط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے۔

(6) عورتوں کے قریب نہ جانے کا مطلب صرف جماع نہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ عورت کے ساتھ ایسے اختلاط کی ممانعت پر دلالت کرتا ہے جو فرج کے قریب یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان ہو۔ اس قسم کے اختلاط کو ترک کر دینا چاہئے۔ نبی اکرم ﷺ جب کبھی اپنی کسی بیوی کے ساتھ اختلاط کرنا چاہتے تو اسے ازار پہننے کا حکم دیتے تب اس کے ساتھ اختلاط کرتے۔ (بخاری:302)

(7) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حالت اعتکاف میں اپنا سر مبارک (مسجد میں بیٹھے بیٹھے) میری طرف (میرے حجرے میں) نکال دیتے اور میں آپ ﷺ کے سر کو دھو دیتی اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی۔ (صحیح مسلم:686)

(8) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کو حائضہ ہونے کی حالت میں بھی کنگھا کیا کرتی تھی۔ (صحیح بخاری:295)

(9) عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ میری گود میں سر رکھ کر قرآن مجید پڑھتے حالانکہ میں اس وقت حیض والی ہوتی تھی۔ (بخاری:297)

(10) نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ لیٹے ہوتے اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان ایک کپڑا ہوتا۔ (مسلم:682)

(11) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حالت حیض میں پانی پیتی پھر میں نبی کریم ﷺ کو دے دیتی تو آپ ﷺ اپنا منہ مبارک اس جگہ رکھتے جہاں میرا منہ (لگا) ہوتا تھا پھر نوش فرماتے اور میں ہڈی چوستی حالت حیض میں، پھر میں نبی کریم ﷺ کو دے دیتی تو آپ ﷺ اپنا منہ مبارک میرے منہ رکھنے کی جگہ پر رکھتے۔ (مسلم:692)

(12) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے مسجد سے جائے نماز اٹھا کر دو'' میں نے کہا: میں تو حائضہ ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔'' (صحیح مسلم:689)

(13) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ دونوں رات میں ایک کپڑے میں سوتے اور میں پورے طور سے حائضہ ہوتی، اگر میرے حیض کا کچھ خون آپ ﷺ (کے بدن) کو لگ جاتا تو آپ ﷺ صرف اسی مقام کو دھو ڈالتے، اس سے زیادہ نہیں دھوتے، پھر اسی میں نماز پڑھتے، اور اگر اس میں سے کچھ آپ ﷺ کے کپڑے کو لگ جاتا، تو آپ صرف اسی جگہ کو دھو لیتے، اس سے زیادہ نہیں دھوتے، پھر اسی میں نماز پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد:269)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(14) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی، اتنے میں مجھے حیض آ گیا۔ اس لیے میں آہستہ سے باہر نکل آئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لیے۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا: ''تمہیں نفاس آ گیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: ہاں۔ پھر مجھے آپ ﷺ نے بلا لیا، اور میں چادر میں آپ ﷺ کے ساتھ لیٹ گئی۔ (بخاری:298)

(15) ﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ ''اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ'' حیض کی حالت میں عورت کے قریب نہ جانے کا حکم ہے جب تک کہ پاک صاف نہ ہو جائیں۔

سوال 2: حیض سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) بلوغت کے بعد عورت کو مخصوص ایام میں جو خون آتا ہے، اسے حیض کہتے ہیں۔ (حلیۃ الفقہاء:63، انیس الفقہاء:63)

(2) حیض کے دنوں کی تعداد مقرر نہیں۔ (3) اس حالت میں عورت کا جسم اور کپڑے دونوں پاک ہوتے ہیں اور نبی ﷺ کا یہ فرمان ''حیض ایک چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کی قسمت میں لکھ دیا ہے'' اور بعضوں نے کہا (ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے) سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل (کی عورتوں) پر بھیجا گیا۔ امام بخاری نے کہا: اور نبی ﷺ کی حدیث سب عورتوں کو شامل ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب:1)

سوال 3: حیض کی مدت کتنی ہوتی ہے؟

جواب: ہر عورت کے جسم اور اس کے مزاج کے لحاظ سے کم و بیش ہوتی ہے جو عموماً کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن تک ہو سکتی ہے اور اپنی اپنی عادت کا ہر عورت کو علم ہوتا ہے۔ (تیسیر القرآن:171/1)

سوال 4: استحاضہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: بعض اوقات عادت کے خلاف بیماری کی وجہ سے جو خون آتا ہے اسے استحاضہ کہتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش کو استحاضہ کا خون آیا کرتا تھا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایک رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب حیض کے دن گزر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھ لیا کر۔'' (صحیح بخاری:320)

سوال 5: نفاس کسے کہتے ہیں؟

جواب: عورت کو زچگی کے بعد جو خون آتا ہے، اسے نفاس کہتے ہیں۔

سوال 6: حیض کے کیا احکامات ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) حائضہ نماز نہیں پڑھ سکتی اور حیض کے دوران اسے نماز معاف ہے۔ان کی قضاء اس پر واجب نہیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم میں سے جس کو حیض آتا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس کو نماز کی قضا کا حکم نہ ہوتا۔(مسلم)

(2) وہ روزے بھی نہیں رکھ سکتی لیکن روزے اسے معاف نہیں بلکہ بعد میں اس کی قضاء دینا واجب ہے۔

(3) وہ ماسوائے طواف کعبہ کے حج کے باقی سب ارکان بجالا سکتی ہے،اور واجب طواف کعبہ کے لیے اسے اس وقت تک رکنا پڑے گا جب تک وہ پاک نہ ہو جائے۔(4) وہ کعبہ میں یا کسی بھی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔

(5) وہ قرآن کو نہیں چھو سکتی البتہ اکثر علماء کے نزدیک زبانی قرآن کریم کی تلاوت کی اسے اجازت ہے۔

(6) استحاضہ حیض سے بالکل الگ چیز ہے۔استحاضہ بیماری ہے جب کہ حیض بیماری نہیں بلکہ عورت کی عادت میں شامل ہے لہٰذا استحاضہ میں وہ تمام پابندیاں اٹھ جاتی ہیں جو حیض کی صورت میں تھیں حتیٰ کہ اس سے صحبت بھی کی جا سکتی ہے۔

(تیسیر القرآن:171/1)

سوال 7: حیض کے بعد عورتوں سے مقاربت کب کی جا سکتی ہے،اس کی وضاحت ﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ ... الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ ''پھر جب وہ غسل کر لیں تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے ان کے پاس آؤ'' اللہ تعالیٰ نے راہ نمائی فرمائی ہے کہ عورتوں سے مقاربت اس وقت کی جائے جب حیض ختم ہونے کے بعد وہ غسل کر لیں۔(المصباح المنیر:469/1)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ﴿حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ کے معنی ہیں حتیٰ کہ وہ خون سے پاک ہو جائیں اور ﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ﴾ کے معنی ہیں کہ جب وہ پانی سے غسل کر کے پاک ہو جائیں۔(تفسیر طبری:402/2)

(3) اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حائضہ عورت پر غسل فرض ہے اور غسل کی صحت کے لیے خون کا منقطع ہونا شرط ہے۔(تفسیر سعدی:271/1)

(4) ﴿مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ ''جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے'' سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس سے مراد عورت کی شرم گاہ ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:402/2)

(5) اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حالت حیض میں جس کے استعمال سے روکا تھا حیض بند ہو جانے کے بعد اسی کی اجازت ہے یعنی شرم گاہ کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورت کی دبر میں وطی کرنا حرام ہے۔(المصباح المنیر :470/1)

(7)﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ گناہوں سے مستقل توبہ کرتے رہنے والوں سے محبت کرتا ہے یعنی ان لوگوں سے جو ہمیشہ توبہ کرتے رہتے ہیں۔

(8)﴿وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ ''اور بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے جو شرک سے بھی پاک رہتے ہیں اور پانی سے حسی طہارت بھی حاصل کرتے ہیں۔

(9)یہ آیت کریمہ حدث اور نجاست سے حسی طہارت کو شامل ہے۔پس اس آیت سے طہارت کی مطلق مشروعیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند کرتا ہے جو طہارت کی صفت سے متصف ہو۔اس لیے مطلق طہارت صحت نماز، صحت طواف اور مصحف شریف کو چھونے کے لیے شرط ہے۔یہ آیت کریمہ معنوی طہارت یعنی اخلاق رذیلہ، صفات قبیحہ اور افعال خسیسہ جیسی معنوی نجاستوں سے طہارت کو بھی شامل ہے۔(تفسیر سعدی:271/1)

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ

''تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں، چنانچہ جہاں سے چاہو اپنی کھیتی میں آؤ اور اپنی جان کے لئے (عمل) آگے بھیجو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو اور آپ ایمان والوں کو خوش خبری دے دیں''(223)

سوال 1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:(1)سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ یہودی کہتے تھے کہ اگر عورت سے ہم بستری کے لیے کوئی پیچھے سے آئے گا تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں سو اپنی کھیتی میں جدھر سے چاہو آؤ۔'' (صحیح بخاری:4528)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ہلاک ہوگیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''کس چیز نے تمہیں ہلاک کر دیا؟'' عرض کیا: رات پشت کی طرف سے ہو کر میں نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لی ہے، آپ ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔اتنے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:﴿فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ﴾ یعنی خواہ تم اپنی کھیتیوں میں سامنے کی طرف سے آؤ یا پشت کی طرف سے، پیچھے کے راستہ میں اور حیض کے زمانہ میں صحبت کرنے سے بچو۔(لباب النقول فی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال 2: عورتیں کھیت کی طرح ہیں، اس کی وضاحت ﴿نِسَآؤُكُمْ ... وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ ''تمہاری عورتیں تمہارے لیے تمہاری کھیتیاں ہیں'' یعنی جس طرح کھیتوں میں غلہ پیدا ہوتا ہے اسی طرح عورتوں سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ (مختصر ابن کثیر)

(2) کھیتی اگنے کی جگہ اولاد پیدا ہونے والا مقام ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (حرث) سے مراد بچے کی پیدائش کی جگہ ہے۔ (تفسیر طبری: 532/2)

(3) ﴿فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ ''چنانچہ جہاں سے چاہو اپنی کھیتی میں آؤ'' تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنے کھیت میں وہیں سے آؤ یعنی قبل سے جماع کرو کیونکہ دبر میں جماع حرام ہے۔ اس فعل کے مرتکب پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ابی داؤد: 2162) (4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ ''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں'' انصار لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی، وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے سوال کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ہر طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جب فرج میں (مقاربت) ہو۔ (مسند احمد: 268/1)

(5) خزیمہ بن ثابت خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ حق بات بیان فرمانے میں عار نہیں کرتا'' یہ بات آپ نے تین بار دہرائی، ''تم عورتوں کی دبروں میں مباشرت نہ کیا کرو'' اسے امام نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد: 215/5)

(6) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا کسی عورت کی دبر میں صحبت کرے۔'' (ترمذی: 1165)

(7) ''تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں'' قرآن حکیم میں عورت کو مرد کی کھیتی قرار دیا گیا ہے، عورت کے لیے حرث کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا کہ (i) کسان کے لیے جیسے کھیت قدر و قیمت کے حامل ہوتے ہیں ایسے ہی مرد کے لیے عورت قیمتی اثاثہ ہے، تفریح کا سامان نہیں ہے۔ (ii) مرد اور عورت کا تعلق با مقصد ہے۔ عورت مرد کے لیے سیر گاہ نہیں ہے بلکہ نسل انسانی کے کسان کو بھی اپنے کھیت میں اس لیے جانا چاہیے کہ اس سے پیداوار حاصل کرے۔

(8) ﴿وَقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور اپنی جان کے لئے (عمل) آگے بھیجو'' یعنی نیکیوں کے کام سرانجام دے کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو اور ان نیکیوں میں ایک نیکی یہ بھی ہے کہ مرد اپنی بیوی سے مباشرت کرے۔ یہ مباشرت اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کے تقرب کی خاطر اور اولاد کے حصول کی امید کے ساتھ ہو، وہ اولاد جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ فائدہ پہنچاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:271/1)

(9) ازدواجی تعلق کے بارے میں ہدایات دینے کے بعد فرمایا: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً تم اس سے ملنے والے ہو'' اس سے ازدواجی تعلق کے بارے میں اسلام کے موقف کا پتہ چلتا ہے۔ اسلام شوہر اور بیوی کے تعلق کو عبادت اور خدا خوفی کی بنیاد پر قائم کرتا ہے کہ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کی حدود کی پابندی کرو گے تو یہ آخرت میں اجر کا باعث ہوگا۔ ایک دن اس کے پاس جانا ہے، وہاں تمہیں اپنے اعمال کا صلہ ملے گا۔

(10) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' اور حالت حیض میں ان کے قریب نہ جاؤ اور نہ دبر میں جماع کرو۔

(11) ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ﴾ ''اور جان لو یقیناً تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو'' یعنی قیامت کے دن اس کے پاس پہنچو گے پھر وہ تمہارے اعمال سے تمہیں رسوا کر دے گا۔ (تفسیر سرقندی:146)

(12) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال صالح کی جزا دے گا۔

(13) ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ ایمان والوں کو خوشخبری دے دیں'' ایمان والوں کو خوشخبری دی گئی ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں تیار کر رکھا ہے۔ (الاساس:519/1)

(14) جو اپنی عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو مان لیتے ہیں۔ مومن تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے حکم پر ایمان لاتا ہو۔

سوال 3: مرد کو عورت سے تعلق رکھنے کا سلیقہ کیسے سکھایا گیا؟

جواب: (1) یہ تعلق بامقصد ہے: (الف) اس تعلق سے آئندہ نسل کو برقرار رکھنا ہے۔

(ب) اس تعلق میں ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کرنا ہے۔ (ج) محبت اور رحمت کی فضا قائم رکھنی ہے۔

(2) اصل مقصد شہوت رانی نہیں۔ (3) اس تعلق میں سنجیدہ ہونا چاہیے جیسے کھیتی کا منصوبہ بنانے والا سنجیدہ ہوتا ہے۔

(4) اس تعلق کے لیے انتخاب کے وقت سب سے زیادہ جس چیز کو دیکھنا چاہیے وہ ایمان ہے۔

(5) اس تعلق کو اللہ تعالیٰ کی فطری بناوٹ کے مطابق اپنے فطری ڈھنگ پر ہونا چاہیے۔

(6) ہر مرحلے میں انسان پر اللہ تعالیٰ کا خوف غالب رہنا چاہیے کہ رب العالمین کے یہاں جانا ہے جو کھلے اور چھپے سے باخبر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ

''اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ کہ نہ تم نیکی کرو گے اور (نہ) تم (گناہوں سے) بچو گے اور (نہ) تم لوگوں کے درمیان

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

اصلاح کرو گے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (224)

سوال 1: اعمال صالحہ ترک کر دینے کی قسم کھانا منع ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَجْعَلُوا ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ کہ نہ تم نیکی کرو گے اور (نہ) تم (گناہوں سے) بچو گے اور (نہ) تم لوگوں کے درمیان اصلاح کرو گے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اپنی قسموں کو نیکی اور صلہ رحمی کے کاموں کو ترک کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔

(المصباح المنیر: 474/1)

(2) اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تم اپنی قسم کو اس لیے استعمال نہ کرو کہ تم بھلائی کے کام نہ کرو گے بلکہ قسم کا کفارہ ادا کرو اور بھلائی کے کام کرتے جاؤ۔ (تفسیر طبری: 545/2)

(3) بعض لوگ غصہ میں آ کر کسی نیک کام کے نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں اور پھر اس قسم کو نیکی سے باز رہنے کے لیے آڑ بنا لیتے ہیں۔ اس آیت میں اس قسم کے لوگوں کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اس لیے نہ کھاؤ کہ نیکی، پرہیز گاری، لوگوں میں صلح کرانے جیسے نیک کاموں سے باز رہنے کا بہانہ ہاتھ آ جائے کیونکہ ایک غلط قسم پر اڑے رہنا گناہ ہے۔

(4) ان آیات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ کی قسم سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ یعنی اگر کسی اچھے کام کے نہ کرنے پر قسم کھا لو تو اسے توڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص کسی بات کے متعلق قسم کھا لے اور اس کے بعد اسے محسوس ہو کہ اس نے غلطی کی ہے تو قسم توڑ دے اور کفارہ دے دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی حالت میں بھی مسلمان کو نیکی کے احکام سے نہیں روکتے۔'' (سراج البیان: 82/1)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی کو رات کے وقت نبی ﷺ کے پاس دیر ہو گئی، پھر اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹا تو بچوں کو سوتا ہوا پایا۔ اس کے پاس اس کی بیوی کھانا لائی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ اپنے بچوں کی وجہ سے نہیں کھائے گا۔ پھر اس کے لیے (مسئلہ) ظاہر ہو گیا تو اس نے کھا لیا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی بات کی قسم کھائے اور پھر کسی دوسری بات کو اس سے بہتر پائے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور بہتر بات پر عمل کرے۔'' (صحیح مسلم:4271)

(6) سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے چچا کے بیٹے کے پاس جاتا ہوں اس سے کچھ سوال کرتا ہوں سو وہ مجھے نہیں دیتا اور صلہ رحمی نہیں کرتا پھر اسے حاجت درپیش ہو جاتی ہے تو مجھ سے آ کر سوال کرنے لگتا ہے حالانکہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اسے کچھ نہ دوں گا اور صلہ رحمی نہیں کروں گا۔ اس کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں وہ کام کروں جو خیر ہو اور قسم کا کفارہ دے دوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح:297)

(7) کوئی اچھا کام نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کے نام کو بدنام نہ کرو جیسے یہ قسم کہ میں اپنے ماں باپ سے نہ بولوں گا یا بیوی سے اچھا سلوک نہ کروں گا یا فلاں کو صدقہ نہ دوں گا یا یہ کہ اب میں کسی کے درمیان مصالحت نہ کراؤں گا یعنی برائی کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کے نام کو استعمال مت کرو اور اگر کسی نے یہ کام کیا ہو تو اسے چاہیے کہ قسم توڑ ڈالے اور اس کا کفارہ ادا کرے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سیدنا عبدالرحمن بن سمرہ کو حکم دیا: ''اگر تم کسی بات کی قسم کھاؤ پھر اس کے خلاف کرنا بہتر سمجھو تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو اور جس کام کو بہتر سمجھو وہی کرو۔'' (بخاری کتاب الایمان:6622)

(8) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا تو کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں کوئی قسم کھالوں اور پھر بعد میں مجھ پر واضح ہو جائے کہ اس کے سوا دوسری چیز اس سے بہتر ہے اور پھر وہی میں نہ کروں جو بہتر ہے، میں قسم توڑ دوں گا اور وہی کروں گا جو بہتر ہوگا اور قسم توڑنے کا کفارہ ادا کر دوں گا۔'' (بخاری:5518)

(9) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''واللہ (بسا اوقات) اپنے گھر والوں کے معاملہ میں تمہارا اپنی قسموں پر اصرار کرتے رہنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ گناہ کی بات ہوتی ہے کہ (قسم توڑ کر) اس کا وہ کفارہ ادا کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیا ہے۔'' (بخاری:6624)

(10) ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سمیع اور علیم کا شعور دلا کر بھلائی، تقویٰ اور اصلاح کے عمل کو چھوڑ بیٹھنے سے روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمیع ہے، انسان جو کہتا ہے وہ سنتا ہے۔ اس سننے کا شعور انسان کو برا کہنے سے روکتا ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ علیم ہے، انسان جو کرتا ہے وہ اس کے علم میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم کا شعور انسان کو اصلاح کے کام چھوڑنے سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا شعور انسان کو بھٹکنے اور گناہوں میں مبتلا ہونے سے روکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)اللہ تعالیٰ سمیع ہے، تمام آوازوں کو سننے والا ہے۔ وہ علیم ہے مقاصد اور نیتوں کو خوب جانتا ہے، گویا وہ قسم اٹھانے والوں کی بات کو سنتا ہے اور ان کے مقاصد کو بھی جانتا ہے کہ آیا یہ قسم کسی نیک مقصد کے لیے اٹھائی گئی ہے یا برے مقصد کے لیے۔ (تفسیر سعدی:273/1) یہ شعور قسم اٹھاتے ہوئے بھلائی، پرہیز گاری، اور اصلاح کے کاموں کو چھوڑنے سے بچاتا ہے۔

(13)اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچ جائیں، وہ علیم ہے اعمال اور نیتوں کو جانتا ہے۔

سوال2: قسم کیوں کھائی جاتی ہے؟

جواب:(1)حلف اور قسم کا مقصد اس ہستی کی تعظیم ہے جس کی قسم کھائی جائے اور اس چیز کی تاکید مراد ہے جس پر قسم کھائی جائے۔(2)اللہ تعالیٰ نے قسموں کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر معاملے میں قسم کی حفاظت کی جائے مگر اس سے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جس میں کسی کے ساتھ احسان (نہ کرنے) کی قسم کھائی گئی ہو۔ (تفسیر سعدی:272/1)

سوال3: کس قسم پر قائم رہنا اور کس کو توڑنا واجب ہے؟

جواب:(1)جو کوئی کسی واجب کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے اس پر قسم توڑنا واجب ہے اور اس قسم پر قائم رہنا حرام ہے۔

(2)جو کوئی کسی مستحب کو چھوڑنے کی قسم کھاتا ہے اس پر اس قسم کو توڑنا مستحب ہے۔

(3)جو کسی حرام امر کے ارتکاب کا حلف اٹھاتا ہے اس پر حلف توڑنا واجب ہے۔

(4)اگر وہ کسی مکروہ فعل کے ارتکاب پر قسم اٹھاتا ہے تو اس پر اس قسم کو توڑنا مستحب ہے۔

(5)رہے مباح امور تو ان کے بارے میں اٹھائی ہوئی قسم کی حفاظت کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اس آیت کریمہ سے اس مشہور فقہی اور قانونی قاعدے پر استدلال کیا جاتا ہے: ﴿اِذَا تَزَاحَمَتِ الْمَصَالِحُ قُدِّمَ اَهَمُّهَا﴾ جب مصالح میں باہم ٹکراؤ ہو تو اس کو مقدم رکھا جائے گا جو ان میں سب سے زیادہ اہم ہوگا۔ یہاں قسم کا پورا کرنا ایک مصلحت ہے اور ان اشیاء میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنا اس سے زیادہ بڑی مصلحت ہے اس لیے اس کو مقدم رکھا جائے گا۔ (تفسیر سعدی:273/1)

سوال4: قسم کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:(1)دس مسکینوں کو کھانا کھلانا۔(2)یا کپڑے پہنانا۔(3)یا ایک غلام آزاد کرنا۔(4)یا تین روزے رکھنا۔

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ

''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہیں نہیں پکڑتا، وہ اس کی وجہ سے تمہیں پکڑتا ہے جو تمہارے دلوں نے کمایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾

اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے" (225)

سوال: لغو قسموں سے کیا مراد ہے اور کیا ایسی قسموں پر کفارہ ہے، اس کی وضاحت ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ... حَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾ "اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہیں نہیں پکڑتا" (i) لغو سے مراد باطل ہے جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یمین لغو (لغو قسم) یہ ہے کہ آدمی اپنے گھر میں (تکیہ کلام کے طور پر) ﴿كَلَّا وَاللّٰهِ! وَبَلٰى وَاللّٰهِ﴾ (ہرگز نہیں قسم اللہ کی، ہاں قسم اللہ کی) کہے۔" (ابوداؤد: 3354) (ii) لغو قسموں پر نہ کفارہ ہے نہ مؤاخذہ۔

(2) ﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ "وہ اس کی وجہ سے تمہیں پکڑتا ہے جو تمہارے دلوں نے کمایا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پکڑ دلوں کے افعال پر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان قسموں کی باز پرس کرتے ہیں جو دلی ارادے سے کھائی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہوگا چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔" (المائدہ: 89)

(3) ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ﴾ "اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا" اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ہے۔ اس شخص کو بخش دیتا ہے جو توبہ کے ذریعے اس کی طرف لوٹتا ہے۔

(4) ﴿حَلِيْمٌ﴾ "نہایت بردبار ہے" جو شخص نافرمانی کرتا ہے اس کے معاملے میں وہ حلم سے کام لیتا ہے۔ اس کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، اپنے حلم کی بنا پر اس کی پردہ پوشی کرتا ہے اور بندے پر قدرت رکھنے اور اپنے سامع ہونے کے باوجود اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے درگزر کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:273/1)(5)اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور حلیم ہونے کا شعور دلا کر توبہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ

''ان لوگوں کے لیے جو اپنی عورتوں سے نہ ملنے کی قسم کھا بیٹھیں انہیں چار ماہ تک انتظار کرنا ہے، پھر اگر وہ رجوع کر لیں تو

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''(226)

سوال 1: ایلاء کے حکم کی وضاحت ﴿لِلَّذِيْنَ ... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو اپنی عورتوں سے نہ ملنے کی قسم کھا بیٹھیں'' ایلاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا لے تو یہ ایلاء ہے۔(ایسر التفاسیر:116)

(2)﴿تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ﴾ ''انہیں چار ماہ تک انتظار کرنا ہے'' یعنی قسم سے لے کر چار ماہ تک شوہر انتظار کرے، پھر اس سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ یا تو رجوع کر لے یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

(3) ایلاء کا حکم یہ ہے کہ: (i) جس شخص نے جتنا عرصہ بیوی سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھائی ہو وہ عرصہ گزر جانے کے بعد تعلق قائم کر لیتا ہے تو کوئی کفارہ نہیں۔ (ii) اگر ایسا شخص مدت پوری ہونے سے پہلے تعلق قائم کر لیتا ہے تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔

(iii) اگر چار ماہ سے زیادہ مدت کا تعین کیے بغیر قسم کھائے تو ایسے شخص کے لیے اس آیت میں چار ماہ کی مدت مقرر کر دی ہے کہ یا تو اس مدت کے پورا ہوتے ہی اپنی بیوی سے تعلقات قائم کرے اور یا پھر سیدھی طرح سے طلاق دے دے۔ پہلی صورت بھی اختیار نہ کرے تو حاکم وقت کو اختیار ہوگا کہ وہ اسے کسی ایک کے اختیار کرنے پر مجبور کرے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور جمہور ائمہ کا یہی فتویٰ ہے۔(ابن کثیر)

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی عورتوں سے ایلاء کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاؤں میں موچ آئی ہوئی تھی اور آپ ﷺ انتیس دن تک الگ بالا خانے میں قیام پذیر رہے۔ انتیس دنوں کے بعد تشریف لائے تو لوگوں نے کہا: آپ ﷺ نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔'' (صحیح بخاری:5289) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب ایلاء کے چار ماہ گزر جائیں تو مرد کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے گا۔(صحیح بخاری:5291)(5)﴿فَاِنْ فَآءُوْ﴾ ''پھر اگر وہ رجوع کر لیں'' اس سے مراد ہے کہ صحبت کر لیں۔

(6)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' قسم اٹھانے کی وجہ سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے جس گناہ کا ارتکاب کیا تھا ان کے رجوع کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔

(7) اللہ تعالیٰ رحیم یعنی نہایت رحم والا ہے کہ اس نے بندوں کی قسموں کو اٹوٹ اور ان پر لازم قرار نہیں دیا بلکہ ان سے باہر نکلنے کے لیے کفارہ مقرر کیا۔ وہ ان پر اس لحاظ سے بھی مہربان ہے کہ انہوں نے اپنی بیویوں سے رجوع کیا ان سے مہربانی اور شفقت سے پیش آئے۔ (یعنی ان کا رجوع بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہی کا نتیجہ ہے۔) (تفسیر سعدی:274/1)

سوال 2: ایلاء میں رجوع کب تک کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ایلاء میں 4 ماہ کے اندر اندر رجوع کیا جا سکتا ہے۔ چار ماہ میں ایک مرتبہ بیوی کے ساتھ مجامعت فرض ہے کیونکہ چار ماہ کے بعد یا تو اسے مجامعت پر مجبور کیا جائے گا یا اسے طلاق دینی پڑے گی۔ یہ جبر صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ کسی واجب کو ترک کرے۔ (تفسیر سعدی:274/1)

﴿وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

''اور اگر وہ طلاق دینے کا ارادہ کریں تو اللہ تعالیٰ یقیناً سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (227)

سوال 1: کیا ایلاء کی مقررہ مدت گزر جانے کے بعد رجوع نہ کرنے کی صورت میں طلاق خود بخود ہو جائے گی، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ عَزَمُوا ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ﴾ ''اور اگر وہ طلاق دینے کا ارادہ کر لیں'' ان الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ چار ماہ گزرتے ہی طلاق خود بخود واقع نہیں ہو گی بلکہ شوہر کے طلاق دینے سے ہو گی۔

(2) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ یقیناً سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ جانتے اور سنتے ہیں کہ تم دونوں میں سے کون ظالم اور کون مظلوم ہے لہٰذا طلاق کے معاملہ میں احتیاط ضروری ہے۔ ذرا سی غفلت سے دونوں زندگیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ (سراج البیان:83/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ﴿سَمِيْعٌ﴾ اور ﴿عَلِيْمٌ﴾ کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے طلاق کے ارادے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو تم دل میں رکھتے ہو اللہ تعالیٰ علیم ہے، اسے جانتا ہے۔ (2) اور جو تم زبان سے کہتے ہو اللہ تعالیٰ سمیع ہے، اسے سنتا ہے۔

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں اور ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس چیز کو چھپائیں

مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ

جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہوں اور ان کے شوہر اس

اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ

دوران میں انہیں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں اگر وہ اصلاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں اور عورتوں کے بھی معروف کے مطابق

ع 28 12

بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿228﴾

ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان کے اوپر حق ہے اور مردوں کا ان پر ایک درجہ ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (228)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورت کو طلاق دی جاتی تھی مطلقہ (طلاق شدہ عورت) کے لئے عدت نہیں تھی، اس پر اللہ تعالیٰ نے طلاق کے لیے عدت نازل فرمائی۔ یعنی طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض تک عدت گزاریں۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

سوال 2: طلاق یافتہ عورتوں کی عدت کا کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۗءٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۗءٍ﴾ ''اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں'' یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان مطلقہ عورتوں کو حکم دیا ہے جن کے ساتھ دخول ہو چکا ہو اور انہیں حیض آتا ہو کہ وہ تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، یعنی جب ان کے شوہر انہیں طلاق دے دیں تو طلاق کے بعد تین حیض تک انتظار کریں اور اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو شادی کر لیں۔ (المصباح المنیر: 478/1)

(2) ﴿قُرُوْۗءٍ﴾ سے مراد تین حیض بھی ہو سکتے ہیں اور تین طہر بھی۔ دونوں معنوں کی گنجائش ہے۔ (ابن کثیر)

(3) اس آیت کریمہ کے عموم سے مندرجہ ذیل صورتیں مستثنیٰ ہیں: (i) اگر مطلقہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ (ii) اگر مطلقہ غیر مدخولہ ہے یعنی اس کے ساتھ خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو اس پر کوئی عدت نہیں۔ (iii) لونڈیوں کی عدت دو حیض ہیں جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ آیات کریمہ کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ آیت میں مذکورہ عورت سے مراد آزاد عورت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(تفسیر سعدی:278/1)

سوال 3: عورتیں حمل اور حیض نہ چھپائیں، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا يَحِلُّ ... اَرْحَامِهِنَّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ﴾ ''اور ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں پر واجب کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں جو کچھ تخلیق کیا ہے اس کے بارے میں آگاہ کریں اور حمل یا حیض کا چھپانا ان پر حرام ٹھہرایا کیونکہ ان کا حمل یا حیض کا چھپانا بہت سے مفاسد کا سبب بنتا ہے۔ (تفسیر سعدی:275/1)

(2) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حیض اور حمل کے بارے میں عورت اگر کوئی خبر دیتی ہے تو وہ قابل قبول ہے۔

(3) ﴿مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ﴾ اس سے مراد حیض بھی ہو سکتا ہے اور حمل بھی۔ (i) اگر اس سے مراد حیض ہو تو اس کا مطلب ہے کہ وہ حیض کو نہ چھپائیں کیونکہ اس سے شوہر کا حق رجوع ثابت نہیں ہو سکتا۔

(ii) اگر اس سے مراد حمل ہو تو اس کا مطلب ہے کہ وہ حمل کو نہ چھپائیں کیونکہ دوسری شادی کی صورت میں نسب مشتبہ ہو جائے گا۔ پہلے شوہر کا بچہ دوسرے کے نام ہو جائے گا جو کبیرہ گناہ ہے۔

(4) ﴿اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اگر وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہوں'' اللہ تعالیٰ نے طلاق یافتہ عورتوں کو حیض یا حمل چھپانے سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ایمان لانے کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ حق نہ چھپائیں۔

(5) حیض یا حمل کو چھپانا عورت کے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہ لانے کی دلیل بن جاتا ہے۔

سوال 4: عورت حیض کا معاملہ کب چھپاتی ہے؟

جواب: (1) عورت حیض کا معاملہ تب چھپاتی ہے جب وہ اپنے شوہر کو رجوع نہ کرنے دینا چاہتی ہو پھر وہ یہ کہہ دیتی ہے کہ مجھے تین حیض آ چکے ہیں۔

(2) عورت حیض کا معاملہ اس صورت میں بھی چھپاتی ہے جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو ایسی صورت میں اسے تین حیض آ بھی چکے ہوں وہ اظہار نہیں کرنا چاہتی تاکہ شوہر رجوع کر سکے۔ یہ دو پہلوؤں سے حرام ہے ایک تو وہ اس کی مستحق نہیں رہی دوسرے اس کو شریعت کی طرف منسوب کرنا حالانکہ وہ جھوٹی ہے۔

(3) عورت جب حیض کے معاملے کو چھپا لیتی ہے تو عدت ختم ہونے کے بعد شوہر رجوع کر لیتا ہے۔ یہ رجوع زنا ہے کیونکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب عورت اس کے لیے اجنبی ہے۔(تفسیر سعدی:276/1)

سوال5:عورت کا حیض یا حمل چھپانا کن مفاسد کا باعث بنتا ہے؟

جواب:عورت کا حیض یا حمل چھپانا بہت سے مفاسد کا باعث بنتا ہے۔حمل کو چھپانا اس بات کا موجب بنتا ہے کہ:

(1)عورت اپنے حمل کے نسب کو کسی ایسے شخص کے ساتھ ملحق کردے جس میں اسے رغبت ہے۔

(2)یا محض عدت کے پورا ہوجانے میں جلد بازی کے لیے حیض آنے کا اعلان کردے۔

(3)جب یہ عورت اپنے حمل کو اس کے باپ کے سوا کسی اور کے ساتھ ملحق کردیتی ہے تو یہ چیز قطع رحمی اور میراث سے محروم کرنے کا باعث بنتی ہے۔(4)اس کے لیے اس کے محرموں اور اقارب سے پردے کا موجب بنتی ہے۔

(5)اور بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ اس الحاق سے محارم کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے۔

(6)اس کے مقابلے میں باپ کے سوا کسی اور شخص سے اس حمل کا الحاق ہوتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس کے تمام توابع مثلاً میراث وغیرہ کا اثبات ہوتا ہے اور جس شخص کے ساتھ حمل کا الحاق کیا گیا ہوتا ہے اس کے تمام اقارب کو بچے کے اقارب بنا دیتا ہے اور اس میں بہت بڑا شر اور فساد ہے جسے بندوں کے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(تفسیر سعدی:275/1)

سوال6:شوہر رجوع کا زیادہ حق رکھتا ہے،اس کی وضاحت ﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ ... اِصْلَاحًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ ''اور ان کے شوہر اس دوران میں انہیں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں'' طلاق یافتہ عورتوں کے شوہر انہیں زوجیت میں واپس لینے کا حق رکھتے ہیں جب تک کہ وہ عدت میں ہوں۔

(2)﴿اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا﴾ ''اگر وہ اصلاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں'' اس وقت تک ان کے شوہر ان سے رجوع کا زیادہ حق رکھتے ہیں اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہے۔یعنی اگر شوہر رغبت رکھتے ہوں، الفت اور مودت کا جذبہ رکھتے ہوں تو ان کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔

(3)اگر رجوع سے ان کا مقصد اصلاح نہیں تو وہ واپس لینے کا حق نہیں رکھتے۔بیوی کو نقصان پہنچانے اور عدت کو لمبا کرنے کے لیے رجوع کرنا جائز نہیں۔

(4)رجوع کا یہ حق طلاق رجعی کے ساتھ خاص ہے۔(5)طلاق بائن میں شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوتا۔

(6)جہاں تک طلاق بائنہ کا تعلق ہے تو اس آیت کے نزول کے وقت کوئی مطلقہ بائنہ نہ تھی کیونکہ مطلقات بائنہ تو اس وقت وجود میں آئیں جب طلاق کو تین کے عدد میں محصور کردیا گیا اور اس آیت کے نزول کے وقت خاوند اپنی بیوی کو دوبارہ اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زوجیت میں لے لینے کا زیادہ حق دار تھا، خواہ اس نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاق دے دی ہو چنانچہ اس کے بعد والی آیت میں جب طلاق کو تین میں محصور کر دیا گیا تو مطلقہ عورتوں کی بائنہ اور غیر بائنہ کے اعتبار سے تقسیم ہو گئی۔ (المصباح المنیر :479/1)

سوال 7: میاں بیوی کے حقوق کی وضاحت ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''اور عورتوں کے بھی معروف کے مطابق ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان کے اوپر حق ہے'' یعنی عورتوں کے بھی مردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں لہٰذا ہر ایک کو دوسرے کا حق دستور کے مطابق ادا کرنا چاہیے۔

(2) خاندانی نظام میں ہر ایک کے حقوق ہیں، مرد ہو یا عورت اور ہر ایک کی ذمہ داریاں بھی ہیں۔

(3) مرد اور عورت دونوں کو چاہیے کہ حق لینے کے ساتھ ساتھ پوری طرح حق ادا بھی کریں۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے۔'' (النساء:1)

(4) مشترکہ حقوق: (i) امانت۔ (ii) محبت اور رحم۔ (iii) باہمی اعتماد۔ (iv) شگفتگی اور معاملات میں نرمی۔

(5) شوہر کے حقوق: (i) فرماں برداری۔ (ii) مال و متاع، عزت، گھر کے تمام کاموں میں حفاظت۔

(iii) شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کوئی کام نہ کرے۔

(6) بیوی کے حقوق: (i) معروف طریقے سے نباہ: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

(ii) اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا پابند بنائے۔

(iii) بیویوں کے درمیان انصاف کرے۔ (iv) بیوی کا راز افشاء نہ کرے۔

(7) حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ عورتوں پر زیادتی نہ کرو اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ پاک کی امان سے لیا ہے اور تم نے ان کے ستر کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے حلال کیا ہے اور تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ تمہارے بچھونے پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں (یعنی تمہارے گھر میں) جس کا آنا تم کو ناگوار ہو۔ پھر اگر وہ ایسا کریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو ان کو ایسا مارو کہ ان کو سخت چوٹ نہ لگے اور ان کا حق تمہارے اوپر اتنا ہے کہ ان کی روٹی اور ان کا کپڑا دستور کے موافق تمہارے ذمہ ہے۔'' (مسلم:1218)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایمان کے اعتبار سے مومنوں میں سے اکمل وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے اور تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہے۔'' (جامع ترمذی:1162)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں کے حق میں وصیت قبول کرو۔ عورت پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہے، اگر اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑو گے تو برابر ٹیڑھی رہے گی۔ پھر عورتوں کے حق میں وصیت قبول کرو۔'' (مسلم:3644)

(10) ''لوگو! سنو، عورتوں کے حق میں خیر اور بھلائی کی بات قبول کرو۔ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔ تم ان پر زیادتی کا اس کے سوا کوئی اختیار نہیں رکھتے کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ان کے بستروں میں چھوڑ دو اور انہیں ایسی مار مارو جو زخم نہ چھوڑے۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان پر زیادتی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ خبردار رہو! مردوں کے عورتوں پر حقوق (ویسے ہی) ہیں (جیسے) عورتوں کے مردوں پر حقوق ہیں۔'' (جامع ترمذی:1163)

(11) حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، چہرے پر نہ مارے، گالی نہ دے، (کبھی الگ کرنے کی ضرورت پڑے تو) اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ الگ نہ کرے۔''
(سنن ابن ماجہ:1850)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عبداللہ! مجھے بتایا گیا ہے کہ تم دن کو مسلسل روزے رکھتے ہو اور رات کو مسلسل قیام کرتے ہو؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایسا نہ کرو، روزہ بھی رکھو اور ترک بھی کرو، رات کو قیام بھی کرو اور آرام بھی کرو۔ تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے، تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔'' (صحیح بخاری:1975)

سوال 8: طلاق یافتہ عورت کا حق کیا ہے؟

جواب: (1) نان ونفقہ طلاق یافتہ عورت کا حق ہے اس لیے کہ وہ قانون کی رو سے رکی ہوئی ہے۔

(2) اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ نان ونفقہ، لباس، معاشرتی تعلق، گھر اسی طرح میاں بیوی کے درمیان خاص تعلق ان سب کا مرجع معروف ہے۔ یہ عقد مطلق کی صورت میں ہے یعنی نکاح کے وقت کوئی شرط طے نہ کی گئی ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(تفسیر سعدی:277/1)

سوال 9: مردوں کی عورتوں پر فضیلت کی وضاحت ﴿لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ ''اور مردوں کا ان پر ایک درجہ ہے'' یعنی خَلق وخُلق، مقام ومرتبہ، اطاعت، انفاق، مصلحتوں کے قیام اور دنیا وآخرت کے شرف کے اعتبار سے مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

(المصباح المنیر :481/1)

(2) مرد کو قوام ہونے کے اعتبار سے درجہ حاصل ہے۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں فرمایا: ﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ ''مرد عورتوں پر نگران ہیں اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ہے۔'' (النساء:34)

(3) فطری قوتوں کے اعتبار سے مرد کو درجہ حاصل ہے۔

(4) مرد کو جہاد کی اجازت ہے، اس اعتبار سے اس کا درجہ بڑا ہے۔

(5) میراث کے دوگنا ہونے میں مرد کو درجہ حاصل ہے۔

(6) طلاق اور رجوع کے اختیار میں مرد کو درجہ حاصل ہے۔

(7) منصب نبوت، منصب قضاء، امامت صغریٰ، امامت کبریٰ اور دیگر تمام شعبوں کی سربراہی مردوں سے مخصوص ہے۔

(8) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس جملے کا مطلب یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے مقابلے میں بڑا درجہ دیا ہے، اس لیے ان کو زیادہ تحمل سے کام لینا چاہیے کہ اگر عورتوں کی طرف سے ان کے حقوق میں کوتاہی ہو بھی جائے تو ان کا درجہ یہ ہے کہ یہ اس کو برداشت کریں اور صبر سے کام لیں اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔

(قرطبی) (معارف القرآن:553/4)

سوال 10: ﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ اللہ تعالیٰ کی صفات عزیز اور حکیم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ عزیز ہے، عزت، غلبہ، بہت بڑے تسلط اور اختیارات کا مالک ہے۔ تمام کائنات اس کے سامنے سرافگندہ ہے مگر وہ حکیم ہے، اپنے غلبہ اور اختیارات کے باوجود اپنے تصرفات میں نہایت حکمت سے کام لیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:227/1)

(2) اللہ تعالیٰ عزیز ہے نافرمانوں سے انتقام لینے کے لیے غلبہ رکھتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ اپنے احکامات اور اپنی شریعت میں حکیم ہے۔ (تفسیر قاسمی:246/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 11: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عزیز اور حکیم کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عورت پر مرد کے غلبے کی وجہ سے اپنی صفت عزیز کا شعور دلایا ہے کہ تم پر بڑا اور غالب تمہارا رب ہے لہٰذا اس کے غلبے کو ذہن میں رکھ کر حقوق ادا کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حکیم سے شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کے حقوق بھی رکھے ہیں اور اپنی حکمت سے مردوں کا ایک درجہ رکھا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ فیصلے کو قبول کر لو۔

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ

''(رجعی) طلاق دو بار ہے، پھر یا تو اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا نیکی کے ساتھ رخصت کر دینا ہے اور تمہارے

اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ

لئے حلال نہیں کہ تم اس میں سے لے لو جو کچھ بھی تم نے ان کو (مہر میں) دیا ہے مگر دونوں کو خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ

کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ

اس میں کوئی گناہ نہیں ہے جو عورت (خلع کے) فدیہ میں دے یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں چنانچہ ان سے آگے نہ بڑھو اور

اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں'' (229)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو جتنی چاہتا طلاقیں دے دیتا تھا اور جس وقت اس سے عدت میں رجوع کر لیتا وہ پھر بھی اسی کی بیوی رہتی، خواہ اسے سو یا اس سے زیادہ طلاقیں دے دے، یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اللہ کی قسم میں تجھے نہ کبھی ایسی طلاق دوں گا کہ تو مجھ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جدا ہو جائے اور نہ تجھ کو سکون سے رہنے دوں گا، اس کی بیوی نے کہا یہ کس طرح ممکن ہوگا؟ وہ کہنے لگا: میں تجھے طلاق دیتا رہوں گا۔ جب تیری عدت کی مدت ختم ہونے والی ہوگی پھر تجھ سے رجوع کر لیا کروں گا۔ اس پر عورت نے جا کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ کہہ سنایا، آپ ﷺ سن کر خاموش ہو گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی یہ آیت اتار دی، ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ (الخ) یعنی وہ طلاق جس میں رجوع کرنا درست ہے وہ دو مرتبہ ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال 2: طلاقیں تین ہیں اور طلاق کے بعد رجوع کا حق صرف دو بار تک محدود کر دیا گیا، اس حکم کی وضاحت ﴿اَلطَّلَاقُ ... بِاِحْسَانٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ ''(رجعی) طلاق دو بار ہے'' اللہ تعالیٰ نے مرد کو صرف تین طلاقوں کا حق دیا اور رجوع کا حق صرف دو طلاقوں تک قائم رکھا۔ (مختصر ابن کثیر: 147/1)

(2) اس سے مراد ہے کہ وہ طلاق جس میں شوہر کو بیوی سے رجوع کرنے کا حق ہے وہ دو مرتبہ ہے کیونکہ تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع کی اجازت نہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کے حق کو اس لیے محدود کیا ہے کہ دور جاہلیت میں طلاق دینے کا حق غیر محدود تھا جس کی وجہ سے عورت کو نہ بسایا جاتا تھا، نہ آزاد کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس حق کو محدود کر کے ظلم کے دروازے بند کئے ہیں۔

(4) امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ایک باب کا عنوان اس طرح قائم فرمایا ہے کہ ''تین طلاقوں کے بعد مراجعت کے منسوخ ہونے کا بیان'' پھر انہوں نے بیان کیا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ﴾ ''اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں اور ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے پیٹوں میں پیدا کیا ہے'' (سورۃ البقرہ: 228) یہ اس وجہ سے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا تھا تو رجعت کا وہ زیادہ حقدار رہتا تھا اگرچہ اس نے تین طلاقیں دے دی ہوں پھر اسے منسوخ کر دیا گیا اور ارشاد ہوا ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ یعنی طلاق کا اختیار صرف دو بار ہے۔ (ابوداؤد: 2195)

(5) ﴿فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ ''پھر یا تو اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا نیکی کے ساتھ رخصت کر دینا ہے'' یعنی ایک اور دو طلاقوں کے بعد شوہر کو اختیار ہے کہ اگر اصلاح کی نیت سے بسانا چاہتا ہے تو بسا لے اور عدت کے اندر رجوع کر لے اور اگر چھوڑنا چاہتا ہے تو عورت عدت گزر جانے کے بعد خود بخود ہی جدا ہو جائے گی۔ اس لیے اس کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اچھا) سلوک کیا جائے، اس کی حق تلفی نہ کی جائے اور اسے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے۔ (مختصر ابن کثیر: 148/1)

(6) بھلائی یہ ہے کہ اس نے بیوی کو جو مال دیا ہے اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لے اس لیے کہ یہ ظلم ہے اور یہ کچھ دیئے بغیر مال لینے کے زمرے میں آئے گا۔

سوال 3: طلاق کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: (1) طلاق کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دو عادل گواہوں کی موجودگی میں عورت کو حالت طہر میں ایک بار طلاق دی جائے، وہ طہر ایسا ہو کہ شوہر نے اس میں بیوی سے جماع نہ کیا ہو۔

(2) اب اگر مرد چاہے تو دوسرے طہر میں طلاق دے دے ورنہ ایک ہی طلاق پر عدت گزر جائے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(3) یا پھر دوران حمل بیوی کو طلاق دی جائے۔

(4) حیض یا طہر کی حالت میں جماع کے بعد عورت کو طلاق دینا سنت کے خلاف ہے۔

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی بیوی (آمنہ بنت غفار) کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں (حالت حیض میں) طلاق دے دی۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ سے کہو کہ اپنی بیوی سے رجوع کر لیں اور پھر اپنے نکاح میں باقی رکھیں، جب حیض بند ہو جائے، پھر حیض آئے اور پھر بند ہو، تب اگر چاہیں تو اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھیں اور اگر چاہیں تو طلاق دے دیں (لیکن طلاق اس طہر میں) ان کے ساتھ جماع سے پہلے ہونی چاہئے۔ یہی (طہر کی) وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔'' (صحیح بخاری: 5251)

(6) طلاق دینے کا مسنون اور سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ مرد حالت طہر میں عورت کو ایک طلاق دے اور پوری عدت گزر جانے دے۔ اس صورت کو فقہی اصطلاح میں طلاق احسن کہتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دے اور دوسرے میں دوسری اور تیسرے میں تیسری دے دے۔ اس صورت کو حسن کہتے ہیں۔ پہلی صورت کا فائدہ یہ ہے کہ اگر عدت گزر جانے کے بعد بھی میاں بیوی آپس میں مل بیٹھنے پر رضامند ہوں تو تجدید نکاح سے یہ صورت ممکن ہے۔ (تیسیر القرآن: 174/1)

سوال 4: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ اور ﴿طَلَّقَتَانِ﴾ میں کیا فرق ہے؟

جواب: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ سے مراد ہے طلاق دو مرتبہ ہے اور ﴿طَلَّقَتَانِ﴾ سے مراد دو طلاقیں ہیں۔ دونوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرق ہے۔دومرتبہ سے مراد ایک نشست میں دو یا تین طلاقیں نہیں بلکہ ایک طلاق کے بعد سوچنے سمجھنے کا موقع ملے پھر اگلے موقع پر یعنی اگلے حیض کے بعد اگلی طلاق ہے۔

سوال 5: اگر پہلی مرتبہ کی طلاق سے ہمیشہ کی جدائی کا حکم دے دیا جاتا تو اس کا کیا نقصان ہوتا؟

جواب: اگر پہلی مرتبہ کی طلاق کے بعد ہمیشہ کی جدائی کا حکم دے دیا جاتا تو بہت زیادہ معاشرتی مسائل پیدا ہو جاتے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز اشیاء میں سب سے مبغوض چیز طلاق ہے۔'' (سنن ابی داؤد: 2178)

سوال 6: مہر واپس لینا حلال نہیں، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا يَحِلُّ ۔۔۔ شَيْـًٔا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ﴾ ''اور تمہارے لیے حلال نہیں'' اور تمہارے لیے یعنی شوہر کے لیے یہ حلال نہیں۔

(2) ﴿اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا﴾ ''کہ تم اس میں سے لے لو جو کچھ بھی تم نے ان کو (مہر میں) دیا ہے'' شوہر کے لیے مہر میں سے کچھ بھی لینا حلال نہیں ہے۔

(3) یعنی تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم انہیں اس قدر تنگی اور مشکل میں مبتلا کر دو کہ وہ تم سے جان چھڑانے کے لئے تمہارے دیئے ہوئے مہر یا اس کے کچھ حصے کو بطور فدیہ دینے کے لئے مجبور ہو جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ ''اور نہ ہی تم انہیں روکو کہ جو تم نے انہیں دیا ہے اس کا کچھ حصہ ان سے وصول کر و مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں'' (النساء:19) (المصباح المنیر: 482/1)

(4) امام ابوداؤد ناسخ اور منسوخ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انسان اپنی بیوی کا تمام مال کھا جاتا تھا، خواہ اس نے اسے دیا ہوتا، یا نہ دیا ہوتا اور یہ سمجھتا تھا کہ اس صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا، تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ کچھ لو اس مال میں سے جو تم نے اپنی عورتوں کو دیا ہے۔
(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطیؒ)

(5) مردوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ عورتوں کے مہر سے تھوڑا یا زیادہ کچھ بھی لیں۔ (واضح المیسر: 84)

(6) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اعلیٰ تعلیم دی ہے۔ ﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا﴾ ''اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بدلنے کا ارادہ کر لو اور تم نے ان میں سے ایک کو خزانہ تک دے دیا ہو تو بھی اس میں سے تم کچھ واپس نہ لو'' (النساء: 20)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)اگر عورت اپنی مرضی سے شوہر کو کچھ واپس کرنا چاہے تو شوہر کے لیے حلال ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا﴾''اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کر دیا کرو، پھر اگر وہ اس میں سے کوئی چیز تمہارے لیے چھوڑنے پر دل سے خوش ہو جائیں تو تم اس کو کھاؤ مزے دار، خوشگوار ہے۔''(النساء:4)

سوال 7: کس صورت میں خاوند کو حق مہر واپس لینے کی اجازت ہے، اس کی وضاحت ﴿اِلَّآ ... افْتَدَتْ بِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)خلع کی صورت میں خاوند کو حق مہر واپس لینے کی اجازت ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ﴾''مگر دونوں کو خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے''یعنی وہ حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے جو حسن معاشرت کے حوالے سے ان پر واجب ہیں۔(فتح القدیر:302/1)اس میں معروف کے ساتھ خلع کا بیان ہے(جس میں شوہر کو معاوضہ لے کر طلاق دینے کی اجازت ہے۔)

(2)خلع سے مراد ہے ایک عورت کا اپنے شوہر کو کچھ دے دلا کر طلاق حاصل کرنا۔(مستدرک حاکم)اس کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کو اس کی عادات یا جسمانی بدصورتی کی وجہ سے ناپسند کرتی ہو اور ڈرتی ہو کہ وہ شوہر کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کر سکے گی تو وہ خلع کے ذریعے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔

(3)﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾''پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے جو عورت (خلع کے) فدیہ میں دے''خلع کی صورت میں نہ تو عورت کے لیے مہر واپس کرنے میں کوئی حرج ہے اور نہ مرد کے لیے اسے قبول کرنے میں کوئی مضائقہ۔(المصباح المنیر:483/1)

(4)عورت شوہر سے علیحدہ ہونا چاہے تو شوہر عورت سے اپنا دیا ہوا مہر واپس لے سکتا ہے۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ثابت بن قیس کی دین داری اور اخلاق میں عیب نہیں نکالتی بلکہ مجھے مسلمان ہو کر شوہر کی ناشکری کے گناہ میں مبتلا ہونا پسند نہیں۔''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا:''کیا تم ثابت کا(مہر میں)دیا ہوا باغ واپس کرنے کو تیار ہو؟''عورت نے عرض کیا:''ہاں!''چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا:''اپنا باغ واپس لے لو اور اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق دے دو۔'' (صحیح بخاری:5273)

سوال8: شوہر اگر علیحدگی قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو عورت خلع کیسے لے سکتی ہے؟

جواب: اگر شوہر علیحدگی قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر کو طلاق دینے کا حکم دے گی۔

سوال9: اگر شوہر عدالت کا حکم نہ مانے تو عورت خلع کیسے لے سکتی ہے؟

جواب: اگر شوہر عدالت کا حکم نہ مانے تو ایسی صورت میں عدالت نکاح فسخ کر دے گی۔

سوال10: کیا عورت بغیر کسی معقول عذر کے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

جواب: (1) عورت بغیر کسی معقول عذر کے طلاق کا مطالبہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکتی۔ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت نے بغیر وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق مانگی، اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔'' (ترمذی:1187)

(2) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''(بلاوجہ) خلع حاصل کرنے والی عورتیں منافق ہیں۔'' (ترمذی:1186)

سوال11: خلع کی عدت کتنی ہے؟

جواب: سیدنا ربیع بنت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اپنے شوہر سے خلع لی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ ایک حیض عدت گزارے۔ (ترمذی:1185)

سوال12: اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھنا ظلم ہے، اس کی وضاحت ﴿تِلْكَ ... هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں'' اللہ تعالیٰ کی حدود سے مراد احکام نکاح اور فراق ہیں۔

(2) ﴿فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ ''چنانچہ ان سے آگے نہ بڑھو'' اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے نہ بڑھو یعنی حلال سے تجاوز کر کے حرام کی طرف نہ جاؤ، احسان سے تجاوز کر کے برائی کی طرف نہ جاؤ اور معروف سے تجاوز کر کے منکر کی طرف نہ جاؤ۔ (ایسر التفاسیر:191)

(3) ﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں'' جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے لیے پیش کر کے ظالموں میں سے ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو شدید عذاب کا مستحق بنا لیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) اللہ تعالیٰ کی حدود سے نکل جانے والا اپنی بیوی کا مال ہتھیا کر اس پر ظلم کرتا ہے اور اس کی زندگی کو تنگ کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ وہ اپنے بچوں پر اور رشتہ داروں پر ظلم کرتا ہے اس طرح کہ وہ اپنے تعلق کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اور بیوی کے رشتے دار تو مالی، ذہنی اور معاشرتی ہر طرح کی اذیتیں برداشت کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے کی وجہ سے ممکن ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حدود کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا وہ حلال ہے، جو حرام کیا وہ حرام ہے اور جن چیزوں سے خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہیں، تم اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی قبول کرو اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے۔'' (صحیح: 2256)

(5) ظلم کی تین اقسام ہیں: (i) بندے کا ان معاملات میں ظلم کا ارتکاب کرنا جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہیں۔ (ii) بندے کا ظلم اکبر یعنی شرک کا ارتکاب۔ (iii) بندے کا ان معاملات میں ظلم کا ارتکاب جو اس کے اور لوگوں کے درمیان ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک کو توبہ کے بغیر نہیں بخشتا اور حقوق العباد کو اللہ تعالیٰ بالکل نہیں چھوڑے گا (بلکہ ایک دوسرے کو بدلہ دلوایا جائے گا) اور وہ ظلم جو بندے اور اس کے مابین ہے اور شرک سے کم تر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت پر منحصر ہے۔ (تفسیر سعدی: 279/1)

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ

''پھر اگر وہ اسے (تیسری مرتبہ) طلاق دے دے تو وہ اس کے بعد اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک وہ اس کے علاوہ کسی

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا

دوسرے شوہر سے نکاح (نہ) کرے، پھر اگر وہ (دوسرا شخص) اس کو طلاق دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں آپس

إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ

میں رجوع کر لیں اگر وہ دونوں سمجھیں کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی

يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾

حدود ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں'' (230)

سوال 1: تیسری طلاق کے بعد شوہر کو رجوع کا حق نہیں، اس حکم کی وضاحت ﴿فَإِنْ ... غَيْرَهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ﴾ ''پھر اگر وہ اسے (تیسری مرتبہ) طلاق دے دے تو وہ اس کے بعد اس کے لئے حلال نہ ہوگی'' یعنی اگر کوئی مرد مختلف اوقات میں دو طلاقوں کے بعد اپنی بیوی کو تیسری بار طلاق دے دے تو وہ اس کے لیے حرام ہو جائے گی۔

(2)﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ ''جب تک وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح (نہ) کرے'' یعنی جب تک وہ عورت دوسرے شوہر سے صحیح نکاح نہ کرے اور وہ اس سے جماع نہ کرے۔

(3) طلاق کے بعد ایک عورت اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں رہتی۔

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تھیں، ان کی بیوی نے دوسری شادی کر لی، پھر دوسرے شوہر نے بھی (جماع سے پہلے) انہیں طلاق دے دی۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: ''کیا پہلا شوہر اب ان کے لیے حلال ہے (کہ ان سے دوبارہ شادی کر لیں)؟'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''نہیں یہاں تک کہ وہ یعنی شوہر ثانی اس کا مزہ چکھے جیسا کہ پہلے نے چکھا تھا۔'' (صحیح بخاری:5261)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رفاعہ قرظی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور طلاق رجعی نہیں دی۔ اس کے بعد ان سے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہا نے نکاح کر لیا، لیکن وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں رفاعہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی لیکن انہوں نے مجھے تین طلاقیں دے دیں۔ پھر مجھ سے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہما نے نکاح کر لیا، لیکن اللہ کی قسم! ان کے پاس تو پلو کی طرح کے سوا اور کچھ نہیں (مراد یہ کہ وہ نامرد ہیں) اور انہوں نے اپنے چادر کا پلو پکڑ کر بتایا (راوی نے بیان کیا کہ) ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور سعید بن العاص کے لڑکے خالد حجرہ کے دروازے پر تھے اور اندر داخل ہونے کی اجازت کے منتظر تھے۔ خالد بن سعید اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آواز دے کر کہنے لگے کہ آپ اس عورت کو ڈانٹتے نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کس طرح کی بات کہتی ہے اور نبی کریم ﷺ نے تبسم کے سوا اور کچھ نہیں فرمایا۔ پھر فرمایا: ''غالباً تم رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہو لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک تم ان کا (عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا) مزہ نہ چکھ لو اور وہ تمہارا مزہ نہ چکھ لیں۔'' (بخاری:6084)

(6) اگر کوئی اس سے بلا نکاح کے صحبت کر لے یا ملک یمین کے طور پر صحبت کر لے تو سابق شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی کیونکہ صحبت کرنے والا اس کا شوہر نہیں تھا۔ اسی طرح اگر صحیح نکاح کرے مگر دوسرا شوہر کسی وجہ سے اس سے صحبت سے باز رہے تو بھی سابق شوہر کے لئے حلال نہیں ہے۔ (السراج المنیر: 149/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: تیسری بار طلاق کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے کب حلال ہوتی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا .. يَّعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا﴾ ''پھر اگر وہ (دوسرا شخص) اس کو طلاق دے'' یعنی اگر عورت طلاق کے بعد اپنی آزاد مرضی سے، گھر والوں کی اجازت سے کہیں اور نکاح کر لیتی ہے لیکن پھر نباہ نہیں ہوتا اور دوسرا شوہر اسے طلاق دے دیتا ہے اور عورت کی عدت پوری ہو جاتی ہے۔

(2)﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ﴾ ''تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں آپس میں رجوع کر لیں'' تو ان دونوں پر یعنی پہلے شوہر اور اس کی بیوی پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے رجوع کر کے نکاح کر لیں یعنی باہمی رضامندی سے کیونکہ تراجعا سے دونوں کا رجوع مراد ہے۔

(3)﴿اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ﴾ ''اگر وہ دونوں سمجھیں کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود قائم رکھ سکیں گے'' اور اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر اور بیوی پچھلے رویوں پر شرمندہ ہوں جن کی وجہ سے جدائی ہوئی اور یہ پختہ عزم کریں کہ اپنے رویوں میں تبدیلی لا کر ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں گے تو ایک دوسرے سے رجوع کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ طلاق کے بعد دوسری بار اپنے شوہر کے لیے حلال ہو جانا اسی طرح جائز ہے کسی سازشی نکاح سے نہیں۔

(4) اگر انہیں یہ گمان ہو کہ گزشتہ رویے برقرار رہیں گے تو پھر ان پر گناہ ہوگا۔

(5)﴿وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں'' یعنی اس کی شریعت ہے جس کو اس نے مقرر فرمایا۔

(6)﴿يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''جنہیں وہ ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ علم والوں کے لیے اپنی حدود کو واضح فرماتا ہے۔ علم والے خود بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔

(7) اس آیت میں علم والوں کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کا علم حاصل کریں اور ان کو سمجھیں۔

سوال3: حلالہ کرنا اور کرانا کیسا عمل ہے؟

جواب:(1) حلالہ کرنا اور کرانا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر لعنت کی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گودنے اور گودانے والی پر اور بالوں کو (بڑا کرنے کے لیے) جوڑنے والی اور جوڑوانے والی پر اور سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور حلالہ کرنے پر اور جس کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حلالہ کیا جائے اس پر لعنت فرمائی ہے۔(نسائی:3445)

(2) نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آکر اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور اس کے بھائی نے اس سے مشورہ کیے بغیر اس سے نکاح کر لیا، تا کہ اپنے بھائی کے لیے اسے حلال کر دے تو کیا اس طرح وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی؟ انہوں نے فرمایا: نہیں وہ حلال نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس صورت میں عورت صرف نکاح رغبت سے ہی حلال ہوتی ہے۔ یہ صورت جو تم نے بیان کی ہے اسے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زنا شمار کرتے تھے۔(مستدرک حاکم:2806)

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے پاس کوئی حلالہ کرنے والا یا کروانے والا لایا گیا تو میں ان دونوں کو رجم کروا دوں گا۔(مصنف ابن ابی شیبہ:17074)

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ

"اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو اچھے طریقے سے انہیں روک لو یا اچھے طریقے سے انہیں

بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

چھوڑ دو اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو کہ تم زیادتی کرو اور جو ایسا کرے تو یقیناً اس نے اپنی جان پر ظلم کیا

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۚ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ

اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اور جو کتاب وحکمت میں سے اس نے تم پر نازل کیا،

الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ع 29 3 13

وہ تمہیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے" (231)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر رحمہ اللہ نے عوفی کے ذریعے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا، پھر عدت پوری ہونے کے بعد اس سے رجوع کر لیتا تھا، اس کے بعد پھر اسے طلاق دے دیتا تھا، اسی طرح اس کو نقصان پہنچاتا اور لٹکائے رکھتا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔(تفسیر طبری)

سوال 2: مطلقہ سے حسن سلوک کے حکم کی وضاحت ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے مردوں کو مطلقہ سے حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ﴾''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو''یعنی جب آپ اپنی بیویوں کو ایک یا دو رجعی طلاق دے چکو۔

(2)﴿فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ﴾''پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں''پھر وہ اپنی عدت پوری کرنے کے قریب ہوں۔

(3)﴿فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾''تو اچھے طریقے سے انہیں روک لو''اچھے طریقے سے روکنے سے مراد ہے کہ بسانے کے لیے رجوع کریں اور ان کے حقوق پورے کریں۔

(4)﴿اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾''یا اچھے طریقے سے انہیں چھوڑ دو''اچھے طریقے سے چھوڑنے سے مراد ہے کہ رجوع کیے اور نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیں اور اس کا حق یعنی مہر،اس کو تحائف میں جو کچھ دے چکے ہوں،اس کا جہیز،اس کی جائیداد اور اس کے علاوہ کچھ دے دلا کر باعزت طریقے سے رخصت کریں جیسے کسی مہمان کو رخصت کیا جاتا ہے۔

(5)﴿وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا﴾''اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو کہ تم زیادتی کرو''انہیں دکھ پہنچانے کے لیے نہ روکو کہ ان پر زیادتی کرو۔ابتداء اسلام میں لوگ عورتوں کو طلاق دے دیا کرتے تھے،پھر جب ان کی عدت قریب الختم ہوتی تو رجوع کر لیا کرتے تھے۔یہی سلسلہ جاری رکھتے تھے۔نہ اس غریب کو بساتے تھے اور نہ چھوڑتے ہی تھے کہ کسی اور سے نکاح کر لے بلکہ اسے دکھ پہنچانے کے لئے اس کی مدت عدت طویل سے طویل بنانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بے جا حرکت سے منع فرمایا۔(السراج المنیر :150/1)

(6)﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾''اور جو ایسا کرے تو یقیناً اس نے اپنی جان پر ظلم کیا''یعنی اپنی بیوی کو نقصان پہنچائے یا اسے حق نہ دے تو نقصان اسی کی طرف لوٹے گا جس نے نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔

(7)جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے لیے پیش کر کے ظالموں میں سے ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو شدید عذاب کا مستحق بنا لیتا ہے۔اس طرح وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔

(8)﴿وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا﴾''اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق نہ بناؤ''اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ رجوع محض ان کو ستانے اور نقصان پہنچانے کی غرض سے نہ ہو کیونکہ ایسا کرنا ظلم و زیادتی اور احکام الٰہی سے مذاق کرنا ہے۔

(9)سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی مسند میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آدمی طلاق دیتا تھا پھر اس کے بعد کہتا کہ میں تو کھیل رہا ہوں اور غلام کو آزاد کرتا اور کہتا کہ میں مذاق کر رہا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مذاق نہ سمجھو۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطیؒ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین کام ایسے ہیں جو چاہے سنجیدگی سے کئے جائیں یا مذاق کی نیت سے وہ نافذ العمل ہوتے ہیں۔ نکاح، طلاق اور بیوی سے رجوع کرنا۔'' (ابوداؤد: 2194، ترمذی: 1184)

(11) اللہ تعالیٰ کے احکامات کی فرماں برداری نہ کرنا دراصل ان کا مذاق اڑانا ہے مثلاً بیوی کو نقصان پہنچانے کی خاطر روکنا یا جدا رکھنا یا تین طلاق ایک ہی بار دینا جب کہ اللہ تعالیٰ نے الگ الگ طلاق دینے کا طریقہ مقرر فرمایا ہے۔

(12) ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتوں کو یاد رکھو کہ اس نے ہدایت اور روشن نشانیوں کے ساتھ اپنا آخری رسول تمہاری طرف بھیجا اور تمہیں اسلام جیسی عظیم نعمت دی۔

(13) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو زبان سے یاد کرنے کے لیے اس کی حمد وثنا کرو، دل سے یاد کرنے کے لیے اقرار کرو اور اعضاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصروف رہو۔

(14) ﴿وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ ''اور جو کتاب وحکمت میں سے اس نے تم پر نازل کیا، وہ تمہیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے'' اس نے تم پر کتاب وسنت اتاری، اپنی مہربانی سے احکام سکھائے، کچھ باتوں سے باز رہنے کا حکم فرمایا اور گناہوں پر عذاب کی دھمکی دی۔ (السراج المنیر: 151/1)

(15) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کے احکامات کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے بچو۔

(16) اللہ تعالیٰ نے اپنے سے ڈرنے کا حکم دیا ہے تاکہ لوگ اس کی نافرمانی سے بچ جائیں۔ قرآن کریم کا اسلوب حکیمانہ اور خاص انداز بیان ہے کہ ہر قانون کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا خوف اور آخرت کا حساب یاد دلایا جاتا ہے۔ قرآن کریم قانون کو دنیا کے قوانین تعزیرات کی طرح بیان نہیں کرتا بلکہ مربیانہ انداز میں اس کی حکمت اور مصلحت کی وضاحت کرتا ہے جس کی وجہ سے کوئی ان جرائم پر اقدام کر ہی نہیں سکتا۔

(17) ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' یعنی تمہارے ظاہری اور باطنی معاملات میں سے کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ وہ تمہارے تمام اعمال کو خوب جاننے والا ہے اور ان ہی کے مطابق تمہیں جزا اور سزا دے گا۔

(18) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم کا شعور دلا کر زمینی اور گھریلو مسائل کے ساتھ اپنے گہرے تعلق کا اظہار کیا ہے کہ خوب جان لو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ مومن اسی علم الٰہی کے شعور سے زیادتیاں کرنے سے بچ سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کر لیں جب وہ اچھے

تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

طریقے سے آپس میں راضی ہو جائیں یہ ہے جس کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت

الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

پر ایمان رکھتا ہے۔ یہی تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ اور صاف ستھرا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو'' (232)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کے زمانے میں اپنی بہن کی شادی ایک مسلمان شخص سے کر دی۔ وہ اس کے یہاں کچھ عرصے تک رہیں، پھر اس نے انہیں ایسی طلاق دی کہ اس کے بعد ان سے رجوع نہ کیا یہاں تک کہ عدت کی مدت ختم ہو گئی۔ پھر دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی خواہش و چاہت پیدا ہوئی اور (دوسرے) پیغام نکاح دینے والوں کے ساتھ اس نے بھی پیغام نکاح دیا۔ معقل رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: بیوقوف! میں نے تمہاری شادی اس سے کر کے تیری عزت افزائی کی تھی پھر بھی تو اسے طلاق دے بیٹھا، قسم اللہ کی! اب وہ تمہاری طرف زندگی بھر کبھی بھی لوٹ نہیں سکتی، اور اللہ کو معلوم تھا کہ اس شخص کو اس عورت کی حاجت و خواہش ہے اور اس عورت کو اس شخص کی حاجت و چاہت ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ﴾ سے ﴿وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ تک نازل فرمائی۔ جب معقل رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی تو کہا: اب اپنے رب کی بات سنتا ہوں اور اطاعت کرتا ہوں (یہ کہہ کر) بلایا اور کہا: میں تمہاری شادی (دوبارہ) کیے دیتا ہوں اور تجھے عزت بخشتا ہوں۔ (ترمذی:2981)

سوال 2: عورت کے ولی کو نکاح میں مزاحمت نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت اس کے بارے میں ہے جو اپنی عورت کو ایک یا دو طلاقیں دے دیتا ہے پھر اس کی عدت گزر جاتی ہے پھر دونوں باہمی رضامندی سے نیا نکاح کرنا چاہتے ہیں لیکن عورت کے ولی مزاحمت کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں مزاحمت سے منع فرمایا ہے۔(مختصر ابن کثیر:151/1)

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ﴾''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو ایک یا دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں یعنی عدت پوری ہو جائے۔

(3)﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾''تو ان کو نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کر لیں جب وہ اچھے طریقے سے آپس میں راضی ہو جائیں''شوہر اور بیوی دونوں سچے دل سے ازدواجی زندگی کا آغاز کرنا چاہیں تو اسلام کا موقف یہ ہے کہ اولیاء طلاق پر غصے اور نفرت کی وجہ سے میاں بیوی کو تجدید نکاح سے نہ روکیں۔عدت ختم ہونے کے بعد عورت کو دوسرے نکاح کا حق حاصل ہے اور یہ جائز اور درست نہیں کہ تم ان کے نکاح میں روڑے اٹکاؤ اور ان کو مشکلات میں ڈالو۔(سراج البیان:86/1)

(4)اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''عورت عورت کا نکاح نہ کرائے اور نہ عورت خود اپنا نکاح کرے،پس بدکار وہی عورت ہے جو اپنا نکاح خود کرتی ہے۔'' (ابن ماجہ:1882)

(5)﴿ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ﴾''یہ ہے جس کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے''یعنی نکاح سے روکنے اور مشکل میں ڈالنے سے بچنے کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے۔

(6)﴿مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾''اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے''یہ نصیحت ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی وعیدوں پر،اس کے عذابوں پر اور جزا و سزا پر یقین رکھتے ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ متقی مومن ہی رسم و رواج اور غیرت کو بالائے طاق رکھ کر اللہ تعالیٰ کی شریعت کے آگے جھکتے ہیں۔

(7)﴿ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ﴾''یہی تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے''یہ عمل یعنی نکاح میں رکاوٹ ڈالنے سے بچنا تمہارے لیے زیادہ نفع مند ہے۔

(8)﴿وَاَطْهَرُ﴾''اور صاف ستھرا ہے''یعنی گناہوں کی گندگی سے بچنے کے لیے۔(تفسیر بیضاوی:524,523/1)یعنی عورت کا نکاح کی تجدید کرنا تمہارے لیے اس سے زیادہ پاک اور نفع مند ہے جو عورت کا ولی سمجھتا ہے(یعنی نکاح نہ کرنا درست اور نکاح سے روکنا پہلی طلاق کا انتقام ہے۔)

(9)اس سے مراد یہ ہے کہ اگر آپ شوہر اور بیوی کے دوبارہ نکاح کے لیے رکاوٹ نہیں بنو گے تو آپ کے دلی معاملات پاکیزہ رہیں گے،تلخی مٹ جائے گی اور بدگمانیاں ختم ہو جائیں گی۔ظاہری طور پر بھی پاکیزگی ملے گی اور معاملات سنور جائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہارے لیے بہترین تزکیہ اور پاکیزگی کا ذریعہ یہی ہے۔

(10)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس چیز میں لوگوں کے لیے نفع اور اصلاح ہے۔

(11)﴿وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور تم نہیں جانتے'' تم تو اپنی لاعلمی کو بھی نہیں جانتے۔

(12) یعنی اگر ولی سمجھتا ہے کہ نکاح نہ کرنے میں شوہر اور بیوی کی مصلحت ہے تو اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو کیونکہ وہ تمہارا بھلا چاہتا ہے، تمہارے بھلے کا تم سے زیادہ علم رکھتا ہے، تمہارے مصالح پر قادر ہے اور ان کو تمہارے لیے آسان بناتا ہے۔

سوال 3: کیا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا؟

جواب: (1) ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ﴾ ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ (صحیح الجامع) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت اپنے ولی کے بغیر نکاح کرتی ہے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔ اگر اس سے صحبت ہوئی ہے تو اس کی شرم گاہ کے حلال کرنے کے عوض اس کے لئے حق مہر ہے۔ اگر وہ اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہیں بادشاہ اس کا ولی ہے۔'' (جامع ترمذی: 1102)

(2) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عورت کے ولیوں کو عورت پر جبر کرنے کی اجازت نہیں۔ عورت کی رضامندی کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

سوال 4: اگر ولی عورت کی رضامندی کے بغیر زبردستی نکاح کر دے تو اسلام عورت کو کیا حق دیتا ہے؟

جواب: اگر عورت کا ولی زبردستی نکاح کر دے تو اسلام عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کروالے۔

سوال 5: اگر ولی زبردستی کرے اور لڑکی کے مفادات کے مقابلے میں اپنے مفادات کو ترجیح دے تو اسلام عورت کو کیا حق دیتا ہے؟

جواب: اسلام عدالت کے ذریعے ایسے ولی کو حق ولایت سے محروم کر کے دور کے ولی کے ذریعے یا عدالت خود ولی بن کر اس عورت کے نکاح کا فرض انجام دے گی۔

سوال 6: اگر ولی آپس میں لڑ پڑیں تو عورت کا ولی کون ہوگا؟

جواب: ولی آپس میں لڑ پڑیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہیں بادشاہ اس کا ولی ہے۔'' (جامع ترمذی: 1102)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 7: ولیوں کے آپس میں لڑنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ولیوں کے آپس میں لڑنے سے مراد ایسے جھگڑے کرنا ہے جس کی وجہ سے بالغ لڑکی کے نکاح میں رکاوٹ آجائے۔

سوال 8: اگر کوئی عدالت لڑکی کے حق میں محض اس لیے فیصلہ کردے کہ وہ بالغ ہے اور اس کی رائے یا فیصلہ اس کے باپ کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے تو ایسے فیصلے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: اگر کوئی عدالت لڑکی کے حق میں محض اس لیے فیصلہ کردے کہ وہ بالغ ہے اور اس کی رائے یا فیصلے کو اس کے باپ کے مقابلے میں زیادہ صحیح قرار دے تو ایسے فیصلے غیر صحیح ہیں۔ عدالتوں کو خیر خواہ والدین کے حق ولایت کو ختم نہیں کرنا چاہئے۔

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ

''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ رکھے کہ رضاعت کی مدت کو پورا کرے

الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

اور باپ کے ذمے ان عورتوں کو معروف کے مطابق کھانا اور کپڑے دینا ہے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ

جاتی، نہ کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ

اور یہی ذمہ داری وارث پر بھی ہے، پھر اگر دونوں باہمی رضامندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانے کا ارادہ کریں تو بھی

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا

ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اور اگر تم ارادہ کرلو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں جب معروف طریقے کے مطابق

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

جو دینا ہو وہ تم ان کو پورا ادا کردو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان رکھو یقیناً جو بھی تم کرتے ہو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' (233)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: دوسال تک دودھ پلانے کے حکم کی وضاحت ﴿وَالْوَالِدٰتُ ... الرَّضَاعَةَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ﴾ ''اور مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں'' اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔

(2) اس سے معلوم ہوا کہ بچے کو دودھ پلانا ماں پر فرض ہے خصوصاً جب بچہ اس کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ پینے کے لیے تیار نہ ہو۔ (ابن کثیر، قرطبی، اشرف)

(3) ﴿حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ ''پورے دوسال'' حول کا لفظ سال یا سال کے بڑے حصے کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا: ﴿كَامِلَيْنِ﴾ پورے دوسال۔

(4) دودھ انسان کی پہلی خوراک ہے جس سے بچے کے ہونٹ آشنا ہوتے ہیں اور یہ پہلی غذا ہے جو تولید لحم ودم میں بیشتر حصہ لیتی ہے۔ اگر اسے زیادہ عرصہ تک جاری رکھا جائے تو بعض اعضاء نشوونما سے بالکل رک جائیں گے اور بچہ باوجود بڑھنے کے اور بڑا ہونے کے کمزور وناتواں رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حیوانات بھی دوسال سے زیادہ بچوں کو دودھ نہیں پلاتے۔ امکان یہ تھا کہ ماں بتقاضائے محبت رضاعت کو زیادہ وسیع کردے۔ اس لیے قرآن حکیم نے جو بجائے خود شفائے کامل ہے دوسال کی تحدید کردی۔ (سراج البیان: 87/1)

(5) ﴿لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ ''یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ رکھے کہ رضاعت کی مدت کو پورا کرے'' یعنی اگر ماں باپ دونوں باہمی مشورہ سے دوسال سے پہلے ہی دودھ چھڑانا چاہیں مثلاً یہ کہ ماں کا دودھ اچھا نہ ہو اور بچے کی صحت خراب رہتی ہو یا اگر ماں باپ کے نکاح میں ہے تو اس کی صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ماں کو اس دوران حمل ٹھہر جائے اور بچہ کو دودھ چھڑانے کی نوبت پیش آئے تو ایسی صورت میں دونوں پر کچھ گناہ نہ ہوگا اور یہ ضروری نہ رہے گا کہ بچہ کو ضرور دوسال دودھ پلایا جائے۔ (تیسیر القرآن: 187/1)

(6) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی یہ راہ نمائی فرمائی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو پوری مدت تک، جو کہ دوسال ہے، دودھ پلائیں، اس کے بعد رضاعت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ ''یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ رکھے کہ رضاعت کی مدت کو پورا کرے'' یعنی اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہوگی جو دوسال کے اندر اندر ہو اور اگر بچے نے دوسال سے زیادہ عمر میں دودھ پیا تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ (المصباح المنیر: 491/1)

(7) رضاعت کی مدت کے اندر کوئی بچہ کسی عورت کا اس طریقے سے دودھ پی لے جس سے رضاعت ثابت ہوجاتی ہے تو ان کے درمیان رضاعت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو آنتیں بھر دے اور دودھ چھڑانے سے پہلے ہو۔'' (ترمذی: 1152) ایک روایت میں ہے کہ رضاعت دودھ چھڑانے کے بعد نہیں، یتیمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلوغت کے بعد نہیں۔(مسند طیالسی)

(8) اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ ''اور اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے۔'' (الاحقاف:15) ان دونصوص سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت 6 ماہ ہے۔ اس مدت میں بچے کا پیدا ہونا ممکن ہے۔

(9) جو دو سال سے کم دودھ پلانا چاہے اس کے لئے گنجائش ہے۔ رضاعت کی مدت کی تکمیل ضروری نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی بچہ کا دودھ چھڑایا جاسکتا ہے۔(ابن کثیر)

سوال 2: دودھ پلانے کی اجرت کا کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿وَعَلَى ... وُسْعَهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''اور باپ کے ذمے ان عورتوں کو معروف کے مطابق کھانا اور کپڑے دینا ہے'' بچے کے باپ پر دودھ پلانے والی ماں کا نان ونفقہ اور لباس واجب ہے۔ یہ دودھ پلانے کی اجرت ہے۔

(2) ﴿بِالْمَعْرُوْفِ﴾ معروف کے مطابق یعنی باپ کے حسب حال جتنی اس کی تنگی یا وسعت ہو۔(ایسر التفاسیر:123,122)

(3) یہ حکم دودھ پلانے والی ماں خواہ وہ اس کے نکاح میں ہو یا طلاق یافتہ، دونوں کو شامل ہے۔

(4) ﴿الْمَوْلُوْدِ لَهٗ﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد دلالت کرتا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی ملکیت ہوتا ہے کیونکہ وہ اسی کو عطا کیا گیا ہے اور اس لیے کہ بیٹا درحقیقت باپ کا کسب ہے پس اسی لیے باپ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے بیٹے کا مال لے لے خواہ وہ راضی ہو یا نہ ہو اس کے برعکس ماں مال نہیں لے سکتی۔(تفسیر سعدی:285/1)

(5) ﴿لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی'' دین اسلام کا اصول ہے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ یہاں یہ بات اس حوالے سے کی گئی ہے کہ نہ کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا﴾ ''لازم ہے کہ خوش حال اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اُسے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے۔'' (الطلاق:7)

(6) یعنی کسی غریب کو مال دار جیسا نان ونفقہ دینے کا پابند نہیں کیا جائے گا اور نہ ایسے شخص کو جس کے پاس نان ونفقہ دینے کے لیے کچھ نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: طلاق ہوجانے کی صورت میں دودھ پیتے بچے اور ماں کی کفالت کے مسئلے کو اللہ تعالیٰ نے کیسے حل کیا ہے؟

جواب: طلاق ہوجانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کو مطلقہ عورت اور دودھ پیتے بچے کی کفالت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

سوال 4: طلاق یافتہ والدہ کا کیا حق ہے؟

جواب: (1) بچے کا باپ نان ونفقہ اور لباس معروف طریقے سے فراہم کرے۔

(2) بچے کی ماں سے حسن سلوک کیا جائے۔

سوال 5: اگر عورت مرد کے نکاح میں ہے کیا اس وقت عورت کو رضاعت کی اجرت دینا واجب ہے؟

جواب: یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جب تک عورت مرد کے نکاح میں ہے اس وقت تک عورت کو رضاعت کی اجرت دینا واجب نہیں سوائے نان ونفقہ اور لباس کے۔ نان ونفقہ اور لباس بھی مرد کے حسب حال اور حیثیت کے مطابق ہے۔

(تفسیر سعدی: 285/1)

سوال 6: بچہ کی وجہ سے ماں اور باپ کو نقصان نہ پہنچایا جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿لَا تُضَآرَّ ... بِوَلَدِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بچے کی وجہ سے نہ ماں کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو۔ فرمایا: ﴿لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا﴾ ''نہ کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے'' ماں کو تکلیف پہنچانے سے مراد ہے کہ ماں کو دودھ پلانے سے روک دیا جائے یا ماں کو نان ونفقہ، لباس اور اجرت وغیرہ جیسے واجبات ادا نہ کیے جائیں اور اسے زبردستی دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے۔

(2) یونس نے زہری سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ باپ اپنے بچے کی وجہ سے ماں کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس کی صورت یہ ہے مثلاً باپ ماں کو دودھ پلانے سے روکے اور خواہ مخواہ کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کرے۔

(صحیح بخاری: کتاب النفقات، باب 5)

(3) ﴿وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ﴾ ''اور نہ ہی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے'' یعنی باپ کو نقصان پہنچانے کے لیے ماں بچے کو دودھ پلانے سے انکار کردے یا اس اجرت سے زیادہ مطالبہ کرے جتنا اس کا حق ہے اور اسی طرح کے مزید نقصانات ہیں۔

سوال 7: وارث کی ذمہ داری کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ﴾ ''اور یہی ذمہ داری وارث پر بھی ہے'' باپ کے وفات پا جانے کے بعد یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذمہ داری وارثوں کی ہے کہ وہ بچے کی ماں کے حقوق صحیح طریقے سے ادا کریں تا کہ بچے کی پرورش متاثر نہ ہو اور ماں کو بھی تکلیف نہ ہو۔(2) اگر باپ وفات پا جائے تو جو اس کی جگہ بچے کا ولی ہو اسے یہ حق ادا کرنا ہوگا۔

(3) جب بچے کا باپ بھی نہ ہو اور مال بھی نہ ہو تو بچے کے وارث پر دودھ پلانے والی کا نان ونفقہ واجب ہے جو باپ پر ہوتا ہے۔اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خوش حال قریبی رشتہ داروں پر واجب ہے کہ اپنے تنگ دست اقرباء کے نان و نفقے کا انتظام کریں۔(تفسیر سعدی:285/1)

سوال8: دوسال سے پہلے دودھ چھڑانے کی کیا شرط ہے،اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ...عَلَيْهِمَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) دوسال سے پہلے دودھ چھڑانے کی شرط یہ ہے کہ والد اور والدہ یا وارث اور والدہ باہمی رضامندی اور مشورے سے فیصلہ کریں۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا﴾ ''پھر اگر دونوں دودھ چھڑانے کا ارادہ کریں'' یعنی بچے کے ماں باپ دوسال سے پہلے ہی بچے کا دودھ چھڑوانا چاہیں۔

(2)﴿عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا﴾ ''باہمی رضامندی سے'' یعنی دونوں دودھ چھڑوانے پر راضی ہوں۔

(3)﴿وَتَشَاوُرٍ﴾ ''اور باہمی مشورے سے'' یعنی دونوں ماں باپ کا مشورہ کہ بچے کے لیے دودھ چھڑانا درست ہے یا نہیں۔

(4)﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾ ''تو بھی ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں'' اگر بچے کی مصلحت ہو اور دونوں راضی ہوں تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔

(5) اگر دونوں میں سے ایک راضی ہو یا بچے کی مصلحت نہ ہو تو دودھ چھڑانا جائز نہیں۔(تفسیر سعدی:285/1)

(6) ماں اپنی آزاد مرضی سے دوسال سے پہلے دودھ نہیں چھڑا سکتی۔ماں باپ باہمی مشورے سے دوسال سے پہلے مخصوص حالات میں دودھ چھڑا سکتے ہیں۔

سوال9: ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلوایا جا سکتا ہے،اس حکم کی وضاحت ﴿وَاِنْ...بِالْمَعْرُوْفِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ﴾ ''اور اگر تم ارادہ کر لو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ'' یعنی اگر تم نقصان پہنچائے بغیر بچے کی ماں کی بجائے کسی اور عورت سے دودھ پلوانا چاہو۔

(2)﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''تو تم پر کوئی گناہ نہیں جب معروف طریقے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق جو دینا ہو وہ تم ان کو پورا ادا کر دو'' یعنی اگر دودھ پلانے والی عورت کو معروف طریقے کے مطابق ان کی اجرت عطا کر دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔

(3) یعنی اگر ماں باپ اس پر راضی ہو جائیں کہ ماں کسی عذر سے دودھ نہیں پلا سکتی یا باپ کسی عذر سے دودھ نہیں پلوا سکتا اور دونوں کسی اور عورت سے دودھ پلوانے پر راضی ہوں اور باپ طلاق یافتہ ماں کو معروف کے مطابق اجرت ادا کر چکا ہو تو کسی اور عورت سے دودھ پلوانے میں کوئی گناہ نہیں۔ ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلانے کی اجازت ہے مگر اس صورت میں جب کہ معاوضہ معروف طریقے کے مطابق ادا کر دیا جائے۔

سوال 10: تقویٰ کے حکم کی وضاحت ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ... بَصِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

(2) ﴿وَاعْلَمُوْٓا﴾ ''اور جان رکھو'' یعنی اس کا علم حاصل کرنا چاہئے اور معرفت رکھنی چاہئے۔

(3) ﴿اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''یقینا جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے خاندان کی حفاظت کے لیے عورت اور بچے کے حقوق کی ادائیگی کے لیے اپنی صفت بصیر کا شعور دلا کر اپنی ذات سے ڈرایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اعمال کو دیکھنے کا شعور انسان کے اندر خوف پیدا کرتا ہے۔ اس کا تجربہ انسان روزے کی حالت میں کرتا ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا شعور انسان کو بھوک اور پیاس کے باوجود کھانے جیسی نعمت سے روک لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی شعور کو بیدار کر کے حقوق کی ادائیگی میں کمی سے روک رہے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ

''اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا

رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو جو کچھ وہ اپنی ذات کے بارے میں معروف طریقے سے کریں تم پر اس کا کوئی گناہ

فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

نہیں اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (234)

سوال 1: جس عورت کا شوہر وفات پا جائے اس کی عدت کا کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... اَشْهُرٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَّعَشْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جس عورت کا شوہر وفات پا جائے اس کی عدت کا حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

(2) ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ﴾ ''اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں'' یعنی جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی عمر ختم ہو جائے اور وہ وفات پا جائیں۔ (ایسر التفاسیر:124)

(3) ﴿وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ ''اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں'' اور وہ بیویاں چھوڑ جائیں۔

(4) ﴿يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾ ''وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں رکھیں'' شوہر کے وفات پا جانے کے بعد عورت پر فرض ہے کہ وہ چار ماہ دس دن عدت میں بیٹھے خواہ مرنے والے نے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔

(5) جب شوہر فوت ہو جائے تو عورت پر فرض ہے کہ وہ گھر میں چار مہینے دس دن ٹھہرے اور انتظار کرے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ چار ماہ کی مدت میں حمل واضح ہو جاتا ہے اور پانچویں مہینے میں بچہ پیٹ میں حرکت کرنے لگ جاتا ہے۔

(تفسیر سعدی:1/286)

(6) غیر مدخولہ کی عدت بھی یہی ہے کیونکہ عدت کی یہ آیت عام ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں مروی ہے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور پھر اس سے ہمبستری کرنے سے پہلے اور اس کا مہر متعین کرنے سے پہلے وہ انتقال کر گیا تو انہوں نے کہا: اس عورت کو پورا مہر ملے گا اور اس پر عدت لازم ہوگی اور اسے میراث سے حصہ ملے گا۔ اس پر معقل بن سنان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے بروع بنت واشق کے سلسلے میں اسی کا فیصلہ فرمایا۔ (ابوداؤد:2114) (7) اس عموم سے حاملہ عورتیں مخصوص ہیں کیونکہ ان کی عدت وضع حمل ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾ ''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تمہیں شک ہو تو اُن کی عدت تین ماہ ہے اور اُن کی بھی جنہیں ابھی تک حیض نہیں آیا اور حمل والی عورتوں کی عدّت یہ ہے کہ وہ وضعِ حمل کر دیں، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اُس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دے گا۔'' (الطلاق:4) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے بیان کیا کہ ان کے والد نے عمر بن عبداللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ تم سبیعہ بنت حارث اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے ان کے واقعہ کے متعلق پوچھو کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مسئلہ پوچھا تھا تو آپ نے ان کو کیا جواب دیا تھا؟ چنانچہ انہوں نے میرے والد کو اس کے جواب میں لکھا کہ سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی ہے کہ وہ سعد بن خولہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں تھیں۔ ان کا تعلق بنی عامر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن لوئی سے تھا اور وہ بدر کی جنگ میں شرکت کرنے والوں میں سے تھے۔ پھر حجۃ الوداع کے موقع پر ان کی وفات ہوگئی تھی اور اس وقت وہ حمل سے تھیں۔ سعد بن خولہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے کچھ ہی دن بعد ان کے یہاں بچہ پیدا ہوا۔ نفاس کے دن جب وہ گزار چکیں تو نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کے لیے انہوں نے اچھے کپڑے پہنے۔ اس وقت بنو عبدالدار کے ایک صحابی ابوالسنابل بن بعکک رضی اللہ عنہ ان کے یہاں گئے اور ان سے کہا، میرا خیال ہے کہ تم نے نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کے لیے یہ زینت کی ہے۔ کیا نکاح کرنے کا خیال ہے؟ لیکن اللہ کی قسم! جب تک (سعد رضی اللہ عنہ کی وفات پر) چار مہینے اور دس دن نہ گزر جائیں تم نکاح کے قابل نہیں ہوسکتیں۔ سبیعہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب ابوالسنابل نے مجھ سے یہ بات کہی تو میں نے شام ہوتے ہی کپڑے پہنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں، میں نے آپ سے مسئلہ معلوم کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں بچہ پیدا ہونے کے بعد عدت سے نکل چکی ہوں اور اگر میں چاہوں تو نکاح کر سکتی ہوں۔ (بخاری:3991)

(8) لونڈی کی عدت نصف یعنی دو ماہ اور پانچ دن ہے۔

(9) جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس کے لیے عدت میں سوگ منانا واجب ہے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی عورت کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے سوائے شوہر کے (کہ اس کا سوگ) چار مہینے دس دن کا ہے۔'' (بخاری:5334)

سوال 2: عدت وفات گزارنے والی کے کیا احکامات ہیں؟

جواب: (1) عدت وفات گزارنے والی شوہر کی وفات کے وقت جس گھر میں رہائش پذیر تھی اسی میں رہے گی۔ کسی حاجت یا ضرورت کے بغیر وہاں سے نہیں نکل سکتی۔ جیسا کہ بیماری کے وقت ہسپتال جانا، بازار سے ضرورت کی چیز (روٹی وغیرہ) خریدنے کے لیے جانا، جب کہ کوئی اور کام کرنے والا نہ ہو۔

(2) خوب صورت ملبوسات سے اجتناب کر کے عام لباس پہنے گی۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیوہ عورت سرمہ لگائے، نہ رنگا ہوا کپڑا پہنے اور نہ خوشبو استعمال کرے۔'' (صحیح بخاری:43,5342) عدت وفات کی زیب وزینت کی پابندیوں سے طلاق رجعی والی عورت مستثنیٰ ہے۔

(3) خوشبو کی تمام اقسام سے اجتناب کرے گی، ہاں حیض سے فارغ ہونے کے بعد خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔

(4) سونے، چاندی، ہیرے اور ہر قسم کے زیورات سے گریزاں رہے، چاہے ہار ہوں یا کنگن ہوں یا جیسے بھی ہوں۔

(5) سرمے کا استعمال بھی نہ کرے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سوگ منانے والی کو ان کاموں سے منع فرمایا ہے۔ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہ کہتے سنا کہ ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا: یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ! میری لڑکی کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے تو کیا وہ سرمہ لگا سکتی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا: ''نہیں'' دو تین مرتبہ (آپ ﷺ نے یہ فرمایا) ہر مرتبہ یہ فرماتے تھے کہ نہیں! پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ (شرعی عدت) چار مہینے اور دس دن ہی کی ہے۔ جاہلیت میں تو تمہیں سال بھر تک مینگنی پھینکنی پڑتی تھی (جب کہیں عدت سے باہر ہوتی تھی)۔'' (بخاری:5336)

(6) وہ جب چاہے پانی، صابن اور بیری کے پتوں سے غسل کر سکتی ہے۔ رشتہ دار ہوں یا غیر ان سے جب چاہے بات کر سکتی ہے۔ (7) اپنے محرموں کے ساتھ بیٹھ سکتی ہے، انہیں قہوہ اور کھانا وغیرہ پیش کر سکتی ہے۔

(8) اپنے گھر میں اور گھر کے باغیچہ میں اور چھت پر رات دن کام کر سکتی ہے۔ اسی طرح گھر کے سب کام جیسا کہ پکانا، سینا، پرونا، جھاڑو دینا، کپڑے دھونا اور جانوروں کا دودھ دوہنا وغیرہ۔ جو کام سوگ نہ منانے والی کرتی ہے وہ سب کام یہ بھی کر سکتی ہے۔ (9) اسی طرح دیگر عورتوں کی طرح رات کے وقت سفر بھی کر سکتی ہے۔

(10) اگر پاس کوئی غیر محرم نہ ہو تو سر سے کپڑا بھی ہٹا سکتی ہے۔ (ابن باز، مجموع الفتاوی والمقالات:185/22)

(11) بیوہ کا لباس: گھر میں کام کاج کرتے وقت جو کپڑے وہ پہنتی ہے وہی پہنے سرخ، سبز، سیاہ نیلگوں وغیرہ۔ لیکن خوب صورت اور زیب و زینت سے مرصع لباس جو التفات نظر کا موجب ہو نہیں پہن سکتی، نیز ایسا لباس بھی جو اجنبیوں کے پاس اور فنکشن وغیرہ میں پہنتی ہے۔ (ابن جبرین الفتاوی:3717)

(12) خوشبو کا استعمال: بیوہ عورت کے لیے درست نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے البتہ خوشبو اپنے بچوں یا مہمانوں کو پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ خود ان کی شریک کار نہ ہو۔ (ابن باز، مجموع الفتاوی والمقالات:204/22)

(13) ضرورت کے وقت سوگ منانے والی عورت کا غسل کرنا جائز ہے چاہے ہر روز ہو، جمعہ یا کسی اور دن کا تعین درست نہیں۔ (14) غسل کے لیے شیمپو استعمال کر سکتی ہے۔ (ابن جبرین الفتاوی:4117)

(15) عدت والی عورت کے لیے واجب ہے کہ حج کے لیے سفر نہ کرے، اس حالت میں اس پر حج لازم نہیں۔ (الفوزان المنتقی:299)

(16) گھر شفٹ کرنا: جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہے اگر اسے دوران عدت کسی ضرورت سے دوسرے گھر منتقل ہونا پڑ رہا ہے جیسا کہ تنہا اپنے گھر میں رہنے سے خوف محسوس کرتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں جس گھر منتقل ہو رہی ہے اس میں اس کی عدت مکمل ہو جائے گی۔ (اللجنۃ الدائمۃ:20924)

سوال 3: وفات کے بعد عدت کی صورتیں کیا ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

	نکاح	رخصتی	حمل	عدت کی مدت
پہلی صورت	نکاح ہوا	رخصتی نہیں ہوئی	حمل نہیں ہے	4 ماہ دس دن
دوسری صورت	نکاح ہوا	رخصتی ہوئی	حمل نہیں ہے	4 ماہ دس دن
تیسری صورت	نکاح ہوا	رخصتی ہوئی	حمل ہے	وضع حمل تک (یعنی بچے کی پیدائش تک)

سوال 4: عدت پوری ہونے کے بعد خواتین زینت اختیار کرسکتی ہیں اور دوبارہ نکاح کرسکتی ہیں، اس حکم کی وضاحت ﴿فَاِذَا ... خَبِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو جو کچھ وہ اپنی ذات کے بارے میں معروف طریقے سے کریں تم پر اس کا کوئی گناہ نہیں'' اس سے مراد ہے کہ عدت کے بعد بیوہ عورت اگر زینت اختیار کرے تو کوئی حرج نہیں۔

(2) عدت کے بعد اجازت اور مشاورت سے ولی کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہیں تو تم پر کوئی حرج نہیں۔

(3) بیوہ عورت کے ولی پر واجب ہے کہ اس پر نظر رکھے اور جو فعل جائز نہ ہو اس کے ارتکاب سے اسے منع کرے۔

(4) ولی اس فعل کے بجالانے پر بیوہ عورت کو مجبور کرے گا جو اس پر واجب ہو۔ عورت کا ولی اس آیت کا مخاطب ہے اور ایسا کرنا اس پر واجب ہے۔ (تفسیر سعدی: 286/1)

(5)﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال کو پوری طرح جاننے والا ہے اور تمہیں اس کی جزا دے گا۔ اس میں شدید وعید اور تہدید ہے کیونکہ جب وہ بندوں کے اعمال پر نگران ہے تو انہیں اس پر جزا دے گا۔ (واضح البیان: 87)

(6) اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہری، باطنی اور چھوٹے، بڑے سب اعمال کی خبر رکھتا ہے اور تمہیں ان کی جزا دے گا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورت کو نکاح کرنے سے روکنے کے لیے ولیوں کو کیسے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورت کو نکاح کرنے سے روکنے کے لیے ولیوں کو اپنی ذات کا شعور دلایا ہے کہ خبیر ہوں، تمہارے اعمال سے باخبر ہوں، اس لئے ظلم سے بچ جاؤ اور اپنے اعمال درست کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

''اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان عورتوں کو اشارتاً نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپاؤ، اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم لازماً

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا

انہیں ضرور یاد کرو گے لیکن تم ان سے کوئی پوشیدہ عہد و پیمان نہ کرو مگر یہ کہ تم معروف بات کہو اور عقد نکاح کا ارادہ نہ کرو یہاں

مَّعْرُوْفًا ۬ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

تک کہ عدت اپنی انتہا کو پہنچ جائے اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے لہٰذا تم اس سے ڈر جاؤ

يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾

ع 4 30 14

اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے'' (235)

سوال 1: ایام عدت میں نکاح نہیں کیا جا سکتا لیکن اشارہ و کنایہ سے نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا جُنَاحَ ... حَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ﴾ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان عورتوں کو اشارتاً نکاح کا پیغام دو'' اللہ تعالیٰ نے تعریض یعنی اشارے کنائے سے نکاح کی بات کرنے سے گناہ کو ختم کر دیا ہے۔

(2) عدت کے دوران نکاح کی خواہش کا اظہار کسی اچھے انداز میں کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً میرا ابھی نکاح کا ارادہ ہے، میں نیک عورت کی تلاش میں ہوں۔ مطلقہ بائنہ سے عدت میں ایسی بات کرنا جائز ہے۔

(3) یہ حکم اس عورت کے بارے میں ہے جسے طلاق بائنہ دے دی گئی ہو یا شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی ہو۔

(4) رجعی طلاق کی عدت میں شوہر کے سوا کسی کو صراحت سے یا کنائے سے پیغام دینے کی اجازت نہیں۔

(5) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿فِيْمَا عَرَّضْتُمْ﴾ کی تفسیر میں کہا کہ کوئی شخص کسی ایسی عورت سے جو عدت میں ہو کہے کہ میرا ارادہ نکاح کا ہے اور میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی نیک بخت عورت میسر آ جائے۔ قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ (تعریض یہ ہے کہ) عدت میں عورت سے کہے کہ تم میری نظر میں بہت اچھی ہو اور میرا خیال نکاح کرنے کا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں بھلائی پہنچائے گا یا اسی طرح کے جملے کہے۔ عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تعریض و کنایہ سے کہے، صاف صاف نہ کہے (مثلاً) کہے کہ مجھے نکاح کی ضرورت ہے اور تمہیں بشارت ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اچھی ہو اور عورت اس کے جواب میں کہے کہ تمہاری بات میں نے سن لی ہے (بصراحت) کوئی وعدہ نہ کرے۔ ایسی عورت کا ولی بھی اس کے علم کے بغیر کوئی وعدہ نہ کرے اور اگر عورت نے زمانۂ عدت میں کسی مرد سے نکاح کا وعدہ کر لیا اور پھر بعد میں اس سے نکاح کیا تو دونوں میں جدائی نہیں کرائی جائے گی۔ (بخاری:5124)

(6) ﴿اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ﴾ ''یا اپنے دل میں چھپاؤ'' اپنے دل میں چھپا کر رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ فلاں عورت جو عدت گزار رہی ہے اس کی عدت ختم ہونے پر اس سے نکاح کر لوں گا۔

(7) ﴿عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم لازماً انہیں ضرور یاد کرو گے'' اللہ تعالیٰ نے انسانی کمزوری کو بیان فرمایا ہے کہ اس نے جان لیا ہے کہ تم لازماً انہیں ضرور یاد کرو گے۔ یہ اس کی رحمت ہے کہ وہ انسانوں کی کمزوریوں پر یعنی یاد آنے پر گرفت نہیں کرتا۔

(8) ﴿وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا﴾ ''لیکن تم ان سے کوئی پوشیدہ عہد و پیمان نہ کرو'' حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ ﴿لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا﴾ سے یہ مراد ہے کہ عورت سے چھپ کر بدکاری نہ کرو۔ (بخاری:5124)

(9) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ تم اس سے یہ نہ کہو کہ میں تمہارا عاشق ہوں، لہٰذا وعدہ کرو کہ میرے سوا کسی اور سے نکاح نہیں کرو گی یا اس طرح کی کوئی اور بات نہ کہو۔ (تفسیر طبری:709/2)

(10) ﴿اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ ''مگر یہ کہ تم معروف بات کہو'' اگر دستور کے مطابق ان سے بات کی جائے تو جائز ہے مثلاً یہ کہنا کہ میرا آپ کی طرف رجحان ہے یا اس طرح کی دیگر گول مول باتیں کی جا سکتی ہیں۔

(11) یہ تمام تفصیلات عقد کے مقدمات میں شمار ہوتی ہیں۔ رہا عقد نکاح تو وہ جائز نہیں۔ (تفسیر سعدی:287/1)

(12) ﴿وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ﴾ ''اور عقد نکاح کا ارادہ نہ کرو یہاں تک کہ عدت اپنی انتہا کو پہنچ جائے'' یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کا ارادہ نہ کرو کیونکہ عدت میں بالاتفاق نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ (مختصر ابن کثیر:155/1)

(13) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ﴿الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ﴾ سے مراد عدت کا پورا کرنا ہے۔ (بخاری:5124)

(14) اگر کوئی عدت کے دوران نکاح کر لے تو حکم یہ ہے کہ دونوں کے درمیان تفریق کروا دی جائے۔ عدت کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

(15) ﴿وَاعْلَمُوْٓا﴾ ''اور جان لو'' نفع مند علم ہے اسے سیکھو، اس کے لیے وقت لگاؤ کیونکہ یہ علم نہ آسانی سے ملتا ہے نہ ٹھہرتا ہے جب کہ خبر تو سبھی کو ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(16)﴿اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے دل کے ارادوں سے باخبر ہے۔اس لیے کوشش کرو کہ دل میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف برے خیالات نہ آئیں۔اس سے ثواب کی امید رکھ کر ہمیشہ بھلائی کی نیت رکھو۔

(17)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت سے ڈر جاؤ۔(زادالمسیر :246/1)

(18)﴿فَاحْذَرُوْهُ﴾ ''لہٰذا اس سے ڈر جاؤ'' اس کے عذاب کا خوف رکھ کر گناہوں سے بچ جاؤ۔

(19)﴿وَاعْلَمُوْٓا﴾ ''اور جان لو!'' علم حاصل کرو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم تمام علوم سے زیادہ جلیل القدر اور عالی شان ہے۔

(20)﴿اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ہے'' وہ توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے، رجوع کرنے والوں کو بخش دیتا ہے۔وہ لغزشوں کو معاف کرنے والا ہے اس لیے اس کی رحمت سے امید رکھو۔

(21)﴿حَلِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نہایت بردبار ہے'' وہ پکڑنے کی قدرت رکھنے کے باوجود جلدی نہیں کرتا۔

(22)اللہ تعالیٰ تحمل والا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔

سوال 2: باہمی تعلقات میں حسن سلوک، نرمی اور احسان کی فضا کو غالب رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کیسے انسان کو ذہنی طور پر تیار کرتے ہیں؟

جواب: اللہ سبحانہ وتعالیٰ تقویٰ کے احساس کو تیز کرتے ہیں اور اس بات سے ڈراتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والا اور نگران ہے، اس لیے دلوں کو صاف اور خالی رکھو۔رشتہ داری کامیاب ہو یا ناکام، ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط رکھنا چاہیے۔

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا

''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو کہ تم نے ابھی انہیں ہاتھ نہ لگایا ہو یا ان کا مہر تک مقرر نہ ہو اور

لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ

ان کو کچھ سامان دے دو، خوش حال پر اس کی کشائش کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق معروف

مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طریقے سے ساز وسامان دینا ہے نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے" (236)

سوال 1: خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دینا جائز ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿لَا جُنَاحَ ... فَرِيْضَةً﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾ "تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو کہ تم نے ابھی انہیں ہاتھ نہ لگایا ہو" اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی جائز قرار دیا ہے کہ نکاح کے بعد خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دی جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مس سے مراد نکاح ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 422/2)

(2) ﴿اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ "یا ان کا مہر تک مقرر نہ کیا ہو" یہ بھی جائز ہے کہ اگر حق مہر مقرر کیے بغیر شادی ہو چکی ہے تو خلوت صحیحہ اور مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دی جائے۔ اگرچہ اس صورت میں عورت کی دل شکنی ہوتی ہے لیکن یہ جائز ہے۔

(3) اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: ﴿وَّمَتِّعُوْهُنَّ﴾ "اور ان کو کچھ سامان دے دو" یعنی متعہ طلاق دے دو۔ اس سے ان کی دل جوئی ہو جائے گی اور کسی حد تک نقصان کی تلافی بھی ہو جائے گی۔

(4) ﴿عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ﴾ "خوش حال پر اس کی کشائش کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق" متعہ طلاق حیثیت کے مطابق ہے۔ تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق اور خوش حال پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: طلاق کے بعد اعلیٰ درجے کا متعہ خادم ہے، درمیانی درجے کا روپیہ پیسہ اور ادنیٰ درجے کا کپڑا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 155/1)

(6) ﴿مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ﴾ "معروف طریقے سے ساز وسامان دینا ہے" معروف طریقے سے ساز وسامان دینے سے مراد ہے ان کو ان کے حق سے زائد دیں۔

(7) ﴿حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ "نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے" محسن سے مراد ہے احسان کرنے والا جو دوسروں کو ان کے حق سے زائد دیتا ہے اور معاملات کو خوبی کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ نیکی کرنے والوں پر متعہ طلاق دینا ان عورتوں کا حق ہے جن کو تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی ہو یا ان کا مہر مقرر نہ ہوا ہو۔

(8) انہیں معروف طریقے سے ساز وسامان دیں، معذرت اور افسوس کا اظہار کرنے کے لیے دیں۔

(9) ابو اسید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا تھا، پھر جب وہ نبی کریم ﷺ کے یہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لائی گئیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا جسے اس نے ناپسند کیا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے ابواسید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''ان کا سامان کردیں اور رازقیہ کے دو کپڑے انہیں پہننے کے لیے دے دیں۔'' (بخاری:5257)

سوال 2: متعہ طلاق کی کیا حکمت ہے؟

جواب: (1) اس کی وجہ سے تلخی اور کشیدگی کم ہو جاتی ہے۔

(2) عورت کی دل جوئی کی وجہ سے مستقبل کے جھگڑوں کا امکان کم ہو جاتا ہے۔

سوال 3: ہمارے یہاں طلاق کے موقع پر کیا کیا جاتا ہے؟

جواب: عام طور پر ہمارے یہاں طلاق کے موقع پر ایسے برے طریقے سے رخصت کیا جاتا ہے کہ دونوں خاندانوں کے تعلقات ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتے ہیں۔

﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ

''اور اگر تم نے انہیں طلاق دے دی اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور تم ان کے لیے مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جو تم نے مقرر کیا

مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ

اس کا نصف (لازم) ہے مگر یہ کہ وہ خود معاف کر دیں یا وہ مرد معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور تقویٰ کے زیادہ

تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

قریب یہی ہے کہ تم معاف کر دو اور آپس میں فضل کو فراموش نہ کرو یقیناً تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' (237)

سوال 1: مہر مقرر کر دیا گیا ہو اور پھر خلوت صحیحہ سے قبل طلاق دے دی جائے تو اس صورت میں مہر کا کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ ... بَصِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ ''اور اگر تم نے انہیں طلاق دے دی اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور تم ان کے لیے مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جو تم نے مقرر کیا اس کا نصف (لازم) ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے جن کا مہر مقرر کیا گیا لیکن چھوئے بغیر طلاق دے دو تو طلاق یافتہ عورت کے لیے نصف مہر ہے اور باقی نصف مہر تمہارا ہے۔

(2) اس آیت سے معلوم ہوا کہ متعہ ان عورتوں کے ساتھ خاص ہے جن پر آیت 236 دلالت کرتی ہے کیونکہ جب تقرر مہر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہو چکا اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دی گئی تو آدھا مہر لازم آیا۔ اگر کچھ اور لازم آتا تو آیت میں اس کا بیان ہوتا ہے۔ کیونکہ دونوں آیتوں کی دو صورتوں کا یکے بعد دیگرے بیان ہے۔ (السراج المنیر :156/1)

(3) ﴿اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ﴾ ''مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں'' جب کہ ان کا معاف کرنا صحیح ہے۔ اگر عورتیں نصف مہر کو بھی معاف کر دیں تو اس صورت میں شوہر کے لیے کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔

(4) ﴿اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ ''یا وہ مرد معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے'' اس سے مراد شوہر ہے نہ کہ ولی کیونکہ شوہر ہی وہ شخص ہے جو نکاح کی گرہ کھول سکتا ہے۔ عورت کے ولی کے لیے تو درست ہی نہیں کہ وہ عورت کے کسی حق واجب کو معاف کرے کیونکہ نہ وہ مالک ہے نہ وکیل۔ (تفسیر سعدی:289/1)

(5) نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ شوہر کے معاف کرنے سے مراد ہے کہ شوہر اپنا حق یعنی نصف مہر معاف کر دے اور عورت کو پورا مہر دے دے۔

(6) ﴿وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ ''اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کر دو'' اللہ تعالیٰ نے معاف کرنے کی طرف رغبت دلائی کہ معاف کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

(7) اس خطاب میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں۔ (ابن جریر) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان دونوں میں سے زیادہ متقی وہ ہے جو معاف کر دے۔ (تفسیر طبری:747/2)

(8) معاف کرنا احسان کا کام ہے جو شرح صدر کا باعث بنتا ہے۔ مومن کو نیکی اور احسان کے کاموں میں پیچھے نہیں رہنا چاہیے۔

(9) ﴿وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾ ''اور آپس میں فضل کو فراموش نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے فضل و احسان کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ فضل سے مراد احسان اور مودت ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مرد کی طرف سے پورے مہر کی ادائیگی اور عورت کی جانب سے اپنا حصہ چھوڑ دینا ہے۔ (زاد المسیر :248/1)

(10) ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''یقیناً تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ خاندانوں کے اندر ہونے والے معاملات اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ بصیر ہے لہٰذا اس سے ڈر جاؤ اور حقوق کی حفاظت کرو۔

سوال 2: مہر کی کیا صورتیں ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

	نکاح	مہر کا تقرر	رخصتی	مہر کا حکم
پہلی صورت	نکاح ہوا	مہر کا تقرر نہیں ہوا	رخصتی نہیں ہوئی	متعہ طلاق دیا جائے گا
دوسری صورت	نکاح ہوا	مہر کا تقرر ہوا	رخصتی نہیں ہوئی	آدھا مہر دیا جائے گا
تیسری صورت	نکاح ہوا	مہر کا تقرر نہیں ہوا	رخصتی ہوئی	مہر مثل دیا جائے گا
چوتھی صورت	نکاح ہوا	مہر کا تقرر ہوا	رخصتی ہوئی	پورا مہر دیا جائے گا

سوال 3: نکاح اور طلاق کے قوانین بیان کرتے ہوئے بار بار تقویٰ اور احسان کی تلقین کی گئی، حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) تقویٰ اور احسان کی تلقین میں بڑی حکمت ہے۔ تقویٰ (اللہ تعالیٰ کے خوف) کی وجہ سے مومن کو یہ احساس رہتا ہے کہ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش آنا ہے اس طرح معاملات احسان کی صورت اختیار کرنے لگتے ہیں۔ احسان کرنے والا مرد عورت کو پورا مہر ادا کر کے اپنا حصہ معاف کر دیتا ہے۔ (2) کسی حکم کو اس کی اصلی روح کے ساتھ عمل میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کے افراد ایک دوسرے سے احسان (حسن سلوک) کا جذبہ رکھتے ہوں۔

(3) انسان کو انسانوں کے معاملے میں یہ احساس کہ دوسروں کے ساتھ احسان (حسن سلوک) نہ کرنا اپنے ساتھ حسن سلوک نہ کیے جانے کا خطرہ مول لینا ہے، محتاط اور احسن رویہ رکھنے والا بنا دیتا ہے۔

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾

''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ'' (238)

سوال 1: نمازوں کی حفاظت کے حکم کی وضاحت ﴿حٰفِظُوْا ... الْوُسْطٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ﴾ ''سب نمازوں کی حفاظت کرو'' اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ یعنی انہیں وقت کی پابندی کے ساتھ، تمام واجبات و مستحبات کے ساتھ خشوع و خضوع کے ساتھ اور مشروط ارکان کا خیال رکھتے ہوئے ادا کیا جائے۔

(2) نماز کو اخلاص، عاجزی، ذلت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے جذبے کے ساتھ آرام اور سکون سے ادا کرنا چاہیے۔ ایسی نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔

(3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وقت پر نماز پڑھنا۔'' (مسلم: 254)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس کے لیے نماز قیامت کے روز نور، برہان اور نجات کا باعث ہوگی۔ جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لیے نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات، نیز قیامت کے روز اس کا انجام قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'' (ابن حبان:1467)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پہلے بندے کو نماز کا حساب دینا ہوگا، اگر وہ پوری ہے تو بہتر نہیں تو پروردگار فرمائے گا: دیکھو میرے بندے کے پاس کچھ نفل نماز ہے، پھر اگر نفل نماز ہوگی تو اس سے فرض نماز کی کمی پوری کی جائے گی۔'' (نسائی:468)

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جو شخص بہترین وضو کر کے انہیں وقت پر ادا کرتا ہے، ان کے رکوع و سجود اور خشوع کو مکمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ وعدہ ہو جاتا ہے کہ وہ اسے معاف فرمائے گا اور جو ایسے نہیں کرتا اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی وعدہ نہیں، چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا اور چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔'' (سنن ابوداؤد:425)

(7) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم کیا کرو گے جب تمہارے اوپر ایسے امیر ہوں گے کہ نماز آخر وقت ادا کریں گے؟'' یا فرمایا: ''نماز کو مار ڈالیں گے اس کے وقت سے۔'' میں نے عرض کیا کہ پھر آپ ﷺ مجھ کو کیا حکم فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے وقت پر ادا کر لینا۔ پھر اگر ان کے ساتھ بھی اتفاق ہو تو پھر پڑھ لینا کہ وہ تمہارے لئے نفل ہو جائیں گے۔'' (مسلم:648) (8) نماز کی حفاظت سے باقی عبادات کی حفاظت بھی ہو جاتی۔

(9) ﴿وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ ''خصوصاً درمیانی نماز کی'' اللہ تعالیٰ نے نمازوں میں سے صلوۃ وسطیٰ یعنی درمیانی نماز کے بارے میں خاص تاکید فرمائی ہے۔ صلاۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصْرِ﴾ ''صلوۃ وسطیٰ سے مراد صلوۃ عصر ہے۔'' (ترمذی:2985)

(10) نبی ﷺ نے غزوۂ احزاب میں نماز عصر کو صلوۃ وسطیٰ قرار دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الجہاد)

(11) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کی نماز عصر چھوٹ گئی گویا اس کا گھر اور مال سب لٹ گیا۔'' (بخاری:552)

(12) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی، اس کا نیک عمل ضائع ہو گیا۔'' (بخاری:553)

سوال 2: ازدواجی زندگی کے احکامات اور طلاق کے احکامات کے درمیان نماز کی بحث اہمیت کی حامل ہے، واضح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں؟

جواب:(1)نماز کی بحث کا مقصد مسلمانوں کے دل میں بندگی کا جامع تصور بٹھانا ہے کہ جیسے طلاق کے معاملات کا فیصلہ رب سے لینا ہے ایسے ہی اپنی ساری زندگی میں رب سے رابطہ استوار رکھنا ہے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو اس کے آگے جھکا دینا ہے اور نماز اس کی غلامی کا اظہار ہے۔

(2)طلاق کے معاملے میں ہونے والی تلخیاں اور پریشانیاں نمازوں کو متاثر کر سکتی ہیں۔ اس لیے فرمایا نمازوں کی حفاظت کرو۔

سوال3: نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ انسان کی تربیت کیسے کرتے ہیں؟

جواب:(1)نماز برائی اور بے حیائی سے بچاتی ہے۔(2)نماز انسان کو اخلاص اور عاجزی کے بلند مقام تک پہنچا دیتی ہے۔(3)نماز کے ذریعے مومن ثابت قدمی سیکھتا ہے۔(4)نماز امن کے دور میں انسان کو مہذب مومن بناتی ہے۔

(5)نماز مومن کو امن وسکون کی دنیا میں داخل کرتی ہے۔

سوال4: نماز میں گفتگو حرام ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی رضا کے لیے خشوع وخضوع کے ساتھ اور عاجزی اور انکساری کے ساتھ خاموشی سے کھڑا ہوا کرو اور باتیں نہ کرو کیونکہ باتیں کرنا خشوع کے منافی ہے۔(2)خاموشی سے دنیا کی بات نہ کرنا مراد ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

(3)سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پہلے ہم نماز پڑھتے ہوئے بات بھی کر لیا کرتے تھے، کوئی بھی شخص اپنے دوسرے بھائی سے اپنی کسی ضرورت کے لیے بات کر لیتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: ''سب ہی نمازوں کی پابندی رکھو اور خاص طور پر بیچ والی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فرماں برداروں کی طرح کھڑے ہوا کرو۔'' اس آیت کے ذریعہ ہمیں نماز میں چپ رہنے کا حکم دیا گیا۔ (صحیح بخاری:4534)

(4)اللہ تعالیٰ کے لیے باادب کھڑے رہیں یعنی اخلاص، عاجزی اور ذلت کا اظہار کرتے ہوئے تعظیم سے جھکیں اور آرام و سکون کے ساتھ نماز ادا کریں۔

(5)عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (پہلے) نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور ہم سلام کرتے تو آپ ﷺ اس کا جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے یہاں سے واپس ہوئے تو ہم نے (پہلے کی طرح نماز ہی میں) سلام کیا لیکن اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا بلکہ نماز سے فارغ ہوکر فرمایا: ''نماز میں آدمی کو فرصت کہاں۔'' (بخاری:1199)

(6) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نماز میں لوگوں سے گفتگو کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں تو تسبیح وتکبیر اور قرأت قرآن ہے۔'' (مسلم:537)

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ

''پھر اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل یا سوار ہو کر پڑھ لو، پھر جب امن میں آجاؤ تو اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی یاد کرو

مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾

جیسے اس نے تمہیں سکھایا ہے، جسے تم نہیں جانتے تھے'' (239)

سوال 1: نماز خوف کے حکم کی وضاحت ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیت میں اپنے بندوں کو نمازوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا تو اب اس حالت کا ذکر کیا ہے جہاں آدمی نہایت مشغول ہوتا ہے اور نماز کی کامل ادائیگی ممکن نہیں ہوتی وہ حالت جنگ ہے۔ یہاں واضح کیا گیا ہے کہ میدان جنگ میں نماز کس طرح ادا کی جائے گی۔ فرمایا: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا﴾ ''پھر اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل یا سوار ہو کر'' یعنی اگر حالت خوف میں ہو تو پیدل یا سواری پر سوار رہتے ہوئے ہی، قبلہ رخ ہو یا نہ ہو جس طرح بھی ممکن ہو نماز پڑھ لو۔

(2) نماز کسی حالت میں بھی معاف نہیں ہو سکتی۔

(3) جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز خوف کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ طریقہ بیان فرماتے اور پھر فرماتے: لیکن اگر خوف اس سے بھی زیادہ ہے تو ہر شخص تنہا نماز پڑھ لے، پیدل ہو یا سوار، قبلہ کی طرف رخ ہو یا نہ ہو۔ (بخاری:4535)

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کی زبان پر حضر میں چار رکعت مقرر کر دی اور سفر میں دو اور خوف میں ایک۔ (مسلم:687)

سوال 2: حالت امن میں پوری نماز پڑھی جائے گی، اس حکم کی وضاحت ﴿فَاِذَآ ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ﴾ ''پھر جب امن میں آجاؤ تو اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی یاد کرو جیسے اس نے تمہیں سکھایا ہے'' یعنی جب امن کی حالت میں ہو تو اس طرح نماز پڑھو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو سکھایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکوع، سجود مکمل کرو اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھو۔

(2)﴿مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''جسے تم نہیں جانتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے ماضی کی جہالت کو یاد کروایا ہے کہ دیکھو تم پہلے رب کو یاد کرنا، نماز پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے تم کو دین سکھا دیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے اسی طرح تم اس کی نعمتیں یاد کر کے اس کا شکر ادا کرو اور اس کا ذکر کرتے رہو۔

(3)﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ ''پھر جب تم نماز پوری کر چکو تو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو، پھر جب تم بے خوف ہو جاؤ تو نماز قائم کرو۔ بلاشبہ نماز ہمیشہ سے ایمان والوں پر ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔'' (النساء:103)

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

''اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں (ان پر لازم ہے) وہ اپنی بیویوں کے لیے ایک سال تک

اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ

سامان دینے اور (انہیں) نہ نکالنے کی وصیت کریں، پھر اگر وہ نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں جو کچھ وہ اپنے بارے

فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

میں معروف طریقے سے کریں اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (240)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ ... حَكِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ ''اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں (ان پر لازم ہے) وہ اپنی بیویوں کے لیے ایک سال تک سامان دینے اور (انہیں) نہ نکالنے کی وصیت کریں'' یہ اللہ تعالیٰ کی وصیت ہے کہ بیوہ عورت کو ایک سال تک گھر سے نہ نکالا جائے۔

(2)﴿فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ﴾ ''پھر اگر وہ نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں جو کچھ وہ اپنے بارے میں معروف طریقے سے کریں'' اگر وہ خود نکل جائیں تو اپنی ذات کے معاملے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معروف طریقے سے وہ جو کچھ کریں تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

(3) یہ اسلامی تعلیمات کی وسعت ہے کہ بیوہ عورت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں معروف طریقے سے فیصلہ کر سکتی ہے۔ اسے زمانہ جاہلیت کے رسم ورواج کی نذر نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مردوں کے ظلم وستم برداشت کرتی رہے۔

(4) ﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے'' سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے۔

(5) ﴿حَكِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ کمال حکمت والا ہے'' اپنے احکامات اور قوانین میں حکیم ہے۔

سوال 2: کیا ایک سال تک گھر سے نہ نکالنے کا حکم برقرار ہے؟

جواب: (1) ایک سال تک گھر سے نہ نکالنے کا حکم برقرار نہیں ہے۔ یہ آیت اپنے سے پہلی آیت سے منسوخ ہوگئی ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾ ''اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں رکھیں۔'' (البقرۃ:234)

(2) جب عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہوگئی تو وصیت والی آیت منسوخ ہوگئی۔

(3) چونکہ عورت کو اب میراث میں سے حصہ مل جاتا ہے اس لیے سال بھر کے نان ونفقہ کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔

(4) بیوہ کے لیے شوہر کے گھر میں عدت گزارنا واجب ہے۔ زینب بنت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن) نے انہیں خبر دی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں، وہ آپ سے پوچھ رہی تھیں کہ کیا وہ قبیلہ بنی خدرہ میں اپنے گھر والوں کے پاس جا کر رہ سکتی ہیں؟ کیونکہ ان کے شوہر جب اپنے فرار ہو جانے والے غلاموں کا پیچھا کرتے ہوئے طرف القدوم نامی مقام پر پہنچے اور ان سے جا ملے تو ان غلاموں نے انہیں قتل کر دیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤں؟ کیونکہ انہوں نے مجھے جس مکان میں چھوڑا تھا وہ ان کی ملکیت میں نہ تھا اور نہ ہی خرچ کے لیے کچھ تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں (وہاں چلی جاؤ)'' فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: (یہ سن کر) میں نکل پڑی لیکن حجرے یا مسجد تک ہی پہنچ پائی تھی کہ آپ ﷺ نے مجھے بلا لیا، یا بلانے کے لیے آپ ﷺ نے کسی سے کہا، (میں آئی) تو پوچھا: ''تم نے کیسے کہا؟'' میں نے وہی قصہ دہرا دیا جو میں نے اپنے شوہر کے متعلق ذکر کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے اسی گھر میں رہو یہاں تک کہ قرآن کی بتائی ہوئی مدت (عدت) پوری ہو جائے'' فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر میں نے عدت کے چار مہینے دس دن اسی گھر میں پورے کیے، جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے مجھے بلوایا اور اس مسئلہ سے متعلق مجھ سے دریافت کیا، میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں بتایا تو انہوں نے اسی کی پیروی کی اور اسی کے مطابق فیصلہ دیا۔(موطا:1287)

سوال3: کیا فوت ہونے والے بیویوں کے لیے وصیت کر سکتے ہیں؟

جواب: میراث کا حکم آجانے کے بعد عورت کے لیے شوہر کو کسی قسم کی وصیت کرنے کی ضرورت نہیں۔

﴿وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾

''اور طلاق یافتہ عورتوں کو معروف طریقہ سے کچھ سامان دینا متقی لوگوں پر لازم ہے''(241)

سوال: طلاق یافتہ عورتوں کو کچھ مال و متاع دینا واجب ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلِلْمُطَلَّقٰتِ۔۔۔الْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ﴾''اور طلاق یافتہ عورتوں کو معروف طریقہ سے کچھ سامان دینا'' طلاق یافتہ عورتوں کو بھی کچھ دے دلا کر رخصت کرنا واجب ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر مردوں کے لیے حلال ہوتی ہیں۔

(2)عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:﴿مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (البقرۃ:236)''ان کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور دو، نیکی کرنے والوں پر یہ ایک طرح کا حق ہے'' تو ایک شخص نے کہا کہ میں اگر چاہوں تو نیکی کروں اور اگر چاہوں تو نہ کروں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:﴿وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾''اور طلاق یافتہ عورتوں کو معروف طریقہ سے کچھ سامان دینا متقی لوگوں پر لازم ہے''۔(تفسیر طبری:791/1)

(3)﴿حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾''متقی لوگوں پر لازم ہے'' یعنی ہر طلاق یافتہ عورت کو مناسب فائدہ دینا اس کا حق ہے جو ہر متقی پر واجب ہے، تاکہ عورت کی دل جوئی ہو سکے اور اس کے بعض حقوق ادا ہو سکیں۔ جس عورت کو خلوت سے پہلے طلاق دی جائے اسے یہ متعہ (مثلاً) کپڑوں کا جوڑا یا کچھ رقم وغیرہ) دینا واجب ہے۔ دوسری صورت میں پورا حق مہر ادا کرنا واجب ہے جیسے پہلے بیان ہوا۔ اس مسئلہ میں یہ قول زیادہ بہتر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ہر عورت کو طلاق کے بعد متعہ دینا واجب ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت کا مفہوم عام ہے۔(اس میں کوئی تخصیص نہیں کی گئی) لیکن قانون یہ ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے، اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ متعہ اس عورت کے لئے واجب ہے جسے خلوت سے پہلے اور حق مہر کے تعین سے پہلے طلاق ہو جائے۔(تفسیر سعدی:292/1)

(4)﴿حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾ اس میں اس جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ مردوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عورتوں پر ظلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اورزیادتی کریں۔

﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾

''اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم سمجھو'' (242)

سوال: ﴿كَذٰلِكَ ... تَعْقِلُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے'' اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات، حلال وحرام، فرائض وحدود اور امر ونہی کھول کھول کر تمہارے سامنے بیان کرتا ہے تا کہ ذرا سا بھی ابہام نہ رہے اور تم ضرورت کے وقت فائدہ اٹھالو۔

(2) ﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تا کہ تم سمجھو'' اور ان کا اصل مقصد تمہیں سمجھ آجائے کیونکہ جو سمجھے گا وہ عمل کرے گا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے خاندانی زندگی کے اختتام پر پیدا ہونے والی الجھنوں کو واضح کیا ہے۔

(i) جب عورت بیوہ ہو جائے تو اس کے حقوق کیا ہیں؟

(ii) جب عورت کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیا جائے تو اس وقت کیسے اس کی دل جوئی کرنی ہے؟

(iii) اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات کو واضح کر کے حقوق بھی دلائے، تلخیاں بھی ختم کیں اور احسن انداز میں نئی زندگی شروع کرنے کے راستے بھی ہموار کیے۔

(iv) عقل والوں کے لئے معاشرتی زندگی کے بہترین احکامات نشانی ہیں کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں رب کا کلام ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ

''کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا:

مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

مرجاؤ، پھر اس نے انہیں زندہ کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾

مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے'' (243)

ع 31 7 15

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: تقدیر سے کوئی نہیں بھاگ سکتا، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ تَرَ ... لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ﴾ ''کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے؟'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا واقعہ بیان فرمایا ہے جو ہزاروں کی تعداد میں گھروں سے نکلے تھے۔ ان کے نکلنے کی وجہ موت کا خوف تھا لیکن تقدیر کے سامنے ان کی تدبیر بے بس ہو گئی۔

(2) اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کوئی بھاگ نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر کسی کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں۔

(3) ﴿فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا: مر جاؤ'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ لوگ طاعون سے بھاگے تھے اور کسی صحت افزاء علاقے میں ٹھہرنا چاہتے تھے۔ جب کسی مخصوص مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب فوت ہو گئے۔ (الدر المنثور: 551/1)

(4) ﴿ثُمَّ اَحْيَاهُمْ﴾ ''پھر اس نے انہیں زندہ کیا'' نبی کی دعا کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔ یہ ان پر رحمت، مہربانی اور حلم کا اظہار تھا اور مردوں کو زندہ کرنے کی ایک نشانی دکھانا مقصود تھا۔

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے'' یہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل تھا کہ انھیں موت کے بعد زندگی عطا کی۔ اللہ تعالیٰ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے۔

(6) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ''مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے'' اللہ تعالیٰ کی لوگوں پر بڑی مہربانی ہے کہ وہ لوگوں کو صاف صاف، کھلے کھلے معجزے اور دلائل قاطعہ دکھاتا ہے لیکن اکثر لوگ دینی اور دنیاوی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں اور احسان باری تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ (السراج المنیر: 159/1)

(7) (i) اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر اس کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ وہ ان انعامات کا انکار کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر: 141/1)

(ii) اکثر لوگ انعامات پا کر مزید گناہ کرتے ہیں۔ (iii) اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو نہیں پہچانتے، نہ ان کا اعتراف کرتے ہیں نہ اس کی اطاعت میں استعمال کرتے ہیں۔

(8) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام تشریف لے جا رہے تھے، جب آپ مقام سرغ پر پہنچے تو آپ کی ملاقات فوجوں کے امراء ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں سے ہوئی۔ ان لوگوں نے امیر المؤمنین کو بتایا کہ طاعون کی وبا شام میں پھوٹ پڑی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس مہاجرین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اولین کو بلالاؤ۔آپ انہیں بلالائے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بتایا کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے، مہاجرین اولین کی آراء مختلف ہوگئیں۔بعض لوگوں نے کہا کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کی باقی ماندہ جماعت آپ کے ساتھ ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ انہیں اس وبا میں ڈال دیں۔عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا اب آپ لوگ تشریف لے جائیں، پھر فرمایا کہ انصار کو بلاؤ۔میں انصار کو بلا کر لایا آپ نے ان سے بھی مشورہ کیا اور انہوں نے بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کیا۔کوئی کہنے لگا چلو، کوئی کہنے لگا لوٹ جاؤ۔امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اب آپ لوگ بھی تشریف لے جائیں پھر فرمایا کہ یہاں پر جو قریش کے بڑے بوڑھے ہیں جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ آئے تھے انہیں بلالاؤ، میں انہیں بلا کر لایا۔ان لوگوں میں کوئی اختلاف رائے پیدا نہیں ہوا، سب نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ آپ لوگوں کو ساتھ لے کر واپس لوٹ چلیں اور وبائی ملک میں لوگوں کو نہ لے کر جائیں۔یہ سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ میں صبح کو اونٹ پر سوار ہو کر واپس مدینہ منورہ لوٹ جاؤں گا تم لوگ بھی واپس چلو۔صبح کو ایسا ہی ہوا ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کیا جائے گا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! یہ بات کسی اور نے کہی ہوتی، ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کر رہے ہیں لیکن اللہ ہی کی تقدیر کی طرف۔کیا تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم انہیں لے کر کسی ایسی وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز شاداب اور دوسرا خشک۔کیا یہ واقعہ نہیں کہ اگر تم سرسبز کنارے پر چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہوگا اور خشک کنارے پر چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہی ہوگا؟ بیان کیا کہ پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے، وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے اس وقت موجود نہیں تھے۔انہوں نے بتایا کہ میرے پاس مسئلہ سے متعلق ایک علم ہے۔میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم کسی سرزمین میں (وبا کے متعلق) سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب ایسی جگہ وبا آجائے جہاں تم خود موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔'' راوی نے بیان کیا کہ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پھر واپس ہو گئے۔(بخاری:5729)

سوال 2: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کیا سبق دیا ہے؟

جواب: (1) مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو کافروں نے حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مقابلے کا حکم دیا۔مسلمانوں کی طاقت دشمنوں کی نسبت کم تھی اس لیے کچھ لوگوں کے اندر بے ہمتی پیدا ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی خرابی کو واضح کر کے مسلمانوں کو سمجھایا کہ دیکھو وہ بھی موت سے ڈر کر بھاگے تھے لیکن موت آ گئی۔

(2) زندگی اور موت کا آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔اس کے فیصلوں پر اطمینان رکھنا چاہیے۔جس طرح انسان کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی اس کی کوشش کے بغیر دی جاتی ہے اسی طرح زندگی واپس لینے میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت شامل ہوتی ہے۔

﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (244)

سوال 1: جہاد کے حکم کی وضاحت ﴿وَقَاتِلُوْا ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو'' اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ فی سبیل اللہ سے مراد ایسی جنگ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی بلندی، تحفظ دعوت، دین کی نشر واشاعت کو اس حد تک ممکن بنانے کے لیے کی جاتی ہے تاکہ اس کام کو لے کر چلنے والے مغلوب نہ ہوں، کوئی شعائر دین کو قائم کرنے کے راستے میں اور اس کے احکامات کی تلقین کے راستے میں رکاوٹ نہ بن سکے اور اسلامی ممالک کے دفاع کے لیے کی جاتی ہے۔

(2) جس طرح کوئی تدبیر تقدیر سے نہیں بچا سکتی اسی طرح جہاد سے فرار اور اجتناب موت کو قریب یا دور نہیں کر سکتا بلکہ انسان کی عمر اور اس کا رزق مقدر، مقرر اور طے شدہ ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۭ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جو خود بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا کہ اگر وہ ہماری مانتے تو نہ مارے جاتے، آپ کہہ دیں پھر موت کو اپنے آپ سے ہٹا کر دکھا دو اگر تم سچے ہو۔'' (آل عمران:168) ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (۷۷) اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (۷۸)﴾ ''اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر قتال کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہیں ہمیں قریب کے وقت تک مہلت دی؟ آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے اور آخرت اس کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پہنچ ہی جائے گی اور اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔'' (النساء:77,78) (المصباح المنیر: 515/1) (3) جب خالد بن ولید موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے تو آپ نے فرمایا: میں نے فلاں فلاں جنگوں میں شرکت کی، جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جس پر تیر، تلوار یا نیزے بھالے سے زخم نہ لگا ہو مگر اب میں اپنے بستر پر فوت ہو رہا ہوں جیسے جنگلی گدھا فوت ہوتا ہے۔ بزدلوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں، یعنی آپ کو اس بات کی تکلیف تھی کہ جنگ میں شہید نہ ہوئے اور اس بات کا آپ کو افسوس تھا کہ شہادت کی موت سے ہمکنار ہونے کی بجائے اپنے بستر پر فوت ہو رہے ہیں۔ (الاستیعاب:409/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَاعْلَمُوْٓا﴾ ''اور جان لو'' اچھی طرح سے جان لو، اس کا علم حاصل کرو، اسے سمجھو اور اس پر غور و فکر کرو۔

(5)﴿اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے'' اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے نفسوں کی نگرانی کریں تاکہ ہر تقصیر سے بچ سکیں۔

(6)اللہ تعالیٰ سمیع ہے جو ان کی باتوں کو سنتا ہے، وہ علیم ہے، وہ بائی زمین کا علم رکھتا ہے۔(تفسیر سمرقندی:159)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرنے کا حکم دے کر کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب:(1)زندگی کی محبت کی وجہ سے گھروں میں نہ بیٹھ جانا۔ موت کے ڈر سے پیچھے نہ ہٹ جانا۔

(2)موت اور زندگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو، کسی اور مقصد کے لیے نہ لڑو۔

(3)صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ تعالیٰ کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیتوں کو جانتا ہے اور دعائیں سنتا ہے، تمہارا کوئی عمل ضائع نہیں ہوگا۔

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ

''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے''(245)

سوال1: قرض حسنہ سے کیا مراد ہے اور اس کا کیا ثواب ہے، اس کی وضاحت ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ ... تُرْجَعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟'' قرض حسنہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کے لیے مال خرچ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی اور اسے اپنے ذمہ قرض قرار دیا تاکہ جتنا ہو سکے نیکی کے کاموں میں اور خاص طور پر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خرچ کریں۔

(2)رب العزت نے فرمایا: کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرے؟

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ برکت والا آدھی رات کو آسمان دنیا کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اترتا ہے اور فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں قبول کروں اور کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اسے دوں، پھر فرماتا ہے کہ کون قرض دیتا ہے اس کو جو کبھی فقیر نہ ہوگا اور نہ کسی پر ظلم کرے گا۔'' (مسلم:1775)(4) قرض حسنہ ایسا قرض ہے جو خالص نیکی کے جذبے سے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بدلے کی خواہش کے بغیر کسی کو دیا جائے۔

(5)﴿فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً﴾ ''سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے'' یعنی اللہ تعالیٰ نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک یا اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا۔ ثواب میں اضافہ خرچ کرنے والے کی نیت، حالت، خرچ کے لیے ضرورت اور فائدے کے مطابق ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اُگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (البقرہ:261)

(6)﴿وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے'' یعنی خرچ کرو اور مال کے کم ہونے کی پرواہ نہ کرو۔ انسان کو بعض اوقات یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے وہ مفلس ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو دور کرنے کے لیے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ﴾ یعنی جس کا رزق چاہتا ہے وسیع کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ یہ معاملات صرف اسی کے ہاتھ میں ہیں اور تمام امور کا دارومدار اسی کی ذات پر ہے۔ بچا بچا کر رکھنے سے رزق بڑھتا نہیں اور خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں۔ (تفسیر سعدی:294/1)

(7)﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' یعنی قیامت کے دن سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔(8) ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' کہہ کر یہ سمجھایا گیا ہے کہ جو خرچ کرو گے وہ ضائع نہیں ہوگا بلکہ ایک دن آنے والا ہے جب اپنی پیش کی ہوئی اشیاء پوری بلکہ زیادہ اضافے کے ساتھ کئی گنا وصول کر لو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اعمال کی پوری جزا دے گا۔

(9) دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے تو پھر زور وشور سے جہاد کریں، جانیں بھی پیش کریں، مال بھی دیں، زندگی محدود ہے، رزق مقرر ہے، جرأت والی زندگی، آزاد زندگی گزاریں، دنیا کی غلامی چھوڑ دیں اور ایک اللہ تعالیٰ کی غلامی اختیار کریں۔

سوال 2: انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں قرآن حکیم کا کیا مؤقف ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)انفاق سے مال کم نہیں ہوتا۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:﴿مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ﴾ ''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم:6592)

(2)انفاق فی سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ کے نام قرض حسنہ ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾ ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ تو وہ اُسے کئی گنا تک اُس کے لئے بڑھا دے اور اُسی کے لیے باعزت اجر ہے'' (الحدید:11)

(3)انفاق فی سبیل اللہ کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ اس مال کو کئی گنا بڑھا چڑھا کر دیں گے۔دنیا میں برکت اور آخرت میں بے حساب اجر، اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا نصیب ہوگی۔سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ایک اونٹنی لے کر آیا جس کو مہار ڈالی ہوئی تھی۔عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (صدقہ) ہے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تیرے پاس قیامت کے دن اس کے بدلے سات سو اونٹنیاں ہوں گی جن کی مہار ڈالی ہوئی ہوگی۔'' (صحیح مسلم:4897)

(5)مال گھٹانا اور بڑھانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

(6)انسان حرص اور بخل کی وجہ سے غنی نہیں ہوتا، دولت مندی اور فقیری اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

(7)اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد جمع کیا ہوا مال کام نہیں آئے گا۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ

''کیا آپ نے موسیٰ کے بعد، بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا؟ جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا:''ہمارے لیے کسی

ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ

کو بادشاہ بنا دیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کریں'' نبی نے جواب دیا:''یقیناً قریب ہو تم کہ اگر تم پر جنگ فرض کر دی

الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا

جائے کہ تم قتال ہی نہ کرو،'' انہوں نے کہا:''اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالانکہ ہمیں ہمارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا

گھروں سے اور ہمارے بیٹوں سے نکالا گیا ہے؟'' پھر جب ان پر جنگ فرض کر دی گئی تو ان میں سے تھوڑی سی تعداد کے

مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿

علاوہ باقی سب پھر گئے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے'' (246)

سوال 1: بنی اسرائیل کے واقعے کی وضاحت ﴿اَلَمْ تَرَ ... بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى﴾ ''کیا آپ نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا'' ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو سرداران بنی اسرائیل کا واقعہ سنایا ہے۔

(2) ﴿اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا: ''ہمارے لیے کسی کو بادشاہ بنا دیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کریں'' بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہونے والے نبی سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کے لیے بادشاہ مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔

(3) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس نبی سے مراد شمعون علیہ السلام ہیں۔ (تفسیر طبری: 807/2)

(4) بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بادشاہ مقرر کرنے کا مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ: (i) ان کے دلوں میں ایمان نے کروٹ لی تھی۔ (ii) ان کے سامنے مقصد واضح ہو گیا تھا۔

(iii) ان کے سامنے منزل آ گئی تھی، جہاد فی سبیل اللہ کی منزل۔ انہوں نے جان لیا تھا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر ہے۔ (iv) اب وہ چاہتے تھے کہ انہیں منظم کیا جائے تا کہ وہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ بنی اسرائیل میں انبیاء سیاسی راہ نمائی کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

(5) ﴿قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا﴾ نبی نے یہ کیوں کہا: ''یقیناً قریب ہو تم کہ اگر تم پر جنگ فرض کر دی جائے کہ تم قتال ہی نہ کرو'' نبی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کسی کو بادشاہ مقرر فرما دے تو تم اس کے ساتھ مل کر قتال کرنے کا وعدہ نہ پورا کرو۔

(6) ﴿قَالُوْا وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا﴾ ''انہوں نے کہا: ''اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں سے اور ہمارے بیٹوں سے نکالا گیا ہے؟'' انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ جنگ ناگزیر ہے اور حالات جہاد کے بغیر سدھر نہیں سکتے کیونکہ ہمارے گھر اجاڑ دیئے گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم بچوں سے دور ہیں، ان حالات میں جہاد کا حکم نہ آئے تب بھی ہمیں لڑنا چاہئے۔

(7) ﴿فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ﴾ ''پھر جب ان پر جنگ فرض کر دی گئی تو ان میں سے تھوڑی سی تعداد کے علاوہ باقی سب پھر گئے'' نبی کے سوال کے بعد جب ان کے لیے بادشاہ مقرر کر دیا گیا اور ان پر جنگ فرض کر دی گئی تو ان میں سے تھوڑی سی تعداد کے علاوہ باقی سب نے جہاد سے اعراض کیا۔ انہوں نے دشمن کی شان و شوکت کا مشاہدہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کر دیا اور پیچھے رہ گئے۔

(8) ﴿إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ﴾ ''ان میں سے تھوڑی سی تعداد کے علاوہ'' یہ تھوڑی سی تعداد ثابت قدم تھی۔ انہوں نے دشمن سے لڑنے کا ارادہ کیا تو انہیں عزت نصیب ہوئی۔

(9) بنی اسرائیل کی نیتیں خالص نہیں تھیں، ان کا اللہ تعالیٰ پر توکل مضبوط نہیں تھا، انہیں بزدلی کی وجہ سے جہاد کرنے کی ہمت نہ ہوئی، ان کا عزم کمزور پڑا اور جہاد کی آرزو جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔

(10) ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے'' بنی اسرائیل نے خود پر ظلم کیا، جہاد کو ترک کیا اور دنیا میں کمزور بن کر رہے اور آخرت میں ان بدبختوں میں شامل ہوں گے جنہیں عذاب دیا جائے گا۔

سوال 2: بنی اسرائیل جیسی خصوصیات کیا اور قوموں میں بھی پائی جاتی ہیں؟

جواب: بنی اسرائیل جیسی خصوصیات ہر اس قوم اور جماعت میں پائی جاتی ہیں جن کی ایمانی تربیت میں کمی ہو۔

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ

''اور ان کے نبی نے ان سے کہا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً طالوت کو تمہارے لیے بادشاہ مقرر کیا ہے۔'' انہوں نے جواب دیا:

لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ

''ہم پر اس کی حکومت کیسے ہو سکتی ہے جب کہ ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حق دار ہیں اور اسے مالی کشائش بھی نہیں دی گئی؟''

قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ

نبی نے کہا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر چنا ہے اور اسے علمی اور جسمانی فراخی عطا کی ہے'' اور اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت جسے

وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (247)

سوال 1: طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا گیا، اس واقعے کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... عَلِيمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ﴾ ''اوران کے نبی نے ان سے کہا'' ان کے نبی نے ان کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً طالوت کو تمہارے لیے بادشاہ مقرر کیا ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ نامزد کیا ہے۔

(3)طالوت قبیلہ بن یامین کا ایک تیس سالہ نوجوان تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت کے لیے منتخب کیا تھا۔

(4)ان کا فرض تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مان لیتے لیکن انہوں نے اعتراض کیا۔

(5)﴿قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ﴾ ''انہوں نے جواب دیا: ''ہم پر اس کی حکومت کیسے ہوسکتی ہے جب کہ ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حق دار ہیں اور اسے مالی کشائش بھی نہیں دی گئی؟'' چونکہ طالوت ایک معمولی سپاہی تھا اور شاہی خاندان میں سے نہ تھا کیونکہ یہودا کا شاہی خاندان تھا اس لیے لوگوں نے کہا کہ طالوت کو ہم پر حکومت کرنے کا کسی طرح بھی جواز نہیں اس کی بہ نسبت تو ہم حکومت کے زیادہ حق دار ہیں۔علاوہ ازیں اس کے پاس پیسہ بھی نہیں، تنگدست و نادار ہے۔(السراج المنیر :162/1) بنی اسرائیل کا بادشاہت کا تصور غلط تھا کہ اس کے لیے اونچا خاندان اور لمبا مال ہونا ضروری ہے۔

(6)﴿قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ﴾ ''نبی نے کہا:'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر چنا ہے'' بنی اسرائیل کو طالوت کی بادشاہت پر اعتراض کا یہ جواب دیا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس میں کسی کا کوئی دخل نہیں۔

(7)﴿وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾ ''اور اسے علمی اور جسمانی فراخی عطا کی ہے'' طالوت جسمانی اور علمی برتری رکھتا ہے۔اس کی اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے عقل اور جسم کی قوت عطا کی ہے اور ملک کے معاملات اسی کی بنیاد پر انجام پاتے ہیں۔

(8)﴿وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ﴿مُلْكَهٗ﴾ سے مراد اس کی بادشاہت ہے۔

(9)اللہ تعالیٰ قدرت والا، سب کچھ جاننے والا، بڑی وسعت والا، کمال حکمت والا ہے۔وہ اپنا ملک یعنی اپنی بادشاہت جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

(10)﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے'' یعنی وسیع تصرف اور قدرت والا ہے۔وہ بہت کشادگی والا ہے، فضل و کرم والا ہے۔جب بھی اس کی حکمت کسی کام کا تقاضا کرتی ہے تو لامحالہ وہ ہو جاتا ہے۔

(11)﴿عَلِيْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔وہ جانتا ہے کہ فضل کا صحیح حق دار کون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اسی کے مطابق وہ فضل دیتا ہے۔(12)اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت کسی کو محروم نہیں رکھتی۔

(13)اس کلام سے لوگوں کے دلوں کے شکوک دور ہو گئے۔انہوں نے جان لیا کہ طالوت میں حکمرانی کی خوبیاں موجود ہیں اور حسی نشانی یعنی تابوت سکینہ بھی اسی کے دور میں ملنے کی بشارت بھی تھی۔

سوال 2: حکمرانی کے لیے کون سی دو بنیادی خصوصیات ہیں؟

جواب:(1)حکمرانی کے لیے دو بنیادی خصوصیات ہیں۔(i)جسمانی فراخی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے ''عقل سلیم جسم سلیم میں ہوتی ہے۔'' شجاعت، مدافعت کی قدرت، ہیبت اور وقار جسمانی فراخی کا ہی نتیجہ ہیں۔

(ii)علمی فراخی جس کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:﴿تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تَسُوَّدُوْا﴾ ''سردار بننے سے پہلے سمجھ دار بنو۔یعنی دین کا علم حاصل کرو۔'' ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں﴿بَعْدَ اَنْ تَسُوَّدُوْا﴾ سردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرو۔(صحیح بخاری: کتاب العلم: باب 15)

(2)جب کوئی عقل اور رائے میں کمال رکھتا ہو اور قانون نافذ کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو تو کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ان میں سے ایک کے کم ہونے کی صورت میں نظام خراب ہو جاتا ہے۔

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

''اور ان سے ان کے نبی نے کہا:''اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے

وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ

رب کی طرف سے سکینت ہوگی اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی باقیات ہوں گی، اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

بلاشبہ اس میں تمہارے لیے یقینا نشانی ہے اگر تم مومن ہو'' (248)

سوال: طالوت کی بادشاہت کی نشانی کے طور پر یہود کو تابوت سکینہ لوٹا دیا گیا، اس واقعے کی وضاحت﴿وَقَالَ .. مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ﴾ ''اور ان سے ان کے نبی نے کہا'' اور اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

(2)﴿اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ﴾ ''اس کی بادشاہت کی نشانی ہے'' طالوت کی حکومت کی پہلی برکت، پہلی نشانی یہ ظاہر ہوگی۔

(3)﴿اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ﴾ ''یہ کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا'' کہ انہیں وہ تابوت مل جائے گا جو ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طویل عرصے سے ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

(4)﴿فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہوگی'' اس تابوت میں تمہارے رب کی جانب سے تمہارے لیے دل کا اطمینان اور سکون موجود ہے۔

(5) تابوت سکینہ ایک صندوق تھا جو بنی اسرائیل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے زمانے سے چلا آ رہا تھا اور اس میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کے کچھ متبرک آثار تھے۔ بنی اسرائیل اپنی لڑائیوں میں اسے آگے آگے رکھتے اور اسے دیکھ کر حوصلہ اور ہمت محسوس کرتے مگر ان کی بداعمالیوں کے باعث ان کے دشمن یہ تابوت ان سے چھین کر لے گئے تھے۔ انہوں نے اسے اپنے معبد میں بت کے نیچے رکھ دیا تھا۔ اس وجہ سے ان میں وبا پھوٹ پڑی اور تقریباً پانچ شہر ویران ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے اسے منحوس سمجھ کر رات کو بیل گاڑی پر رکھ کر بنی اسرائیل کی طرف دھکیل دیا۔ (ابن کثیر)

(6)﴿مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ﴾ ''اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی باقیات ہوں گی'' اس میں موسیٰ علیہ السلام اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی اشیاء تھیں مثلاً ایک طشت تھا جس میں انبیاء کے دل دھوئے جاتے تھے۔ اسی میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تختیاں رکھی تھیں۔

(7)﴿تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ''اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے'' اسے فرشتے اٹھا کر لائیں گے تو لوگ آنکھوں سے دیکھیں گے۔

(8) فرشتے بیلوں کو ہانک کر بنی اسرائیل کی بستی تک لے آئے اور وہ رات کے وقت طالوت کے گھر کے سامنے آ موجود ہوا۔ اس سے بنی اسرائیل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ طالوت کے زیر قیادت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے آمادہ ہو گئے۔ (اشرف الحواشی:49)

(9) ابن جریج نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ فرشتے اس تابوت کو آسمان و زمین کے مابین اٹھائے ہوئے آئے حتیٰ کہ انہوں نے اسے طالوت کے سامنے رکھ دیا اور لوگ بھی اسے دیکھ رہے تھے۔ (تفسیر طبری:832/2:2)

(10)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں تمہارے لیے یقیناً نشانی ہے اگر تم مومن ہو'' تابوت کی بنی اسرائیل کی جانب واپسی میں ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے تھے، طالوت کی بادشاہت کی نشانی تھی۔ (الاساس فی التفسیر:577/1:1)

(11) اگر تمہارے اندر ایمان ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کے نبی کا معجزہ بھی ہے جو آپ کی نبوت کی کھلی دلیل ہے اور یہ طالوت کی اطاعت کی نشانی بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا فرمان ہے کہ طالوت تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادشاہ مقرر کیا گیا لہٰذا طالوت کی بادشاہت کو تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12) اللہ تعالیٰ کی طرف سے تابوت سکینہ مل جانے کا معجزہ ہوا تو انہیں یقین آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ان کے دلوں کے تمام شکوک وشبہات دور ہو گئے کیونکہ طالوت میں حکمرانوں والی خوبیاں موجود تھیں اور اللہ تعالیٰ اپنا فضل جسے چاہتا ہے دیتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

﴿فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ

''پس جب طالوت فوجوں کے ساتھ جدا ہوا تو اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں یقیناً ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے

مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ

چنانچہ جس نے اس میں سے پیا وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو یقیناً وہ میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔''

غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ

سو ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا سب نے پیا چنانچہ جب طالوت نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ساتھ ایمان لائے

اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ

انہوں نے دریا پار کر لیا تو انہوں نے کہا: ''آج ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔'' لیکن جو

يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ

یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں انہوں نے کہا: ''کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں!'' اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' (249)

سوال 1: طالوت کے لشکر کو ایک نہر کے ذریعے آزمایا گیا، اس واقعے کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... الصّٰبِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ﴾ ''پس جب طالوت فوجوں کے ساتھ جدا ہوا'' جب بنی اسرائیل پر طالوت کی حکومت مستحکم ہو گئی تو وہ بنی اسرائیل کے لشکر لے کر روانہ ہوئے اور ان کی تعداد زیادہ تھی۔

(2) ﴿قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ﴾ ''اس نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں یقیناً ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے'' طالوت نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کا امتحان لیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ ثابت قدم رہنے والا کون کون ہے اور دوسری طرح

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(بھگوڑا) کون ہے اس لیے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے۔

(3)﴿فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ﴾ ''چنانچہ جس نے اس میں سے پیا وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو یقیناً وہ میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے'' طالوت نے کہا کہ جس نے اس میں سے پانی پی لیا وہ میرا نہیں، نافرمان ہے۔ اس کی بے صبری اور گناہ کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہ آئے اور جو اسے نہ پیئے وہ میرا ہے۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جس نے ایک چلو پانی پیا وہ سیراب ہو گیا، اور جس نے خوب پیا وہ سیراب نہیں ہوا۔ (تفسیر طبری: 838/2) (5)﴿فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ﴾ ''سو ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا سب نے پیا'' چند لوگوں کے سوا سب نے خواہش کے مطابق پانی پی لیا۔

(6)﴿فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ﴾ ''چنانچہ جب طالوت نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے دریا پار کر لیا'' جب طالوت اور باقی وہ لوگ جو ایمان لائے تھے نہر پر سے گزر گئے یعنی جنہوں نے جائز حد سے زیادہ پانی نہیں پیا تھا۔

(7)﴿قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ﴾ ''انہوں نے کہا: ''آج ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں'' یہودیوں نے کہا آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں کیونکہ ان کی تعداد بھی زیادہ تھی اور اسلحہ بھی۔

(8) سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے کہ اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کی تعداد بھی اتنی ہی تھی جتنی اصحاب طالوت کی، جنہوں نے آپ کے ساتھ نہر فلسطین پار کی تھی اور ان کے ساتھ نہر کو پار کرنے والے صرف مومن ہی تھے یعنی تین سو دس پر اور کئی آدمی۔ (صحیح بخاری: 3958)

(9)﴿قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''لیکن جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں انہوں نے کہا: کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں!'' ان کے قوی الایمان علماء نے ان کی ہمت بڑھائی جنہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے اور فتح و نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ اس کا تعلق کثرت تعداد سے نہیں ہوتا اور کہا کہ بسا اوقات تھوڑی تعداد والی فوج اللہ تعالیٰ کے حکم سے زیادہ تعداد والی فوج پر غالب آ جاتی ہے۔ اس پر ان کی ہمت بڑھی اور انہوں نے جالوت کی فوج سے جنگ کی اور داؤد علیہ السلام نے (جو بعد میں طالوت کی فوج میں آ کر شامل ہو گئے تھے اور جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابھی نبی اور بادشاہ نہیں ہوئے تھے) جالوت کو قتل کر دیا، اور بنی اسرائیل کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ (تیسیر الرحمن: 142,143/1)

(10) ﴿وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' صبر اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ (11) اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صبر کرتے ہیں تو دشمن سے مڈبھیڑ کے موقع پر وہ انہیں ثابت قدم رکھتا ہے۔

سوال 2: قلیل گروہ بڑے گروہ پر کس طرح غالب آتے ہیں؟

جواب: (1) کتنی ہی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے غالب آجاتی ہیں کیونکہ معاملات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کی مدد کے بغیر کثرت کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہی فیصلے کرتا ہے، وہی عزت دیتا ہے، وہی ذلت دیتا ہے۔ اس کی مدد حاصل ہو تو قلت کا نقصان نہیں اور اس کی مدد نہ ہو تو کثرت کا کوئی فائدہ نہیں۔

(2) قلیل گروہ کے افراد کا یہ یقین انہیں کامیابی تک لے جاتا ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا یقین صبر کا سرچشمہ بنتا ہے۔

(3) اس گروہ کے افراد اپنی قوت کو اللہ تعالیٰ کے حکم میں تلاش کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ کرتے ہیں اور ثابت قدم اور غیر متزلزل رہتے ہیں۔

(4) کمزوری اور قلت کے باوجود خوفزدہ نہیں ہوتے، صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر خطرناک معرکوں میں کود پڑتے ہیں۔

(5) فوج کی کامیابی عظیم تعداد سے نہیں، پختہ ارادے سے ہوا کرتی ہے۔ مضبوط ایمان، مضبوط دل اور مستقل مزاجی کامیابی کے لیے ضروری سرمایہ ہیں۔

﴿وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

''اور جب وہ جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے ہوئے تو انہوں نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾

اور ہمارے قدموں کو جمادے اور کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما'' (250)

سوال: اصحاب طالوت نے اصحاب جالوت سے مقابلے کے وقت جو دعا مانگی، اس کی وضاحت ﴿وَلَمَّا ... الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ﴾ ''اور جب وہ جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے ہوئے'' جب ''اصحاب طالوت'' جو کہ اہل ایمان تھے اپنے دشمن ''اصحاب جالوت'' کے سامنے آئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا﴾ ''اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے'' یعنی اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو مضبوط کر دے اور ہمیں صبر کی توفیق عطا فرما دے۔

(3)﴿وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا﴾ ''اور ہمارے قدموں کو جما دے'' یعنی اے اللہ! ہمارے پائے ثبات میں لغزش نہ آئے اور ہم میدان جنگ سے بھاگنے کے گناہ سے بچ جائیں۔ قدم تو تیرے حکم سے ہی جمتے ہیں، تو ہمارے لیے اپنا حکم نافذ فرما دے۔ آپ ہی متزلزل ہونے سے اور عملی طور پر پھسلنے سے بچا سکتے ہیں تو ہمیں وسوسوں اور گھبراہٹوں سے بھی بچا لیں اور پیچھے ہٹنے سے بھی بچا لیں۔

(4)﴿وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما'' اس دعا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جالوت اور اس کی قوم کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دعا قبول فرمائی۔ وہ مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں کود ے اور انہوں نے قبولیت کے اسباب پیدا کر دیئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔

(5) فتح اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کیونکہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ مومن تو دراصل قدرت کا ایک ہاتھ ہیں، ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ مومن تو اللہ تعالیٰ کا غلام ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اہم کردار ادا کرنے کا اعزاز بخشا ہے۔ مومن کو یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ ضرور اپنی منزل پر پہنچے گا۔ مومن کی نیت صاف، دل میں اخلاص اور توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف مادی ساز و سامان پر بھروسہ درست نہیں اللہ تعالیٰ کی مدد خاص کا طلب گار رہنا چاہئے۔ اس لیے کہ حالات کی تبدیلی اسی کے اختیار میں ہے۔ وہ چاہے تو ابرہہ کے لشکر کو چھوٹی چھوٹی چڑیوں سے تباہ کر دے۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ اَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ﴾ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے جس نے اپنے لشکر کو فتح دی، اپنے بندے کی مدد کی (یعنی نبی کریم ﷺ کی) اور احزاب (یعنی افواج کفار) کو تنہا بھگا دیا پس اس کے بعد کوئی چیز اس کے مدمقابل نہیں ہو سکتی۔'' (بخاری:4114)

﴿فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ

''چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بادشاہت اور

وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

حکمت عطا کی اور جتنا اس نے چاہا اسے علم بھی عطا فرمایا اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾

تو زمین یقیناً فساد سے بھر جاتی لیکن اللہ تعالیٰ تمام جہانوں پر بڑے فضل والا ہے" (251)

سوال: اصحاب طالوت کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا، اس واقعے کی وضاحت ﴿فَهَزَمُوْهُمْ ... الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ "چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست دی" اللہ تعالیٰ نے اصحاب طالوت کی دعا قبول فرمالی اور ان کی مدد فرمائی۔ انہوں نے صبر کیا، وہ ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے جالوت کے لشکر کو شکست دی۔

(2) ﴿وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ﴾ "اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا" داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، جو اس وقت کم سن تھے۔ اتفاق سے طالوت کے لشکر میں وہ اس وقت جا پہنچے جب جالوت نے مقابلے کی دعوت دی اور کسی نے اس کی دعوت قبول نہ کی۔ پھر داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا اور قوم کے محبوب بن گئے۔

(3) ﴿وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بادشاہت اور حکمت عطا کی" اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو بادشاہت دی اور انہیں حکمت عطا کی یعنی علم پر عمل کرنے والا بنایا اور انہیں نبوت دی۔

(4) ﴿وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ﴾ "اور جتنا اس نے چاہا اسے علم بھی عطا فرمایا" اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو علم عطا کیا اور انہیں زرہیں بنانے کی تعلیم دی۔ (5) انہیں شریعت کا علم بھی دیا اور سیاست کا علم بھی۔ اس طرح انہیں نبوت اور حکومت دونوں عطا فرما دیں۔ اس سے پہلے انبیاء اور ہوتے تھے اور بادشاہ اور۔ (تفسیر سعدی: 299/1)

(6) اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی تو وہ اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ انہوں نے دشمنوں کو مغلوب کر دیا اور بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اقتدار بھی نصیب فرمایا اور جہاد فی سبیل اللہ کی برکات بھی۔

(7) ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾ "اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین یقیناً فساد سے بھر جاتی" یعنی اگر اللہ تعالیٰ ایک قوم کے ساتھ دوسروں کو نہ ہٹاتا، جیسے اس نے بنی اسرائیل سے ان کے دشمن کو طالوت کے جہاد اور داؤد علیہ السلام کی شجاعت سے دور ہٹایا، تو وہ تباہ و برباد ہو جاتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ "اور اگر اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دور کرنا نہ ہوتا تو یقیناً ڈھا دیئے جاتے خانقاہیں اور کلیسائیں اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(الحج:40)(المصباح المنیر :522/1)

(8) اگر مجاہدوں کے ذریعے سے برے لوگوں اور کافروں کا قلع قمع نہ ہوتو کافروں کے غلبے کی وجہ سے کفر کی رسمیں قائم ہونے سے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک دیئے جانے کی وجہ سے زمین فساد سے بھر جاتی۔ یہ اس کا فضل ہے کہ اس نے جہاد مقرر کر دیا جس میں ان کی سعادت اور دفاع ہے۔ (تفسیر سعدی:299/1)

(9) ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ تمام جہانوں پر بڑے فضل والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے زمین پر فساد عظیم کی نوبت ہی نہیں آنے دیتا اور بدکاروں اور نافرمانوں کے غلبہ کو فرماں برداروں کے ذریعہ سے ہٹاتا رہتا ہے۔ کائنات پر اسی کی بادشاہت ہے اور اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور بے شک آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں'' (252)

سوال: محمد رسول اللہ ﷺ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اس کی وضاحت ﴿تِلْكَ ... الْمُرْسَلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے ساتھ پڑھ رہے ہیں'' یہ واقعات جس میں طالوت کی بادشاہت، جالوت کے قتل کا تذکرہ ہے انسانی ذہن کی اختراع نہیں ہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ سارے حقائق کو واضح کر رہا ہے۔

(2) ﴿وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور بے شک آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں'' پچھلے انبیاء کے واقعات، اور انبیاء کے پیروکاروں اور مخالفوں کے واقعات کا بیان یہ ثابت کرتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور آپ ﷺ کا دین سچا ہے۔

(3) یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے رسول کی رسالت کی گواہی ہے۔

(4) یہ حقیقت ہے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں جو خود امی ہیں اور امی ماحول میں پلے ہیں۔ وہ معرکتہ الآراء مسائل حل فرما دیتے ہیں اور اخلاق، سیاست اور دین کے باریک نکات سلجھاتے ہیں۔ آپ ﷺ کا علم کسی انسانی استفادہ کا نتیجہ نہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید کے بغیر کوئی انسان صحرائے عرب کے قلب میں بیٹھا ہوا معرفت وحکمت کے چشمے بہائے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ALNOOR-PUBLICATIONS

النور

النور پبلیکیشنز